از

ابو شہریار

2020

اجراء سابقہ ۲۰۱۹

www.islamic-belief.net

مخلص کتاب

اس کتاب میں مسجد الحرام اور مسجد الاقصی کی تاریخ کا ذکر ہے - مسجد الحرام مکہ سعودی عرب میں ہے اور مسجد الاقصی یرو شلم اسرائیل میں ہے - کعبہ کے مقام کو اللہ نے اس دن مقدس کیا جس دن زمین و آسمان بنے اور ۴ ماہ حرمت والے ہو گئے — کعبہ کو سب سے اول آدم علیہ السلام نے بنایا پھر طوفان نوح میں یہ ڈوب گیا اس کا اثر ریت تلے چھپ گیا- پھر کعبہ کو کلدانی پیغبر ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے دوبارہ تعمیر کیا اور اس کے حج کا اعلان کیا- نبی اسرائیلی انبیاء میں موسی و یونس علیہما السلام نے عمرہ/حج بھی کیا- بنی اسمٰعیل جو کعبہ کے متولی تھے ان میں شرک در کر آیا لیکن حج بیت اللہ چلتا رہا- مسجد الاقصی کو داود علیہ السلام نے تعمیر کیا اور سلیمان علیہ السلام نے دعا کی کہ اس کو قبلہ مقرر کیا جائے- البتہ بنی اسرائیل نے مسجد الاقصی کی اہمیت کو کعبہ جیسا کر دیا جبکہ وہ جانتے تھے کہ کعبہ کی اہمیت سب سے بڑھ کر ہے- مسجد الاقصی دو بار تباہ ہوئی ایک اشوری سلطنت کے ہاتھوں اور پھر بابلی سلطنت کے ہاتھوں - اس کتاب میں اسلامی سنی و شیعی روایات کے علاوہ بنی اسرائیلی روایات کو بھی ملا کر بحث کی گئی ہے

فہرست

بسم اللہ الرحمان الرحیم

پیش لفظ

اس کتاب میں دونوں قبلوں کی تاریخ، ان مساجد کے تعلق سے آسمانی شریعتوں میں الگ الگ مناسک اور انبیاء کے ان مساجد سے تعلق پر بحث کی گئی ہے- یہ حقیقت تواتر سے معلوم ہے کہ کعبہ وہ عبادت گاہ ہے جس کو ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا ہے —یہ تواتر اسلام سے بھی پہلے سے چلا آ رہا ہے- مسجد الحرام سے مراد وہ مسجد ہے جو کعبہ کے گرد ہے جو مکہ میں ہے — کعبہ کی تعمیر سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے کی- طوفان نوح میں کعبہ ڈوب گیا اور اس کا اثر نظر انسانی سے اوجھل ہو گیا- اس کے ایک طویل عرصہ بعد ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے اس کی تعمیر کی- بیت المقدس سے مراد یروشلم شہر ہے جو ارض کنعان Canaan میں تھا (آجکل اسرائیل میں ہے)- جس کو ارض مقدس قرآن میں کہا گیا ہے-

دور نبوی میں شہر یروشلم کو بیت المقدس یا ایلیا کہا جاتا تھا اور یہ اسلامی خلافت کا صوبہ شام کہلاتا تھا— عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں اس شہر میں مسجد الاقصی تھی جس کو ان کے رفع کے چند سالوں بعد رومیوں نے تباہ کر دیا اور اس مسجد کا اصل مقام اب معلوم نہیں ہے- مکی دور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی—قرآن سورہ الاسراء کی آیات ہیں کہ

سُبْحَانَ الَّذِىٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِىْ بَارَكْنَا حَوْلَـهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيَاتِنَا ۚ اِنَّهٝ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

پاک ہے وہ (رب) جو لے گیا سفر میں اپنے بندے کو رات میں مسجد الحرام سے مسجد الاقصی جس کا ماحول ہم نے بابرکت کیا ہے کہ اس کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بے شک وہ (اللہ) سننے دیکھنے والا ہے

یہ معراج کا واقعہ تھا جس میں جسمانی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر ایک گھوڑے اور خچر نما مخلوق پر کیا جس کو البراق کہا جاتا ہے- اس میں ایک آن میں آپ مسجد الحرام سے اصلی مسجد الاقصی پہنچ گئے اور آپ کے ہمراہ جبریل علیہ السلام بھی تھے

وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا (4) فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا (5) ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا (6) إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا

پھر ہم نے اپنی کتاب میں بنی اسرائیل کو اِس بات پر بھی متنبہ کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فسادِ عظیم برپا کرو گے اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے۔ آخرِ کار جب اُن میں سے پہلی سرکشی کا موقع پیش آیا، تو اے بنی اسرائیل، ہم نے تمہارے مقابلے پر اپنے ایسے بندے اُٹھائے جو نہایت زور آور تھے اور وہ تمہارے ملک میں گھُس کر ہر طرف پھیل گئے۔ یہ ایک وعدہ تھا جسے پُورا ہو کر ہی رہنا تھا۔ اِس کے بعد ہم نے تمہیں اُن پر غلبے کا موقع دے دیا اور تمہیں مال اور اولاد سے مدد دی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھا دی۔ دیکھو! تم نے بھلائی کی تو وہ تمہارے اپنے ہی لیے بھلائی تھی، اور بُرائی کی تو وہ تمہاری اپنی ذات کے لیے بُرائی ثابت ہوئی۔ پھر جب دُوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دُوسرے دشمنوں کو تم پر مسلّط کیا تا کہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدِس) میں اُسی طرح گھُس جائیں جس طرح پہلے دُشمن گھُسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑے اُسے تباہ کر کے رکھ دیں۔

سورہ الاسراء میں اس طرح سمجھایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بیت المقدس لے کر جایا گیا تو وہاں مسجد موجود نہیں تھی بلکہ مسجد تو معدوم ہو چکی تھی لہٰذا جو بھی دیکھا وہ سب معجزہ تھا- تاریخ سے معلوم ہے کہ رومیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے دور کی مسجد الاقصی کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی اسی کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے کہ مشرک رومیوں نے ہر اس چیز کو تباہ کر دیا جس پر ان کا ہاتھ پڑا بالکل اسی طرح جس طرح اس سے پہلے اس کو بابل کے ذریعہ تباہ کیا گیا- اللہ کا عذاب بن کر بابلی یروشلم پر پڑے اور انہوں نے حشر اول کیا اس کے بعد رومیوں نے حشر دوم کیا- مسجد الاقصی ۷۰ ع بعد مسیح میں رومیوں نے مسمار کی اور انجیل کے مطابق یہ عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اہل کتاب پر لعنت تھی کہ اس مسجد کا ایک پتھر بھی اپنی جگہ نہ رہے گا یہاں تک کہ اس کا نشان مٹا دیا گیا اور صخرہ چٹان تک کو کھود دیا گیا اس وجہ سے اس کا مقام انسانوں سے محو ہو گیا[1]۔

---

[1] رومیوں نے جب بیت المقد س کو تاراج کیا تو اہل کتاب کو چڑانے کے لئے انھوں نے اس مقام کو ارض فلسطین کا نام دیا کیونکہ داود علیہ السلام نے فلستینی جالوت کا قتل کیا تھا –انگریزی میں آج تک Philistine کا لفظ مستعمل ہے جس سے مراد یہی فلستینی قوم تھی جو داود علیہ السلام کی مخالف تھی - انگریزی ڈکشنری میں اس کا ترجمہ جنگو یا لڑاکو سے کیا جاتا ہے راقم کہتا ہے اصل لبنانی یا کنعانی یا اردنی یا فلیستینی/فلسطینی قومیں حشر دوم یعنی ۵۰۰ ق م سے ہی معدوم ہیں - بابل اور آشوریوں نے جہاں بنی اسرائیل کو غلام بنایا

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس شہر دکھایا گیا اور کفار مکہ نے بھی اسی شہر پر سوالات کیے وہاں کوئی فزیکل مسجد تھی ہی نہیں۔ قرآن میں ہے کہ مسجد الاقصی تک کا سفر کیا یعنی جو بھی دیکھا وہ اصلی مسجد الاقصی اور اس کا معجزاتی ماحول تھا جو اللہ کی قدرت کا نمونہ تھا کہ مسجد کو اس کی اصل حالت میں دکھایا گیا جبکہ وہ وہاں تباہ شدہ حال میں تھی۔ یہ ایک نشانی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھی — یہ بات سمجھنے کی ہے اور قرآن میں یہی بات سورہ الاسراء کے شروع میں بیان ہوئی ہے اور معراج کے ساتھ مسجد الاقصی کی تباہی کا خاص ذکر ہے تاکہ غور کرنے والے بات سمجھیں۔ یروشلم کے لئے بیت المقدس کا لفظ بہت بعد میں مستعمل ہوا۔ مشرکین مکہ اس شہر کو عیلیا یا **ایلیا** کہتے تھے جو ایک رومی بادشاہ کا نام تھا —

اس کتاب میں بیت المقدس شہر کی تاریخ اور مسجد الاقصی کی تباہی کا ذکر ہے۔ ساتھ ہی مسجد عمر یا مسجد بیت المقدس کی تعمیر کا ذکر ہے جس کو اب مسجد الاقصی کہا جانے لگا ہے۔ موجود مسجد الاقصی ایک مسجد ضرور ہے جس کو دور عمر رضی اللہ عنہ میں تعمیر کیا گیا لیکن یہ تواتر سے وہی مسجد الاقصی ثابت نہیں ہے جس کی بنیاد داود علیہ السلام نے رکھی تھی اور جس کو ہیکل سلیمانی بھی کہا جاتا تھا ۔ قریب ۵۶۵ سالوں کی مدت اس مقام پر مسجد نہیں رہی ہے یعنی حشر دوم (سن ۷۰ ع) سے لے کر ۱۷ ہجری (۶۳۵ ع) میں فتح یروشلم تک۔ اس طرح اس مقام کا تواتر سے مسجد ہونا ثابت نہیں رہتا — متواتر اخبار و آثار مفقود ہونے کی وجہ سے مسجد الاقصی کا اصل مقام کسی کو معلوم نہیں تھا، نہ یہود و نصاری کو، نہ اصحاب رسول کو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس میں جس مسجد کی تعمیر کی اس کو مسجد بیت المقدس کہنا چاہیے نہ کہ مسجد الاقصی۔ خود عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سفر صرف بیت اللہ کے لئے کیا جائے۔

راقم کی تحقیق کے مطابق مسجد بیت المقدس / مسجد عمر (موجود مشہور مسجد الاقصی) اور قبہ الصخرہ دونوں رومن چھاؤنی پر بنائے گئے ہیں اور اصل مسجد الاقصی یا ہیکل سلیمانی کا مقام اللہ کے حکم سے معدوم ہو چکا ہے کیونکہ انکار مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ

وہیں انہوں نے اصل لبنانی یا کنعانی یا اردنی یا فلیستینی/فلسطینی قوموں کو بھی غلام بنایا تھا اور ان نسلوں کی شناخت وقت کے ساتھ معدوم ہو گئی – انگریز نے اس علاقے کو آزادی دیتے وقت مملکت اسرائیل کے گرد سے اسی نام کے ملک بنا دیے جو بائبل میں موجود تھے مثلا لبنان یا اردن یا فلسطین - یہ تمام بائبل میں ان ملکوں کے نام ہیں جن سے بنی اسرائیل نبرد آزما تھے ، لیکن نام ان قوموں کے ہیں جو معدوم ہو چکی ہیں - افسوس ان علاقوں کے عربوں نے بھی اپنے لئے ان ناموں کو پسند کر لیا جبکہ نسلا یہ لوگ عرب ہیں نہ کہ معدوم قوموں کے افراد-

سے اس مسجد کی غرض و غایت ختم ہو چکی ہے - یہود کو خود بھی اس مسجد کا اصل مقام معلوم نہیں ہے - یہ صرف ان کی سیاست ہے کہ قبہ الصخرہ کو ہیکل قرار دیتے ہیں جبکہ خود ان کے پاس کوئی متواتر دلیل اس پر نہیں ہے —

مسجد الاقصی داود علیہ السلام نے فصل گاہنے کے مقام پر تعمیر کی تھی لیکن نائٹ ٹیمپلرز Knight Templars جو صلیبی نصرانی تھے انہوں نے دعوی کیا کہ قبہ الصخرہ ایک نصرانی کلیسا ہے اس کو چرچ آف ہولی وسڈوم قرار دیا - اس کو یہ لوگ Temple Mount یا پہاڑ کا کلیسا بھی کہتے تھے کیونکہ قبہ صخرہ ایک چٹان ہے اور پورا پلیٹ فارم محرابوں پر قائم ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان ملبہ بھر کر ہیرود نے تعمیر کیا تھا- نائٹ تمپلرز نے مسجد بیت المقدس یا مسجد الاقصی کو ایک محل میں بدل دیا

کتاب کا ایک موضوع یہ سوال بھی ہے کہ کیا مسجد الاقصی کو قبلہ مقرر کرنا اللہ کا حکم تھا یا یہودی اختراع تھی ؟ بعض مفسرین نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ بیت المقدس سرے ہی قبلہ نہیں تھا نہ اللہ تعالی کا مقرر کردہ تھا بلکہ یہ یہودی سازش تھی جس پر آزمائش کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ بھی اس کو قبلہ بنا لیں لیکن بعد میں واپس کعبہ کو ہی قبلہ کر دیا گیا جو تمام انبیاء کا قبلہ رہا ہے —راقم نے اس مفروضے کا تعقب کیا ہے اور اس مفروضے کی بے بضاعتی کو واضح کیا ہے —

زمین کی مدت عمر یہود کے مطابق ۶۰۰۰ سال ہے - اس میں یہود کے مطابق آجکل ۵۷۷۹ سال چل رہا ہے یعنی اب صرف ۲۲۱ سال رہ گئے ہیں حشر برپا ہونے میں- یہ چیز ان میں اضطرابی کیفیت پیدا کر رہی ہے اور ان کی کوشش ہے کسی طرح بنی اسرائیل پر سے حشر دوم سے شروع ہونے والی الوہی لعنت کو ختم کیا جائے - بعض یہودی فرقوں کے نزدیک اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہیکل سلیمانی یا مسجد الاقصی کو دوبارہ تعمیر کیا جائے عبادات کا آغاز کیا جائے— بعض یہودی فرقوں کے نزدیک ہیکل کی تعمیر اصلی مسیح کے ظہور کے بعد ہو گی - اس تناظر میں ضروری ہے کہ قبلہ مسجد الاقصی سے متعلق معلومات اکھٹی کی جائیں اور ابراہیمی ادیان کی آپس کی چپقلش کی نوعیت کو سمجھا جا سکے -

ابو شہریار

۲۰۱۹

آدم وحَوَّاء علیہما السلام کا ہبوط الی الارض

اللہ تعالیٰ نے آدم وحَوَّاءُ علیہما السلام کو زمین پر بھیجا تو ان کا نزول مکہ کے مقام پر ہوا- جہاں آدم علیہ السلام نے بیت اللہ اور کعبہ کی تعمیر کی-

ابن إبي حاتم نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کیا ہے

حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ ثنا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثنا جَرِيرٌ عَنْ عَطَاءِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُهْبِطَ آدَمُ- عَلَيْهِ السَّلامُ- إِلَى أَرْضٍ يُقَالُ لَهَا دَحْنَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالطَّائِفِ

سعید بن جبیر، عن ابن عباس سے روایت ہے کہ آدم کو دَحْنَا جو طائف و مکہ کے درمیان میں ہے ، وہاں اتارا گیا

سیرت ابن ہشام کے مطابق دحنا کا مقام الطائف کے پاس قرن المنازل کے قریب ہے جو رستہ الجعرانۃ کو جاتا ہے

اسی طرح ابن عمر سے بھی مروی ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمَّارِ بْنِ الْحَارِثِ ثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ سَابِقٍ ثنا عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ عَنْ أَبِي عَدِيٍّ- يَعْنِي الزُّبَيْرَ بْنَ عَدِيٍّ- عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أُهْبِطَ آدَمُ بِالصَّفَا، وَحَوَّاءُ بِالْمَرْوَةِ.

ابن عمر نے کہا آدم کا اترنا صفا پر ہوا اور حَوّاَء کا مروہ پر

اس کے بر خلاف بعض روایتوں میں راوی کہتے ہیں کہ آدم وحَوَّاءُ علیہما السلام کا نزول الہند میں ہوا[2]-

---

[2]

امام حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ

أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ الثَّقَفِيّ، ثنا مُوسَى بْنُ هَارُونَ، ثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، ثنا عِمْرَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، أَنْبَأَ عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا أَهْبَطَ اللَّهُ آدَمَ إِلَى أَرْضِ الْهِنْدِ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "

[التعليق - من تلخيص الذهبی] 3994 – صحیح

ہندومت میں بھووشیہ پران میں آدمہ نامی ایک شخص پر لکھا ہے

In the eastern side of Pradan city where there is a a big God-given forest, which is 16 square yojanas in size. The man named Adama was staying there under a Papa-Vriksha or a sinful tree and was eager to see his wife Havyavati. The Kali purusha quickly came there assuming the form of a serpent. He cheated them and they disobeyed Lord Vishnu. The husband ate the forbidden fruit of the sinful tree. They lived by eating air with the leaves called udumbara. After they had sons and all of them became mlecchas. Adama's duration of life was nine-hundred and thirty years. He offered oblations with fruits and went to heaven with his wife

Bhavishya Purana by Sri Veda Vyasa Muni

اس کے مشرق میں شہر پردان میں وشنو (یعنی خدا) کا عطا کردہ جنگل تھا ... ایک مرد وہاں آدمہ نام کا پاپ درخت کے نیچے یا گناہ کے درخت کے نیچے رہتا تھا اور اپنی بیوی حواوتی سے ملنا چاہتا تھا - کالی مرد ایک سانپ کی شکل میں ان کے پاس دھوکہ دینے آیا اور ان دونوں نے وشنو (یعنی خدا) کی نافرمانی کی - آدمہ نے شجر ممنوعہ سے کھایا - پھر وہ وہاں صرف ہوا کھا رہے تھے جو ادھمبرا کے پتوں پر تھی - اس کے بعد جب ان کے بچے ہوئے تو وہ سب ملیچھ (ناپاک) ہو گئے - آدمہ کی مدت عمر ۹۳۰ سال تھی - اس نے پھلوں کا چڑھاوا دیا اور اپنی بیوی کے ساتھ سورگ میں گیا –

یہ بیان مختصر اور نامکمل ہے البتہ اس میں اور اسلام میں آدم و حوا کے قصے میں مشابہت ہے – البتہ ہندوؤں کے نزدیک یہ انسان اول نہیں ہے

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: آدم علیہ السلام کو سے پہلے ارض ہند میں اتارا گیا

راقم کہتا ہے سند میں عمران بن عيينة بن أبى عمران الهلالی ہے جس کو امام نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابی حاتم کہتے ہیں مناکیر لاتا ہے۔

مستدرک حاکم ۳۹۹۵ میں ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْكَارِزِيُّ، ثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، ثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، ثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مِهْرَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ «أَطْيَبُ رِيحٍ فِي الْأَرْضِ الْهِنْدُ، أُهْبِطَ بِهَا آدَمُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَعَلِقَ شَجَرُهَا مِنْ رِيحِ الْجَنَّةِ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

ابن عباس سے مروی ہے کہ علی نے کہا سب سے اچھی خوشو ہند کی ہے یہیں آدم علیہ السلام کا اترنا ہوا تو اس کے درختوں میں جنت کی خوشبو بس گئی

اس کی سند میں یوسف بن مہران مجہول ہے- الذھبی نے اس پر سکوت کیا ہے۔

مصنف عبد الرزاق ۹۱۱۸ میں ہے

عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ خَيْرُ وَادِيَيْنِ فِي النَّاسِ ذِي مَكَّةٌ، وَوَادٍ فِي الْهِنْدِ هَبَطَ بِهِ آدَمُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ هَذَا الطِّيبُ الَّذِي تَطَّيَّبُونَ بِهِ، وَشَرُّ وَادِيَيْنِ فِي النَّاسِ وَادِي الْأَحْقَافِ، وَوَادٍ بِحَضْرَمَوْتَ يُقَالُ لَهُ بَرَهَوْتُ، وَخَيْرُ بِئْرٍ فِي النَّاسِ زَمْزَمُ، وَشَرُّ بِئْرٍ فِي النَّاسِ بَرَهَوْتُ، وَهِيَ بِئْرٌ فِي بَرَهَوْتَ تَجْتَمِعُ فِيهِ أَرْوَاحُ الْكُفَّارِ

علی نے کہا سب وادیوں میں سب سے اچھی مکہ کی وادی ہے اور ہند کی وادی ہے جہاں آدم کا ہبوط ہوا- اس میں سب سے اچھی خوشبو ہے جو عطر میں لگتی ہے اور بری وادیوں میں وادی احقاف ہے اور حضر الموت کی وادی جس

میں برھوت ہے اور سب سے اچھا کنواں زمزم کا ہے اور سب سے برا، برھوت کا ہے جس میں کفار کی روحوں کو جمع کیا گیا ہے

راقم کہتا ہے سند میں أَبِي الطُّفَيْلِ ہے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ مختار ثقفی کے ساتھ تھے- کفار کی ارواح جہنم میں ہیں یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے لہذا اس قول کی نسبت علی سے مشکوک ہے-

مسند البزار کی روایت ہے

حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا رِبْعِيٌّ ابْنُ عُلَيَّةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَوْفٌ، عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، رَفَعَهُ قَالَ: «لَمَّا أُخْرِجَ آدَمُ مِنَ الْجَنَّةِ، زُوِّدَ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، وَعَلَّمَهُ صَنْعَةَ كُلِّ شَيْءٍ، فَثِمَارُكُمْ هَذِهِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، غَيْرَ أَنَّ هَذِهِ تَغَيَّرُ وَتِلْكَ لَا تَغَيَّرُ

ابی موسی رضی اللہ عنہ نے روایت کو بلند کیا (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دیا) کہ جب آدم کو جنت سے نکلے تو ان کو جنت کے پھل دیے گئے اور ہر فن سکھایا گیا- پس یہ تمہارے پھل جنت کے پھلوں میں سے ہیں سوائے اس کے کہ یہ خراب ہوتے ہیں اور وہ (جو آدم کے پاس تھے) خراب نہ ہوتے تھے

اس کی سند میں بصری عَوْفٌ بن ابی جمیلہ مدلس ہے - اس روایت کو ابو موسی رضی اللہ عنہ سے صرف یہ نقل کرتے ہیں- روایت کا متن منکر ہے- جنت کے پھل اس زمین پر ہیں تو وہ ختم نہیں ہو سکتے کیونکہ جنت خرابی کے عیب سے پرے ہے- حدیث میں ہے کہ نماز کسوف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنت لائی گئی آپ نے اس میں سے انگور کا خوشہ لینے کی کوشش کی لیکن پوری نہ ہوئی بعد میں کہا کہ اگر وہ مل جاتا تو اس کو لوگ کھاتے رہتے یعنی وہ پھل ختم نہ ہوتا- اس سے ظاہر ہے زمین پر ایسا کوئی پھل نہیں جس کی یہ خوبی ہو لہذا آدم علیہ السلام والی یہ روایت منکر ہے

شجر ممنوعہ کھاتے ہی تمام نعمتیں دور ہو گئیں ، آدم و حوا علیہما السلام کو مع شیطان ہبوط کا حکم ہوا اور کہا گیا کہ اب زمین رہنے کا مقام ہے - ظاہر ہے زمین پر جنت کے مزے نہیں تھے کہ وہ اس کے پھل زمین پر بھی کھائے جاتے رہتے

تاریخ طبری کی روایت ہے

حَدَّثَنَا ابن حميد، قال: حَدَّثَنَا سلمة، عن ابن إسحاق، قال: وأما أهل التوراة فإنهم قالوا: أهبط آدم بالهند على جبل يقال له واسم، عند وإذ يقال له بهيل بين الدهنج والمندل: بلدين بأرض الهند

ابن اسحاق نے کہا یہود کا قول ہے کہ آدم ہند میں جبل واسم پر اترے اس کو بھیل بھی کہا جاتا ہے جو ہند کے دو شہروں الدَّهنج اور المندل کے درمیان ہے

بھیل آجکل پاکستان میں لاہور کے پاس ہے اور مندل جموں انڈیا میں ہے –راقم کے علم میں نہیں آیا یہ قدیم شہر ہیں یا نو آباد ہیں جن کے نام قدیم شہروں پر ہیں –**المعارف** از ابو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري (المتوفى: 276هـ) میں ہے کہ یہ شہر ان کے دور میں اس وقت بھی موجود تھے

وهو جبل بين قرى الهند اليوم، بين الدّهنج والمندل

اور یہ پہاڑ ہے آج بھی ہند میں دھنج اور مندل کے درمیان

یہ قول ابن اسحاق کا ہے جو مدلس و ثقہ و کذاب مشہور ہیں – المنتظم از ابن جوزی میں ہے کہ یہ آدم کے حوالے سے قول پر ابن اسحاق نے کہا

و قال ابن اسحاق: اہل التوراۃ یقولون - ابن اسحاق کا کہنا ہے کہ یہ قول یہود کا ہے

صحیح ابن خزیمہ میں ابن خزیمہ شکوک کے ساتھ روایت لکھتے ہیں

ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ يَزِيدَ الْعَبَادَانِيُّ (2) ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، ثَنَا أَبُو حَازِمٍ، وَهُوَ نَبْتَكُ (3)، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ:"إِنَّ آدَمَ أَتَى الْبَيْتَ أَلْفَ آتِيَةٍ، لَمْ يَرْكَبْ قَطُّ فِيهِنَّ مِنَ الْهِنْدِ عَلَى رِجْلَيْهِ

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آدم علیہ السلام بیت اللہ تک ہزار بار حج کرنے آئے اور ہر بار ہند سے چل کر آئے

محقق الدکتور محمد مصطفیٰ الأعظمی کہتے ہیں اس کی سند القاسم کی وجہ سے بہت ضعیف ہے۔ابن خزیمہ نے خود کہا کہ ان کے دل میں قاسم بن عبد الرحمان پر کچھ ہے –

تاریخ طبری میں ہے

حدثنا أبو همام، قال: حدثني أبي، قال، حدثني زياد بن خيثمة، عن أبي يحيى، عن مجاهد۔ قال حدثني ابن عباس، "أن آدم عليه السلام حين نزل الهند، ولقد حج منها أربعين حجة على رجليه، فقلت له: يا أبا الحجاج ألا كان يركب؟ قال: فأي شيء كان يحمله؟ فوالله إن خطوه مسيرة ثلاثة أيام وإن رأسه ليبلغ السماء، فاشتكت الملائكة نفسه، فهمزه الرحمن همزة فتطأطأ مقدار 40 سنة".

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کیا کہ آدم علیہ السلام کا نزول ہند میں ہوا، بے شک انہوں نے ۴۰ حج چل کر کیے - میں نے ابن عباس سے کہا: اے ابو حجاج وہ سوار ہوئے ہوں گے ؟ ابن عباس نے کہا کس پر سواری کرتے ؟ اللہ کی قسم ان کا چلنا تین دن کی مسافت پر تھا اور اس کا سر آسمان تک جارہا تھا پس آسمان کے فرشتوں نے اس پر شکوہ کیا تو رحمان تعالی نے ان کو ۴۰ سال میں کم کیا

سند میں ابو یحییٰ القتات ہے جو ضعیف ہے ۔النسائی نے لیس بالقوی قرار دیا ہے - شریک نے ضعیف کہا ہے

سورہ بقرہ میں ذکر ہے کہ اللہ تعالی نے بیت اللہ کی بکہ میں تعمیر کا حکم دیا

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِى بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَ هُدًى لِّلْعَالَمِينَ

بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما

مکہ کو حرم اللہ تعالی نے قرار دیا ہے اس کی وجہ سے سال کے چار ماہ حرمت والے ہیں اس دن سے جس دن زمیں و آسمان بنے - قرآن میں سورہ توبہ ایۃ ۳۶ ہے

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ

اللہ کے نزدیک مہینے ۱۲ ہیں جو کتاب اللہ میں ہیں، اس روز سے جب زمیں و آسمان خلق ہوئے، ان میں سے چار حرمت والے ہیں

صحیح مسلم میں ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

اس شہر مکہ کو اللہ نے حرم قرار دیا اس روز جب آسمان و زمین خلق ہوئے

کعبہ کا مطلب عربی میں مکعب یا cube نما عمارت ہے یعنی جو چو کور لگتی ہو - اللہ تعالی نے قرآن میں بیت اللہ کو کعبہ قرار دیا ہے -کعبہ طوفان نوح کی وجہ سے ریت میں چھپ گیا لیکن کی بنیاد باقی رہی- حجر یا رکن بھی اس میں زمین بوس ہو گیا–

تاریخ طبری میں ہے

قال عمر: حدّثني عيسى بن عبد الله، قال: حدّثني عمي عبيد الله بن محمد بن عمر بن عليّ، قال: لما أهبط الله آدم من الجنّة رفعه على أبي قُبيس، فرفع له الأرض جميعًا حتى رآها وقال: هذه كلها لك، قال: أيْ ربّ، كيف أعلم ما فيها؟ فجعل له النجوم، فقال: إذا رأيت نجم كذا وكذا كان كذا وكذا، وإذا رأيت نجم كذا وكذا كان كذا وكذا؛ فكان يعلم ذلك بالنجوم، ثم إن ذلك اشتدّ عليه، فأنزل الله عزّ وجلّ مرآة من السماء يرى بها ما في الأرض حتى إذا ما مات آدم عمَد إليها شيطان يقال له فقطس فكسرها، وبنى عليها مدينة بالمشرق يقال لها جابرت

عبید اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن اِبی طالب القرشی الہاشمی نے کہا جب اللہ تعالی نے آدم کو جنت سے نکالا تو جبل اِبی قُبیس پر ان کو لا یا اور ساری زمین ان کے سامنے کر دی یہاں تک کہ انہوں نے اس کو دیکھ لیا اور اللہ تعالی نے کہا یہ سب تیرے لئے ہے -آدم نے کہا کیسے یا رب ؟ کیسے جانوں گا کہ اس میں کیا کیا ہے ؟ پس ان کے لئے ستاروں کو کر دیا گیا - عبید اللہ بن محمد بن عمر بن علیّ نے کہا پس جب آدم ستاروں کو دیکھتے اس اس طرح تو ایسا ایسا ہوتا اور جب ایک اور ستارے کو دیکھتے تو ایسا ایسا ہوتا - پس ان کو ستاروں سے معلوم ہو جاتا پھر اس میں انہوں نے محنت کی تو اللہ تعالی نے ایک آئینہ ان لئے آسمان سے نازل کیا اس میں وہ زمین کو دیکھتے یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی تو شیطان فقطس نے اس آئینہ کو لیا اور توڑ دیا اور اس سے مشرق میں ایک (طلسماتی) شہر بنایا جس کو جابرت کہا جاتا تھا

روایت منقطع ہے اور اصل معلوم نہیں ہے لیکن اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض اہل بیت علم نجوم میں مبتلا ہو گئے تھے

مصادر اہل تشیع میں ہبوط آدم کا ذکر

بحار الانوار/جزء 11/صفحۃ[211] از ملا باقر مجلسی میں ہے

عن الصدوق، عن ماجيلويه، عن عمه، عن البرقي، عن البزنطي، عن أبان، عن أبي عبد الله عليه السلام قال: إن آدم عليه السلام لما هبط هبط بالهند ثم رمي إليه بالحجر الأسود، وكان ياقوتة حمراء بفناء العرش، فلما رأى عرفه فأكب عليه وقبله، ثم أقبل به فحمله إلى مكة، فربما أعيا من ثقله فحمله جبرئيل عنه، وكان إذا لم يأته جبرئيل عليه السلام اغتم وحزن، فشكا ذلكإلى جبرئيل فقال: إذا وجدت شيئا " من الحزن فقل: لا حول ولا قوة إلا بالله.

ابو عبداللہ علیہ السلام نے کہا بلاشبہ آدم علیہ السلام کا ہبوط سر زمین ہند میں ہوا، پھر ان پر حجر اسود پھینکا گیا جو سرخ یاقوت تھا عرش میں جڑا تھا، آدم اس کو دیکھ کر پہچان گئے، پس اس کو لیا اور بوسہ دیا، اس کو لے کر مکہ گئے بسا اوقات وہ اس کے ثقل سے تھک جاتے تو جبریل اس کو اٹھا لیتے، اور جب جبریل ان کے پاس نہ آتے تو مغموم ہو جاتے، پس اس کا شکوہ انہوں نے جبریل سے کیا تو جبریل نے کہا اگر غم و حزن ہو تو کہیں لا حول ولا قوة إلا بالله.

بالإسناد عن الصدوق، عن ابن الوليد، عن الصفار، عن إبراهيم بن هاشم، عن عمرو بن عثمان، عن أبي جميلة، عن عامر، عن أبي جعفر عليه السلام قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله: إن الله عزوجل حين أهبط آدم عليه السلام من الجنة أمره أن يحرث بيده فيأكل من كدها بعد نعيم الجنة، فجعل يجأر (1) ويبكي على الجنة مائتي سنة، ثم إنه سجد لله سجدة فلم يرفع رأسه ثلاثة أيام ولياليها.

امام ابو جعفر علیہ السلام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ نے فرمایا بلاشبہ اللہ عزوجل نے جب آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا ان کو حکم کیا کہ اب جنت کی نعمت کھا لینے کے بعد اب آدم زمین پر خود کاشت کریں اور اپنے ہاتھ سے کھائیں، پس وہ جنت کو یاد کر سو سال تک روتے رہے پھر اللہ کو سجدہ کیا تو تین دن و رات تک سر سجدے سے نہ اٹھایا

بالإسناد عن الصدوق، عن ابن الوليد، عن الصفار، عن علي بن حسان، عن علي بن عطية، عن بعض

من سأل أبا عبد الله عليه السلام من الطيب قال: إن آدم وحواء حين اهبطا من الجنة نزل آدم

على الصفا وحواء على المروة، وإن حواء حلت قرنا من قرون رأسها فهبت به الريح فصار بالهند أكثر

الطيب.

آدم و حواء کا جب ہبوط ہوا تو آدم کا نزول صفا پر ہوا اور حواء کا مروہ پر، حواء کے سر کی لٹوں میں سے ایک لٹ ٹوٹ گئی۔ ہوا اس کو ہند پر لے گئی پس وہاں اکثر خوشبو بس گئی

بالإسناد إلى الصدوق بإسناده إلى وهب قال مهبط آدم على جبل في شرقي أرض الهند يقال له باسم،

ثم أمره أن يسير إلى مكة فطوى له الأرض فصار على كل مفازة يمر به خطوة ولم يقع قدمه في شئ من

الأرض إلا صار عمرانا، وبكى على الجنة مائتي سنة، فعزاه الله بخيمة من خيام الجنة فوضعها له بمكة

في موضع الكعبة، وتلك الخيمة من ياقوتة حمراء لها بابان: شرقي وغربي من ذهب منظومان، معلق

فيها ثلاث قناديل من تبر الجنة، (5) تلتهب نورا "، ونزل الركن وهو ياقوتة بيضاء من ياقوت الجنة

وكان كرسيا " لآدم عليه السلام يجلس عليه، وإن خيمة آدم لم تزل في مكانها حتى قبضه الله تعالى، ثم

رفعها الله إليه وبنى بنو آدم في موضعها بيتا من الطين والحجارة ولم يزل معمورا واعتق من الغرق ولم يخربه الماء حتى ابتعث الله تعالى إبراهيم عليه السلام

وھب (بن منبہ ؟) نے کہا آدم کا مھبط مشرقی ہند میں جبل باسم تھا، پھر ان کو حکم دیا گیا کہ مکہ جائیں پس ان کی چاپ میں ہی ایک مفازت طے ہو گئی- کسی چیز پر ان کا قدم نہ پڑا لیکن وہ عمر والی ہو گئی –وہ جنت میں سو سال روتے رہے پس اللہ نے ان کو جنت کے خیمہ میں سے ایک دیا جس کو مکہ میں لگایا –یہ سرخ یاقوت کا خیمہ تھا ... پھر الرکن (حجر اسود) نازل ہوا جو جنت کا یاقوت تھا اور آدم کے لئے ایک کرسی تھی جس پر وہ بیٹھتے تھے اور یہ خیمہ مکہ میں ہی رہا حتی کہ آدم کی وفات ہوئی پھر یہ خیمہ اللہ کی طرف اٹھالیا گیا اور بنی آدم نے اس مکان پر ایک مٹی و پتھر کا گھر بنایا اور یہ مسلسل آباد رہا حتی کہ (طوفان نوح میں) غرقاب ہوا لیکن پانی نے اس کو خراب نہ کیا حتی کہ ابراہیم علیہ السلام کو مکہ بھیجا

الکافی از کلینی میں ہے

عدة من أصحابنا، عن سهل بن زياد ; وأحمد بن محمد جميعا، عن ابن محبوب، عن محمد بن إسحاق، عن أبي جعفر، عن آبائه عليهم السلام أن الله تبارك وتعالى أوحى إلى جبرئيل (ع) أنا الله الرحمن الرحيم وأني قد رحمت آدم وحواء لما شكيا إلي ما شكيا(2) فأهبط عليهما بخيمة من خيم الجنة وعزهما عني بفراق الجنة وأجمع بينهما في الخيمة فإني قد رحمتهما لبكائهما ووحشتهما في وحدتهما وأنصب الخيمة على الترعة التي بين جبال مكة، قال: والترعة مكان البيت وقواعده التي رفعتها الملائكة قبل آدم فهبط جبرئيل (ع) على آدم بالخيمة على مقدار أركان البيت وقواعده فنصبها،

أبي جعفر، عن آبائه عليهم السلام کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے جبریل کو الوحی کی کہ میں اللہ ہوں الرحمان الرحیم اور بے شک میں نے آدم و حواء پر رحم کیا ہے بعد اس کے جب انہوں نے غم و حزن کیا اس پر جو کیا۔ پس ان کے ساتھ ایک جنت کا خمیہ اتارو، میں نے ان دونوں کو عزت دی ہے جنت چھوڑنے کے بعد اور ان کو اس خیمہ میں واپس جمع کروں گا، بلا شبہ میں نے ان کے رونے پر ان پر رحم کیا ہے .... اور خیمہ کو الترعة میں مکہ کے پہاڑوں کے بیچ نصب کرو۔ کہا: الترعة (ایک مرتفع مقام) ہی بیت اللہ ہے اور اس کی بنیادوں کو فرشتوں نے ہبوط آدم سے قبل اٹھایا تھا۔ پس جبریل ایک جنتی خیمہ زمین لے گئے جو سائز میں کعبہ کی پیمائش کا تھا اور اس کو نصب کیا

امام جعفر نے مزید ذکر کیا:

قال: وأنزل جبرئيل آدم من الصفا وأنزل حواء من المروة وجمع بينهما في الخيمة قال: وكان عمود الخيمة قضيب ياقوت أحمر فأضاء نوره وضوؤه جبال مكة وما حولها قال: وامتد ضوء العمود قال: فهو مواضع الحرم اليوم من كل ناحية من حيث بلغ ضوء العمود قال: فجعله الله حرما لحرمة الخيمة والعمود لانهما من الجنة(1) قال: ولذلك جعل الله عزوجل الحسنات في الحرم مضاعفة والسيئات مضاعفة

کہا: جبریل نے آدم کو الصفا پر اور حواء کو المروة پر اتارا اور ان دونوں کو خیمہ میں جمع کیا۔ کہا خیمہ کے اوپر ایک سرخ یاقوت تھا جس کی روشنی سے تمام مکہ کے پہاڑ اور اس کا ماحول جگمگا اٹھا تھا۔ کہا: اس کی روشنی عمودی اوپر اٹھتی تھی۔ کہا: یہ آج حرم کا مقام ہے کہ اس کی روشنی عمودی اوپر جاتی تھی۔ کہا پس اللہ نے اس خیمہ کی بنا پر اس کو حرم کیا کہ یہ جنت کا تھا۔ کہا اسی وجہ سے اللہ نے حرم سے متعلق نیکییاں و گناہ بنا دیے

امام جعفر نے مزید کہا:

قال: ومدت أطناب الخيمة حولها فمنتهى أوتادها ماحول المسجد الحرام، قال: وكانت أوتادها من عقيان الجنة وأطنابها من ضفائر الارجوان،(2) قال: وأوحى الله عزوجل إلى جبرئيل أهبط على الخيمة[بـ] سبعين ألف ملك يحرسونها من مردة الشياطين ويؤنسون آدم ويطوفون حول الخيمة تعظيما للبيت والخيمة، قال: فهبط بالملائكة فكانوا بحضرة الخيمة يحرسونها من مردة الشياطين العتاة ويطوفون حول أركان البيت والخيمة كل يوم وليلة كما كانوا يطوفون في السماء حول البيت المعمور

خیمے کے ڈنڈے جہاں تک گڑے تھے وہاں تک مسجد الحرام ہو گئی- کہا اس کے ڈنڈے جنت کے سونے کے تھے اور چادر جامنی (ارغوانی) تھی – کہا اللہ تعالی نے جبریل کو الوحی کی کہ خیمہ کو ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ لے کر اترو جو اس کی حفاظت کریں گے ہر مردود شیطان سے اور آدم کو تسکین دو اور بیت اللہ اور اس خیمہ کی تعظیم کے لئے خیمہ کے گرد طواف کرو - فرمایا: پس ملائکہ اس خیمہ کو لے کر اترے جو اس کی ہر مردود شیطان سے حفاظت کرتے اور ہر شب و روز اس بیت اللہ کا اور خیمہ کا طواف کرتے جیسا کہ یہ آسمان پر بیت المعمور میں کرتے تھے

امام جعفر نے مزید کہا:

قال: وأركان البيت الحرام في الارض حيال البيت المعمور الذي في السماء، ثم قال: إن الله عزوجل أوحى إلى جبرئيل بعد ذلك أن اهبط إلى آدم وحواء فنحهما عن مواضع قواعد بيتي وارفع قواعد بيتي

لملائكتي، ثم ولد آدم فهبط جبرئيل على آدم وحواء فأخرجهما من الخيمة ونحاهما عن ترعة البيت ونحى الخيمة عن موضع الترعة، قال: ووضع آدم على الصفا وحواء على المروة فقال آدم: يا جبرئيل أبسخط من الله عزوجل حولتنا وفرقت بيننا أم برضى وتقدير علينا؟ فقال لهما: لم يكن ذلك بسخط من الله عليكما ولكن الله لايسأل عما يفعل، يا آدم إن السبعين ألف ملك الذين أنزلهم الله إلى الارض ليؤنسوك ويطوفوا حول أركان البيت [المعمور] والخيمة سألوا الله أن يبنى لهم مكان الخيمة بيتا على موضع الترعة المباركة حيال البيت المعمور فيطوفون حوله

کہا: بیت الحرام کے ارکان وہی ہیں جو آسمان پر بیت المعمور کے ہیں پھر کہا اس کے بعد اللہ تعالی نے جبریل کو الوحی کی کہ آدم و حواء کا زمین پر ہبوط کرو، ان کو بیت اللہ کی بنیادوں تک لاو اور میرے فرشتے اس کی بنیادوں کو بلند کریں، پھر بنی آدم- پس جبریل نے آدم کو صفا پر رکھا اور حواء کو المروۃ پر- آدم نے کہا اے جبریل کیا یہ سب جو ہمارے ارد گرد ہو رہا ہے یہ اللہ کے غضب سے ہو رہا ہے یا اس کی رضا سے ہو رہا ہے اور یہی ہمارا مقدر ہے؟ جبریل نے ان دونوں سے کہا یہ آپ دونوں پر غضب الہی نہیں ہے بلکہ اللہ جو کرتا ہے اس پر اس سے کوئی سوال نہیں کر سکتے، اے آدم بے شک ستر ہزار فرشتے اللہ نے زمین پر اتارے ہیں آپ کی مونست کے لئے اور اس آباد گھر کے طواف کے لئے اور خیمہ کے لئے- پس سوال کریں اللہ سے کہ خیمہ مکان ہو جو الترعة المباركة پر ہے، بیت المعمور کی شکل ہے پس اس کے گرد طواف کریں

کعبہ کی پیمائش اور آدم علیہ السلام کا قد

کعبہ اللہ یا بیت اللہ کو سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے عبادت گاہ یا بطور مسجد تعمیر کیا۔اس کی بنیاد رکھی۔

کعبہ کی پیمائش ہے: اونچائی 43 فٹ اور لمبائی وچوڑائی ۳۶.۲ X ۴۲.۲ فٹ ہے

42.2 feet x 36.2 feet

صحیح بخاری کی حدیث ۶۲۲۷ ہے

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ، طُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا، فَلَمَّا خَلَقَهُ قَالَ: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أُولَئِكَ، النَّفَرِ مِنَ المَلاَئِكَةِ، جُلُوسٌ، فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّونَكَ، فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ، فَقَالَ: السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ، فَقَالُوا: السَّلاَمُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، فَزَادُوهُ: وَرَحْمَةُ اللَّهِ، فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ آدَمَ، فَلَمْ يَزَلِ الخَلْقُ يَنْقُصُ بَعْدُ حَتَّى الآنَ

ہم سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا، کہاہم سے عبد الرزاق نے بیان کیا، ان سے معمر نے ، ان سے ہمام نے اور ان سے   ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا، ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی ۔ جب انہیں پیدا کر چکا تو فرمایاکہ جاؤ اور ان فرشتوں کو جو بیٹھے ہوئے ہیں ، سلام کر واور سنو کہ تمہارے سلام کا کیا جواب دیتے ہیں، کیونکہ یہی تمہار ااور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ آدم علیہ السلام نے کہا السلام علیکم! فرشتوں نے جواب دیا، السلام علیک ورحمۃ اللہ ، انہوں‌نے آدم کے سلام پر " ورحمۃ اللہ " بڑھا دیا۔ پس جو شخص بھی جنت میں جائے گا   آدم علیہ السلام کی صورت کے

مطابق ہو کر جائے گا ۔ اس کے بعد سے پھر خلقت کا قد وقامت کم ہوتا گیا۔ اب تک ایسا ہی ہوتا رہا۔

آدم علیہ السلام کا قد اس روایت میں 60 ذِرَاع یا CUBIT بتایا گیا ہے- ایک CUBIT کی مقدار ایک بازو جتنی ہے اور اس روایت میں ذِرَاع یعنی کہنی سے لے کر ہاتھیوں کی سب سے بڑی درمیانی انگلی تک کی مقدار کا ذکر ہے- ایک CUBIT اسطرح قریب 18 انچ کا ہے - اس حساب سے آدم علیہ السلام کا قد 90 فٹ (27 میٹر) ہوا- ایک عام آدمی کا قد 5 فٹ اگر لیا جائے تو روایت کے حساب سے آدم کا قد ایک عام آدمی سے 18 گنا بڑا تھا - مسئلہ یہ ہے کہ اس قد کے مقابلے پر آدم علیہ السلام کا کعبہ میں داخل ہونا ممکن نہیں رہتا کیونکہ کعبہ کی چوڑائی اس قدر ہے ہی نہیں کہ اتنے بڑے قد کے آدم علیہ السلام اس میں سما سکیں - **ایک عام** 5 فٹ کا آدمی جب سجدہ کرتا ہے تو 4 فٹ کے اس پاس کا ہوتا ہے کیونکہ جسم سمٹ جاتا ہے - اگر آدم علیہ السلام کا قد 60 ذرع تھا تو ان کا سجدہ 70 فٹ سے اوپر کا ہو گا – کعبہ کی حدود سے باہر سجدہ ہو گا

راقم کہتا ہے یہ روایت منکر ہے - بیت اللہ کی تعمیر کا مقصد اللہ تعالی کی عبادت ہے - اگر آدم علیہ السلام کو ساٹھ بازو کا مانا جائے تو نہ تو آدم کا کعبہ میں داخلہ ممکن ہے، نہ ان کا سجدہ کعبہ میں ممکن ہے[3] –

ایک عام 5 فٹ آدمی کے کندھوں کے درمیان کا فاصلہ قریب 15 انچ ہوتا ہے - اس طرح روایت کی بنیاد پر قد کے تناسب سے آدم علیہ السلام کا جسم متناسب اسی صورت بنتا ہے اگر ان

---

[3] https://isalna.com/137234/كم-يساوي-60-ذراع-بالمتر

کے کندھوں کے درمیان قریب ۲۲ فٹ کا فاصلہ ہو - قرآن میں اللہ تعالی کے قول کا ذکر ہے فاذا سوية جب میں آدم کو متناسب کر دوں - اس روایت کی بنیاد پر بعض ممالک میں آدم علیہ السلام کی قبر بھی بنادی گئی ہے جس میں طوالت قد کی بنیاد پر لمبی قبر تو بنادی لیکن آدم علیہ السلام کے کندھوں کو ایک عام انسان کی طرح مختصر کر دیا -

صحیح مسلم کی ایک شاذ روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہتا ہوں کہ

أَدْخَلْتُ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ خَمْسَ أَذْرُعٍ

میں حطیم میں سے پانچ ذُرٌعِ کعبہ میں شامل کروں

پانچ ذُرُعٍ یعنی پانچ CUBITS جو ۸ فٹ ہے- اس آٹھ فٹ کو بھی شامل کرنے کے بعد ٦٠ ذرع کے آدم علیہ السلام کا کعبہ میں سجدہ ممکن نہیں ہے-

حطیم کیا ہے ؟

حطیم کو دور نبوی میں حجر کہا جاتا تھا - اس کو حطیم بعد میں کہا گیا ہے - کہا جاتا ہے حطیم کا لفظ حطمه جدار الكعبه سے نکلا ہے یعنی کعبہ کی دیوار کو کم کرنا—جب دیوار کو کم کیا گیا تو جو زائد اینٹیں نکلیں ان سے حطیم بنا - ان کو نصف دائرے کی صورت کعبہ کی ایک دیوار کے ساتھ لگا دیا گیا —ایک روایت صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جن میں ایک مجہول الحال سے مروی ہے اور باقی دو سندیں بھی بحث سے خالی نہیں ہیں ہے—تفصیل یہ ہے

صحيح البخاري: كِتَابُ الحَجِّ (بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُنْيَانِهَا)

صحیح بخاری: کتاب: حج کے مسائل کا بیان (باب: فضائل مکہ اور کعبہ کی بناء کا بیان)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوْا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبداللہ نے کہ عبداللہ بن محمد بن ابی بکر نے انہیں خبر دی، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تجھے معلوم ہے جب تیری قوم نے کعبہ کی تعمیر کی تو بنیاد ابراہیم کو چھوڑ دیا تھا میں نے عرض کیا یارسول اللہ ! پھر آپ بنیاد ابراہیم پر اس کو کیوں نہیں بنا دیتے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر سے بالکل نزدیک نہ ہوتا تو میں بے شک ایسا کر دیتا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے (اور یقینا عائشہ رضی اللہ عنہ سچی ہیں) تو میں سمجھتا ہوں یہی وجہ تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حطیم سے متصل جو دیواروں کے کونے ہیں ان کو نہیں چومتے تھے کیونکہ خانہ کعبہ ابراہیمی بنیادوں پر پورا نہ ہوا تھا

صحیح مسلم کی حدیث ہے

حَدَّثَنِى أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ ح وَحَدَّثَنِى هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِىُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِى مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِى بَكْرِ بْنِ أَبِى قُحَافَةَ يُحَدِّثُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم- أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ « لَوْلاَ أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ - أَوْ قَالَ بِكُفْرٍ - لأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِى سَبِيلِ اللَّهِ وَلَجَعَلْتُ بَابَهَا بِالأَرْضِ وَلأَدْخَلْتُ فِيهَا مِنَ الْحِجْرِ

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اگر تمہاری قوم عہد جاہلیت کے قریب نہ ہوتی یا کہا کفر کے تو میں کعبہ کا خزانہ اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتا اور اس کا دروازہ زمین کے پاس کرتا کہ اس میں جانے کے لئے کوئی پتھر (بطور سیڑھی کے) استعمال نہیں کرتا

سند میں عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ (المتوفی ٦٣ھ واقعہ حرہ) مجہول ہے- صحیح بخاری کی ایک روایت میں سند میں عبد اللہ بن محمد بن إبي بکر الصدیق ہے جن کی متقدمین میں کوئی توثیق نہیں کرتا صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے- راقم کے علم میں ان کی صرف تعمیر کعبہ پر ایک روایت ذخیرہ کتب میں ہے- اس راوی کو مجہول الحال کے درجہ پر رکھنا چاہیے

سنن ترمذی میں ہے

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ، قَالَ لَهُ: حَدِّثْنِي بِمَا كَانَتْ تُفْضِي إِلَيْكَ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ يَعْنِي عَائِشَةَ، فَقَالَ: حَدَّثَتْنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا: "لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ، لَهَدَمْتُ الْكَعْبَةَ، وَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ" قَالَ: فَلَمَّا مَلَكَ ابْنُ الزُّبَيْرِ هَدَمَهَا وَجَعَلَ لَهَا بَابَيْنِ

اسود بن یزید سے روایت ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: تم مجھ سے وہ باتیں بیان کرو، جسے ام المؤمنین یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا نے تم سے بیان کیا ہو، الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ

نے کہا: عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "اگر تمہاری قوم کے لوگ جاہلیت چھوڑے ہوئے نہ ہوئے ہوتے، تو میں کعبہ کو گرا دیتا اور اس میں دو دروازے کر دیتا"، چنانچہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما جب اقتدار میں آئے تو انہوں نے کعبہ گرا کر اس میں دو دروازے کر دیئے۔

مسند احمد میں ہے کہ اسود اور ابن زبیر میں مکالمہ ہوا

حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ الزُّبَيْرِ: حَدِّثْنِي بَعْضَ مَا كَانَتْ تُسِرُّ إِلَيْكَ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ، فَرُبَّ شَيْءٍ كَانَتْ تُحَدِّثُكَ بِهِ تَكْتُمُهُ النَّاسَ، قَالَ: قُلْتُ: لَقَدْ حَدَّثَتْنِي حَدِيثًا حَفِظْتُ أَوَّلَهُ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِجَاهِلِيَّةٍ» أَوْ قَالَ: «بِكُفْرٍ»، قَالَ: يَقُولُ ابْنُ الزُّبَيْرِ: «لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ، فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ فِي الْأَرْضِ، بَابًا يُدْخَلُ مِنْهُ، وَبَابًا يُخْرَجُ مِنْهُ»، قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: «فَأَنَا رَأَيْتُهَا كَذَلِكَ

ابن زبیر نے الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ سے کہا کچھ وہ راز بتاؤ جو ام المومنین نے تم کو راز بتایا، ہو سکتا ہے کچھ بتایا ہو جس کو لوگوں سے چھپایا—اسود نے کہا عائشہ نے ایک حدیث بیان کی جس کا شروع میں نے یاد کیا—انہوں نے کہا رسول اللہ نے فرمایا اگر تیری قوم کا دور جاہلیت کے قریب نہ ہوتا یا کہا کفر کے— أَبُو إِسْحَاقَ کہا ابن زبیر کہتے تھے: میں کعبہ کو بدلتا ہوں اس میں دو دروازے کرتا ایک سے داخل ہوں ایک سے نکلیں—ابو اسحاق نے کہا پس میں نے ایسا ہی دیکھا (جب ابن زبیر نے بدلا)

ان اسناد سے معلوم ہوا کہ یہ روایت اصلا الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ کی ہے—ابن زبیر نے اس کو الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ سے لیا انہوں نے براہ راست اس قول کو عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا—

راقم کہتا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ نے دین میں کچھ عام اصحاب مہاجرین وانصار سے چھپا دیا ہو؟ خود عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ جس نے یہ کہا کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی کوئی بات چھپا دی اس نے جھوٹ باندھا

وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَتَمَ شَيئاً مِمَا أنْزِلَ إِليهِ مِنَ الوَحْيِ فَقَدْ كَذَبَ
اور جس نے یہ کہا کہ جو اپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا الوحی میں سے اس کو چھپا دیا اس نے کذب کہا

روایت میں ہے کعبہ کی تعمیر پر بہت خرچہ ہوتا تھا؟ راقم کہتا ہے اس میں کوئی بہت خرچہ نظر نہیں آتا۔ کعبہ کو تمام مکہ والے مل کر بناتے تھے اس میں اینٹیں تو چٹان کی ہیں ہاں چھت کی لکڑی ٹوٹ جاتی یا جل جاتی تھی۔ لیکن جو تعمیر قریش نے کی اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شرکت کی ہے اور روایت کے مطابق ایک دفعہ اس کی لکڑی ایک ٹوٹی رومی کشتی کی تھی جو جدہ کے ساحل پر تباہ ہوئی اور عربوں نے رومیوں کو بچایا تھا۔ لہذا اس کی تعمیر پر کوئی خرچ کیا تھا؟ کعبہ کی تعمیر کرنا مشرکین کے نزدیک بھی نیکی تھا جس طرح مسجد الحرام کی دیکھ بھال کرنا اور حاجیوں کو پانی پلانا یھاں تک کہ کعبہ کی چابی اور اس کے غلاف تک کے حوالے سے ان میں نیکی کا تصور تھا۔ کعبہ کی تعمیر میں خرچہ کم نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ تمام عرب یہاں اتے تھے اس کی تعمیر صرف قریش ہی نہیں دیگر قبائل بھی شوق سے کرتے جن کے بت اس میں تھے

باقی یہ قول کہ کعبہ میں قریش جس کو چاہتے داخل کرتے یہ بھی مشکل قول ہے کیونکہ کعبہ میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہوئے۔ کعبہ کے اندر حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بھی پیدا

ہوئے کیونکہ ان کی والدہ حمل سے تھیں کو درد ہوا وہ کعبہ میں داخل ہو گئیں –تاریخ جاہلی میں واقعہ بیان کیا جاتا ہے عرب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو قبیلہ جرھم یا قریش کے دو معشوق اساف و نائل تانبے کے بت بنے نظر آئے، عربوں نے جاہلت میں اس کو اللہ کی نشانی سمجھ کر ان بتوں کی پوجا شروع کر دی -اساف کا بت کوہ صفا پر رکھ دیا اور نائل یا نائلہ کا بت کوہ مروہ پر –بعد میں بتایا گیا کہ یہ دونوں بت اس لئے بنے تھے کہ انہوں نے کعبہ میں زنا کا ارادہ کیا تھا لہٰذا عذاب کا شکار ہوئے (مسند البزار)-مسند الرویانی کی روایت میں ہے کہ یہ دونوں قریشی تھے طواف کر رہے تھے ان دونوں نے خلوت گاہ کے لئے کعبہ کو لیا جسے ہی ایک نے دوسرے پر ہاتھ رکھا اللہ نے ان دونوں کو تانبے میں بدل دیا پھر جب لوگ کعبہ میں داخل ہوئے تو ان کو دیکھا اور بولے

لَوْلَا أَنَّ اللَّهَ رَضِيَ أَنْ يُعْبَدَ هَذَانِ الْإِنْسَانَانِ لَمَا نَكَّسَهُمَا نُحَاسًا
اللہ ان دونوں انسانوں کی عبادت سے راضی ہے تبھی یہ تانبہ بن گئے

بہر حال معلوم ہوا کہ کعبہ تو کھلا مقام تھا جہاں جو چاہتا چلا جاتا تھا- کعبہ کی چابی تھی اور اس کا مقصد یقینا رات میں بند کرنا تھا- اگر کعبہ مسلسل بند رہتا تو ۳٦٠ بتوں کی عبادت کیسے کی جا سکتی تھی؟

راقم اس روایت کو مبہم قرار دیتا ہے کہ یہ روایت سننے سمجھنے میں راویوں کو کوئی غلطی ہوئی ہے خود عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول اس کے خلاف کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں چھپایا جبکہ روایت کہہ رہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعمیر کی بات چھپا دی- اس نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی راز کی بات کو کہا جاتا ہے کہ ام المومنین سب تابعین کو سناتی تھیں لیکن یہ بات اصحاب رسول سے چھپا کر رکھی جاتی تھی – یاللعجب

مسند إسحاق بن راهويه میں ہے

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ مَرْثَدَ بْنَ شُرَحْبِيلَ يُحَدِّثُ أَنَّهُ حَضَرَ ذَلِكَ، قَالَ: أَدْخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ سَبْعِينَ رَجُلًا [ص:86] مِنْ خِيَارِ قُرَيْشٍ عَلَى عَائِشَةَ فَأَخْبَرَتْهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " لَوْلَا حَدَاثَةُ عَهْدِ قَوْمِكِ بِالشِّرْكِ، لَبَنَيْتُ الْبَيْتَ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ، هَلْ تَدْرِينَ مَا قَصَرَ قَوْمَكِ عَنْ قَوَاعِدَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ، فَقُلْتُ: لَا، فَقَالَ: قَصُرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ قَالَ: وَكَانَتِ الْكَعْبَةُ قَدْ وَهَتْ مِنْ حَرِيقِ الشَّامِ، فَهَدَمَهَا وَكَشَفَ عَنْ رُبْضٍ فِي الْحِجْرِ، آخِذٌ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ، فَتَرَكَهُ مَكْشُوفًا ثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ؛ لِيَشْهَدَ النَّاسَ عَلَيْهَا، فَرَأَيْتُ الرِّبْضَ خَمْسَةَ أَحْجَارٍ وَجْهُ حَجَرٍ وَوَجْهُ حِجْرَانِ، فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَأْخُذُ [ص:87] الْعَتَلَةَ فَيَهُزُّهَا مِنْ نَاحِيَةِ الرُّكْنِ فَيَهْتَزُّ مِنْ نَاحِيَةِ الرُّكْنِ الْآخَرِ فَبَنَاهُ عَلَى ذَلِكَ الرِّبْضِ وَوَضَعَ فِيهِ بَابَيْنِ شَرْقِيًّا وَغَرْبِيًّا، قَالَ: فَلَمَّا قُتِلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ؛ هَدَمَهُ الْحَجَّاجُ وَأَعَادَهُ عَلَى نَحْوِ مَا كَانَ عَلَيْهِ، قَالَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ الْمَلِكِ: وَدِدْتُ أَنَّكَ تَرَكْتَهُ عَلَى مَا فَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَا تَحَمَّلَ مِنْهُ، قَالَ مَرْثَدُ بْنُ شُرَحْبِيلَ: وَسَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: لَوْ وَلِيتَ مِنْهُ مِثْلَ مَا وَلِيَ ابْنُ الزُّبَيْرِ؛ لَأَدْخَلْتُ الْحِجْرَ كُلَّهُ فِي الْبَيْتِ فَلِمَ يُطَافُ بِهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ مِنَ الْبَيْتِ

عبد الرزاق نے کہا ان کو ان کے باپ نے روایت کیا کہ انہوں نے مَرْثَدَ بْنَ شُرَحْبِيلَ سے سنا اس نے بیان کیا کہ وہ وہیں تھا جب ابن زبیر نے قریش کے ستر بہترین لوگ عائشہ کے پاس بھیجے جنہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری قوم کا دور شرک کے پاس والا نہ ہوتا میں بیت اللہ کو انہی بنیادوں پر بناتا جن پر ابراہیم و اسمٰعیل نے بنایا تھا کیا تم نے دیکھا کہ قوم نے ابراہیم و اسمٰعیل کی بنیادوں کو کم کر دیا- میں نے کہا نہیں- رسول اللہ نے فرمایا ان پر نفقہ کم پڑ گیا-.... مَرْثَدَ بْنَ شُرَحْبِيلَ نے کہا جب ابن زبیر کا قتل ہو گیا تو اس کو حجاج نے

منہدم کر دیا اور دوبارہ بنایا اور عبد الملک نے لکھا کاش اس کو ابن زبیر کی تعمیر پر ہی چھوڑ دیتے
مَرْثَدَ بْنَ شُرَحْبِيلَ نے کہا میں نے ابن عباس کو کہتے سنا اگر میں اس طرح والی ہوتا جس طرح
ابن زبیر تھے میں حطیم کو کعبہ سے ملا دیتا تو یہ اس کا طواف کیوں کرتے ہیں اگر یہ کعبہ میں نہیں
ہے

راقم کہتا ہے اس کی سند میں مَرْثَدَ بْنَ شُرَحْبِيلَ مجہول الحال ہے- لیکن مَرْثَدَ بْنَ شُرَحْبِيلَ کے
بقول ستر قریشیوں نے اس روایت کو ام المومنین رضی اللہ عنہا سے سنا- راقم کہتا ہے یہ
پروپیگنڈا کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی جبکہ ام المومنین کے حوالے سے آ رہا ہے کہ یہ راز کی
بات تھی- ابن زبیر کی خلافت شروع ہونے سے ایک دہائی سے بھی زیادہ پہلے ام المومنین
رضی اللہ عنہا کی وفات ہو چکی تھی

ایک روایت سنن نسائی میں ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواہش ظاہر کی کہ ان کو
بیت اللہ میں جانا ہے - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

أَخْبَرَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ أَبِي عَلْقَمَةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَدْخُلَ الْبَيْتَ، فَأُصَلِّيَ فِيهِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي، فَأَدْخَلَنِي الْحِجْرَ فَقَالَ: «إِذَا أَرَدْتِ دُخُولَ الْبَيْتِ فَصَلِّي هَا هُنَا، فَإِنَّمَا هُوَ قِطْعَةٌ مِنَ
الْبَيْتِ، وَلَكِنَّ قَوْمَكِ اقْتَصَرُوا حَيْثُ بَنَوْهُ»
حطیم میں داخل ہو جاؤ- اگر ارادہ ہو کہ بیت اللہ میں نماز پڑھنی ہے تو اس میں نماز پڑھو کیونکہ یہ
بیت اللہ کا حصہ ہے

یہ متن مسند احمد میں بھی ہے- شعيب الأرنؤوط کہتے ہیں

حديث صحيح دون قوله: صلي في الحجر إذا أردت دخول البيت، فإنما هو قطعة من البيت - روایت اس متن بیت اللہ میں نماز پڑھنی ہے تو حطیم میں نماز پڑھو کیونکہ یہ بیت کا حصہ ہے ، کے علاوہ صحیح ہے

دوسری طرف صحیح مسلم میں ہے کہ حطیم کا صرف پانچ بازو کعبہ کا حصہ ہے
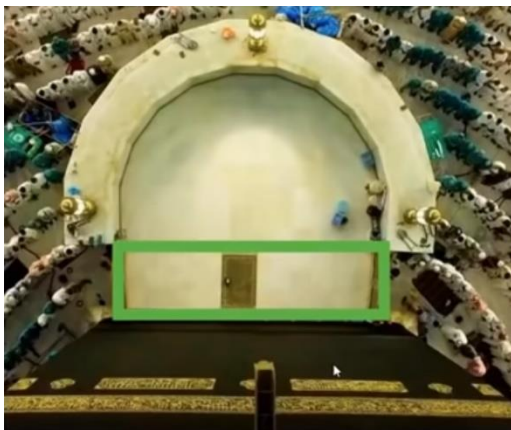
بنو امیہ اور بہت سے اصحاب رسول کعبہ کی تعمیر بدلنے کے خلاف تھے —اس کی وجوہات پر حیرت ہے مورخین نے کلام نہیں کیا— لیکن راقم نے غور کیا تو اس سلسلے میں یہ حقائق ملتے ہیں

اول: کعبہ کا مطلب The Cube ہے- اللہ تعالی نے اس کو الکعبہ کہا ہے

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ

اللہ تعالی نے بیت اللہ کو مستطیل نہیں کہا- کہا جاتا ہے کہ لفظ کعبہ کا تعلق کعبین ایڑی سے ہے کہ یہ انسانی ایڑی سے بلند گھر ہے - راقم کہتا ہے اس قول کا نہ سر ہے نہ پیر ہے — کون سا ایسا گھر ہے جو ایڑی سے اوپر نہ ہو ؟

دوم: کعبہ میں حطیم شامل تھا صرف ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ سے منسوب خبر ہے جو علم باطن کی طرح صرف ان کو معلوم تھی – ام المومنین عائشہ کے علاوہ کسی اور ام المومنین نے بیان نہیں کی جبکہ خود ام المومنین عائشہ کا کہنا تھا کہ وہ جھوٹا ہے جو کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کَتَمَ شَيْئًا مِنْ الْوَحْيِ الوحی (متلو و غیر متلو) کی کوئی بات چھپائی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شاگرد مسروق کو وصیت کی

مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِنَ الوَحْيِ فَلاَ تُصَدِّقْهُ
جو بیان کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الوحی میں سے کچھ چھپا لیا اس کی تصدیق مت کرنا

کعبہ کی شکل وہ نہیں جو ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھی، یہ بات الوحی سے سوا معلوم ہونا ممکن نہیں ہے

اہل تشیع کی کتب مثلا بحار الانوار ج ۲۹ ص ۴۱۲ از ابو جعفر الطوسی - مؤسسۃ الوفاء - بیروت – لبنان میں یہ روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی اصل تعمیر امت سے چھپائی تقیہ کی دلیل کے طور پر اہل سنت پر طنزا پیش کی گئی ہے[4]۔

---

[4] تقیہ سے منع کرنے والے اہل سنت کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ دین میں علم کی باتیں چھپائی جا سکتی ہیں اس کی دلیل صحیح بخاری کی حدیث ہے

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: ذُكِرَ لِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ: «مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لاَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الجَنَّةَ»، قَالَ: أَلاَ أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: «لاَ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَّكِلُوا
انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا مجھ سے ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے اس کیفیت کے ساتھ ملاقات کرے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، وہ (یقیناً) جنت میں داخل ہو

گا، معاذ بولے، یا رسول اللہ! کیا میں اس بات کی لوگوں کو بشارت نہ سنا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، مجھے خوف ہے کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔

راقم کہتا ہے اس حدیث کا متن منکر ہے ایسی بات چھپانا جس کا تعلق اخروی فلاح سے ہو انبیاء کی سنت نہیں – قرآن میں اس پر سخت وعید ہے - مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ؟» قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا» قَالَ: «هَلْ تَدْرِي مَا حَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ؟ أَنْ يَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا يُعَذِّبَهُمْ» ، قَالَ مَعْمَرٌ، فِي حَدِيثِهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: «دَعْهُمْ يَعْمَلُوا»

معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا پس آپ نے فرمایا کہ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے ؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں - آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو - پھر آپ نے فرمایا کیا تو جانتا ہے بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے اگر وہ ایسا کریں ؟ آپ نے خود ہی جواب دیا کہ وہ ان کی مغفرت کرے ان کو عذاب نہ دے - معمر نے کہا اس حدیث میں کہ معاذ نے کہا میں نے کہا یا رسول اللہ میں لوگوں کو بشارت نہ دے دوں ؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو عمل کرنے دو

اسی طرح مصنف عبد الرزاق میں ہے جو امام بخاری کے مشائخ کے استاد ہیں یعنی یہ روایت بخاری کو ملنے سے پہلے امام عبد الرزاق کو ملی تھی اور ان کی کتاب المصنف میں اس کا متن بھی الگ ہے
معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کی روایت میں مسدد نے سمجھنے میں غلطی کی ہے – لوگوں کو عمل کرنے دو کا مطلب یہ تھا کہ بعد میں بتا دینا فوری ضرورت نہیں ہے – اس کو چھپا دینا مراد نہیں تھا

صحیح بخاری میں یہ واقعہ ایک دوسری سند سے ہے کہ معاذ اس علم کی بات کو چھپاتے رہے اور انس کو وفات سے قبل بتایا کہ علم ختم نہ ہو جائے وأخبر بها معاذ عند موته تَأَثُّمًا-

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ، قَالَ: «يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ»، قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: «يَا مُعَاذُ»، قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلاَثًا، قَالَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ [ص:38] مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ، إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ»، قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ: أَفَلاَ أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا؟ قَالَ: «إِذًا يَتَّكِلُوا» وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا

معاذ نے کہا میں نے کہا یا رسول الله میں لوگوں کو خبر نہ دے دوں ؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اسی پر تکیہ کر لیں گے ! اور معاذ نے موت کے وقت کتمان حق کے ڈر سے اس حدیث کا بتایا

سند میں مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ ہے جس کو ابن حجر کہتے ہیں وہم ہوتا ہے - ابن معین کہتے ہیں اس کی حدیث دلیل نہیں ہے
قال الآجُريّ: قلتُ لأبي داود: معاذ بن هشام عندك حجة؟ قال: أكره أن أقول شيئًا، كان يحيى لا يرضاه.
قال أبو عبيد (الآجُريّ): لا أدري مَنْ يحيى، يحيى بن معين، أو يحيى القَطّان. وأظنه يحيى القَطّان. "سؤالاته" 3/ 263 و 264.
الاجری نے کہا میں نے ابو داود سے معاذ بن ہشام کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس پر کچھ کہنے سے کراہت کی اور کہا یحیی اس کو پسند نہیں کرتے تھے ... میرا خیال ہے امام یحیی بن سعید القطان مراد تھے
قال ابن أبي خيثمة: سئل يحيى بن معين عن معاذ بن هشام فقال: ليس بذاك القوي
ابن معین نے کہا ایسا کوئی قوی راوی نہیں ہے

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات طاعون عمواس میں اردن کے مضافات میں سن 18 ہجری میں ہوئی - انس رضی اللہ عنہ وہاں اس وقت موجود نہیں تھے- جہاں طاعون پھیلا ہو وہاں جانا منع ہے –انس رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو خود معاذ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا بلکہ کہا مجھ سے ذکر کیا کسی نے -

مسند احمد میں یہ قتادہ کی سند ہے کہ لوگ اس بات پر بھروسہ کر لیں گے
حَدَّثَنَا بَهْزٌ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، حَدَّثَهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: «يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ» قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: «لَا يَشْهَدُ عَبْدٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، ثُمَّ يَمُوتُ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ» قَالَ: قُلْتُ [ص:336]: أَفَلَا أُحَدِّثُ النَّاسَ؟ قَالَ: «لَا، إِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلُوا عَلَيْهِ»
قتادہ مدلس نے عنعنہ سے روایت کیا ہے - قتادہ نے مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ کی تدلیس کی ہے

اسی طرح اہل سنت کے بعض لوگوں نے تقیہ کی دلیل صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی لی ہے
حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءَيْنِ: فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا البُلْعُومُ
ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ان کے بھائی عبدالحمید) نے ابن ابی ذئب سے نقل کیا۔ وہ سعید المقبری سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ

سوم : بنو امیہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ اور بہت سے اصحاب رسول بھی کعبہ کے تمام ارکان کو چھوتے تھے اور کہتے بیت اللہ میں کچھ نہیں چھوڑا جائے گا

چہارم : حطیم بنانے کی ایک وجہ بیان ہوئی کہ اس میں قریش کو اشتباہ ہوا کہ کعبہ کی حد کیا تھی اس ابہام کی وجہ سے حطیم الگ ہوا- اس کے بر عکس حطیم کو اصلا الحجر کہا جاتا تھا-

---

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (علم کے) دو برتن یاد کر لیے ہیں، ایک کو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرا برتن اگر میں پھیلاؤں تو میرا یہ نرخرا کاٹ دیا جائے
یہ روایت ایک ہی سند سے اتی ہے
عَنْ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: حَفظْتُ مِنْ رَسُولِ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءيْنِ, فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبُلْعُومُ.
اول اس میں ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، ہے جو مدلس ہے اس کا عنعنہ ہے – اس روایت کی تمام اسناد میں
دوم سعید المقبری ہے جو آخری عمر میں مختلط تھا اور اس دور میں اس کی محدثین کہتے ہیں وہی روایت صحیح ہے جو لیث کے طرق سے ہوں
یہ متن مشکوک ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا ہو- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تو روایات سنانے کا اتنا شوق تھا کہ ایک حدیث میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ گویا لسٹ بنا دی روایات کی-
اور پھر امام مسلم کہتے ہیں کعب الاحبار کے اقوال ملا دیے
تو جس شخص کو روایت سنانے کا شوق اس قدر ہو وہ کچھ چھپا ہی نہیں سکتا – ہاں حدیث رسول میں ابو ہریرہ کا دوسروں کا یا اپنا قول ملا دینے کا ذکر خود محدثین و محققین نے کیا ہے

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ابن عمر نے ذکر کیا کہ

حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ قَمْطَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ: {فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا} [البقرة: 144]، قَالَ: «قِبْلَةُ إِبْرَاهِيمَ تَحْتَ الْمِيزَابِ»، يَعْنِي: فِي الْحِجْرِ

ابراہیم کا قبلہ حطیم میں مِیزَابِ کے نیچے تھا یعنی حجر میں تھا

اس کی سند صحیح ہے

اگر حطیم کعبہ کا حصہ تھا تو ابراہیم کا قبلہ حطیم میں مِیزَابِ کے نیچے نہیں ہو سکتا۔ قبلہ اس کے باہر ہونا چاہیے کیونکہ قبلہ کا مطلب آگے کرنا ہے۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کعبہ مستطیل نہیں تھا بلکہ مکعب نما ہی تھا

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کعبہ اور حطیم کو ملانے سے منع کیا اور جب لوگ اس کو توڑنے لگے تو لوگوں نے کہا اب عذاب آئے گا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ابن زبیر کے اقدام تبدیلی کعبہ کو امت میں پسند نہیں کیا گیا اور سلف امت نے ابن زبیر پر جرح کی

فقيل لأبي شريح: ما قال لك عمرو؟ قال: قال: أنا أعلم بذلك منك يا أبا شريح! إن الحرم لا يعيذ عاصياً ولا فارا بدم، ولا فارا بخربة

أبي شريح سے پوچھا گیا کہ اپ سے عمرو بن سعید نے کیا کہا ؟ کہا: عمرو نے کہا أبي شريح میں تم سے زیادہ اس کو جانتا ہوں – حرم کسی گناہ گار کو پناہ نہیں دیتا نہ کسی مفرور قاتل کو اور نہ کسی چور کو

شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح المسمی بـ۔(الکاشف عن حقائق السنن) میں شرف الدین الحسین بن عبد اللہ الطیبی (743ھ۔) لکھتے ہیں

كان ذلك البعث من عمرو بن سعيد إلي مكة لقتال ابن الزبير

یہ اس کا ذکر ہے جب عَمْرُو بْنُ سَعِيدِ (بْنِ الْعَاصِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ) الأشدق (المتوفی ۷۰ ہجری) کو ابن زبیر سے قتال کرنے بھیجا گیا

امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں عَمرو بن سَعِید بن العاص الاُمَوِیؓ کے ترجمہ میں لکھا ہے

.كان غَزا ابن الزُّبَير، رضي الله عَنهما، ثم قَتَلَهُ عَبد الْمَلك بْن مَروان

انہوں نے ابن زبیر سے جنگ کی رضی الله عنہما پھر ان کا قتل عبد الملک بن مروان نے کیا

عَمْرِو بْن سَعِيدِ بْن الْعَاصِ بْن أُمَيَّةَ الأموي نام کے ایک اور صحابی ہیں جن کی وفات سن 13 ہجری کی ہے

فیض الباری میں انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے

أن قول أبي شُرَيح الصحابي حجة للحنفية. وقول عمرو بن سعيد الظالم حجةٌ للشافعية

أبي شُرَيح الصحابي کا قول احناف کی دلیل ہے اور عمرو بن سعید کا قول شوافع کی دلیل ہے

اہل تشیع کا موقف

یہاں پر اہل تشیع کی رائے دلچسپی سے خالی نہیں جن کے نزدیک حطیم کا تعلق ابراہیم یا اسمٰعیل علیہما السلام کے ریوڑ سے تھا، کعبہ سے نہیں تھا- اہل تشیع میں عموم قول ہے کہ امام اِبی جعفر نے کہا

ذلك حطيم إسماعيل الذي كان يذود فيه غنيمته (بحار الانور از مجلسی)

یہ اسمعیل کا حطیم ہے جس میں یہ اپنی بکریوں کو کھانا دیتے تھے

وذلك حطيم إسماعيل عليه السلام ذاك الذی كان يدور فيه غنيماته ويصلي فيه (بحار الانور از مجلسی)

یہ اسمعیل کا حطیم ہے جس میں یہ اپنی بکریوں کو رکھتے تھے اور نماز پڑھتے

تفسیر عیاشی میں ہے

ذلك حطيم ابراهيم نفسه الذى كان يذود فيه غنمه ويصلى فيه ،

یہ ابراہیم کا حطیم ہے جس میں یہ اپنی بکریوں کو کھانا دیتے اور نماز پڑھتے

ارکان کو چھونے پر اہل تشیع کا کہنا ہے کہ دو کو چھونا صرف سنت ہے ان کے نزدیک اس کا تعلق تعمیر کعبہ سے نہیں ہے

الكافي : عن عدة من اصحابنا, عن احمد بن محمد, عن ابن ابي عمير, عن ((2478))
جميل بن صالح , عن ابي عبداللّه (ع) قال : كنت اطوف بالبيت فاذا رجل يقول : ما
بال هذين الركنين يستلمان و لا يستلم هذان ؟ فقلت : ان رسول اللّه (ص) استلم
هذين , و لم يعرض لهذين , فلا تعرض لهما اذ لم يعرض لهما رسول اللّه (ص).

اس طرح اہل تشیع کے نزدیک حطیم کعبہ کا حصہ نہیں ہے- صحیح مسلم کی ایک شاذ روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہتا ہوں کہ

أَدْخَلْتُ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ خَمْسَ أَذْرُعٍ

میں حطیم میں سے پانچ ذْرُعٍ کعبہ میں شامل کروں

یعنی حطیم مکمل کعبہ کا حصہ نہیں ہے بلکہ اس کا محض پانچ ذُرُعٍ یعنی پانچ CUBITS جو قریب 7 فٹ ہے وہ کعبہ میں جائے گا

راقم کہتا ہے اس کا مطلب ہے کہ ابن زبیر مکمل حطیم کو کعبہ میں شامل نہیں کر سکتے تھے جبکہ متعدد روایات میں ہے کہ انہوں نے حطیم کو ختم ہی کر دیا مکمل کعبہ میں شامل کر دیا-

صحیح بخاری حدیث ۳۸۴۸ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حکم درج ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الجُعْفِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، أَخْبَرَنَا مُطَرِّفٌ، سَمِعْتُ أَبَا السَّفَرِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ اسْمَعُوا مِنِّي مَا أَقُولُ لَكُمْ، وَأَسْمِعُونِي مَا تَقُولُونَ، وَلاَ تَذْهَبُوا فَتَقُولُوا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَلْيَطُفْ مِنْ وَرَاءِ الحِجْرِ، وَلاَ تَقُولُوا الحَطِيمُ فَإِنَّ الرَّجُلَ فِي الجَاهِلِيَّةِ كَانَ يَحْلِفُ فَيُلْقِي سَوْطَهُ أَوْ نَعْلَهُ أَوْ قَوْسَهُ

ہم سے عبداللہ بن محمد جعفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو مطرف نے خبر دی، کہا میں نے ابوالسفر سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے کہا: اے لوگو! میری باتیں سنو کہ میں تم سے بیان کرتا ہوں اور (جو کچھ تم نے سمجھا ہے) وہ مجھے سناؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم لوگ یہاں سے اٹھ کر (بغیر سمجھے) چلے جاؤ اور پھر کہنے لگو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں کہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں کہا۔ جو شخص بھی بیت اللہ کا طواف کرے تو وہ حطیم کے پیچھے سے طواف کرے اور حجر کو حطیم نہ کہا کرو یہ جاہلیت کا نام ہے اس وقت لوگوں میں جب کوئی کسی بات کی قسم کھاتا تو اپنا کوڑا، جوتا یا کمان وہاں پھینک دیتا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ حجر کو حطیم نہ کہا جائے-امام بخاری کے نزدیک یہ الفاظ صحیح ہیں کہ حطیم نہ کہا بلکہ اس کو حجر کہا جائے

امیر المومنین عبد الملک کا تاسف ؟

صحیح مسلم میں روایت ہے

حدیث:752

حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ لَمَّا
احْتَرَقَ الْبَيْتُ زَمَنَ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ حِينَ غَزَاهَا أَهْلُ الشَّامِ فَكَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ تَرَكَهُ
ابْنُ الزُّبَيْرِ حَتَّى قَدِمَ النَّاسُ الْمَوْسِمَ يُرِيدُ أَنْ يُجَرِّئَهُمْ أَوْ يُحَرِّبَهُمْ عَلَى أَهْلِ الشَّامِ فَلَمَّا
صَدَرَ النَّاسُ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَشِيرُوا عَلَيَّ فِي الْكَعْبَةِ أَنْقُضُهَا ثُمَّ أَبْنِي بِنَاءَهَا أَوْ أُصْلِحُ مَا
وَهَى مِنْهَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَإِنِّي قَدْ فُرِقَ لِي رَأْيٌ فِيهَا أَرَى أَنْ تُصْلِحَ مَا وَهَى مِنْهَا وَتَدَعَ بَيْتًا
أَسْلَمَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَأَحْجَارًا أَسْلَمَ النَّاسُ عَلَيْهَا وَبُعِثَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ لَوْ كَانَ أَحَدُكُمْ احْتَرَقَ بَيْتُهُ مَا رَضِيَ حَتَّى يُجِدَّهُ فَكَيْفَ بَيْتُ رَبِّكُمْ إِنِّي
مُسْتَخِيرٌ رَبِّي ثَلَاثًا ثُمَّ عَازِمٌ عَلَى أَمْرِي فَلَمَّا مَضَى الثَّلَاثُ أَجْمَعَ رَأْيَهُ عَلَى أَنْ يَنْقُضَهَا
فَتَحَامَاهُ النَّاسُ أَنْ يَنْزِلَ بِأَوَّلِ النَّاسِ يَصْعَدُ فِيهِ أَمْرٌ مِنْ السَّمَاءِ حَتَّى صَعِدَهُ رَجُلٌ فَأَلْقَى
مِنْهُ حِجَارَةً فَلَمَّا لَمْ يَرَهُ النَّاسُ أَصَابَهُ شَيْءٌ تَتَابَعُوا فَنَقَضُوهُ حَتَّى بَلَغُوا بِهِ الْأَرْضَ فَجَعَلَ
ابْنُ الزُّبَيْرِ أَعْمِدَةً فَسَتَّرَ عَلَيْهَا السُّتُورَ حَتَّى ارْتَفَعَ بِنَاؤُهُ وَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِنِّي سَمِعْتُ عَائِشَةَ
تَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا أَنَّ النَّاسَ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ وَلَيْسَ
عِنْدِي مِنْ النَّفَقَةِ مَا يُقَوِّي عَلَى بِنَائِهِ لَكُنْتُ أَدْخَلْتُ فِيهِ مِنْ الْحِجْرِ خَمْسَ أَذْرُعٍ
وَلَجَعَلْتُ لَهَا بَابًا يَدْخُلُ النَّاسُ مِنْهُ وَبَابًا يَخْرُجُونَ مِنْهُ قَالَ فَأَنَا الْيَوْمَ أَجِدُ مَا أُنْفِقُ وَلَسْتُ
أَخَافُ النَّاسَ قَالَ فَزَادَ فِيهِ خَمْسَ أَذْرُعٍ مِنْ الْحِجْرِ حَتَّى أَبْدَى أُسًّا نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ فَبَنَى
عَلَيْهِ الْبِنَاءَ وَكَانَ طُولُ الْكَعْبَةِ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ ذِرَاعًا فَلَمَّا زَادَ فِيهِ اسْتَقْصَرَهُ فَزَادَ فِي طُولِهِ
عَشْرَ أَذْرُعٍ وَجَعَلَ لَهُ بَابَيْنِ أَحَدُهُمَا يُدْخَلُ مِنْهُ وَالْآخَرُ يُخْرَجُ مِنْهُ فَلَمَّا قُتِلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ
كَتَبَ الْحَجَّاجُ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يُخْبِرُهُ بِذَلِكَ وَيُخْبِرُهُ أَنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ قَدْ وَضَعَ
الْبِنَاءَ عَلَى أُسٍّ نَظَرَ إِلَيْهِ الْعُدُولُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ الْمَلِكِ إِنَّا لَسْنَا مِنْ
تَلْطِيخِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي شَيْءٍ أَمَّا مَا زَادَ فِي طُولِهِ فَأَقِرَّهُ وَأَمَّا مَا زَادَ فِيهِ مِنْ الْحِجْرِ فَرُدَّهُ إِلَى
بِنَائِهِ وَسُدَّ الْبَابَ الَّذِي فَتَحَهُ فَنَقَضَهُ وَأَعَادَهُ إِلَى بِنَائِهِ

ترجمہ : ہناد بن سری، ابن ابی زائدہ، ابن ابی سلیمان، عطاء سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ یزید

بن معاویہ (رض) کے زمانہ میں جس وقت کہ شام والوں نے مکہ والوں سے جنگ کی اور بیت اللہ جل گیا اور اس کے نتیجے میں جو ہونا تھا وہ ہو گیا تو ابن زبیر (رض) نے بیت اللہ کو اسی حال میں چھوڑ دیا تاکہ حج کے موسم میں لوگ آئیں حضرت ابن زبیر (رض) چاہتے تھے کہ وہ ان لوگوں کو شام والوں کے خلاف ابھاریں اور انہیں برانگیختہ کریں جب وہ لوگ واپس ہونے لگے تو حضرت زبیر نے فرمایا اے لوگو! مجھے کعبۃ اللہ کے بارے میں مشورہ دو میں اسے توڑ کر دوبارہ بناوں یا اس کی مرمت وغیرہ کروادوں ابن عباس (رض) فرمانے لگے کہ میری یہ رائے ہے کہ اس کا جو حصہ خراب ہو گیا اس کو درست کروالیا جائے باقی بیت اللہ کو اسی طرح رہنے دیا جائے جس طرح کہ لوگوں کے زمانہ میں تھا اور انہی پتھروں کو باقی رہنے دو کہ جن پر لوگ اسلام لائے اور جن پر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مبعوث کیا گیا تو ابن زبیر (رض) فرمانے لگے کہ اگر تم میں سے کسی کا گھر جل جائے تو وہ خوش نہیں ہوگا جب تک کہ اسے نیا نہ بنالے تو اپنے رب کے گھر کو کیوں نہ بنایا جائے؟ میں تین مرتبہ استخارہ کروں گا پھر اس کام پر پختہ عزم کروں گا جب انہوں نے تین مرتبہ استخارہ کر لیا تو انہوں نے اسے توڑنے کا ارادہ کیا تو لوگوں کو خطرہ پیدا ہوا کہ جو آدمی سب سے پہلے بیت اللہ کو توڑنے کے لئے اس پر چڑھے گا تو اس پر آسمان سے کوئی چیز بلا نازل نہ ہو جائے تو ایک آدمی اس پر چڑھا اور اس نے اس میں سے ایک پتھر گرایا تو جب لوگوں نے اس پر دیکھا کہ کوئی تکلیف نہیں پہنچی تو سب لوگوں نے اسے مل کو توڑ ڈالا یہاں تک کہ اسے زمین کے برابر کر دیا ابن زبیر (رض) نے چند ستون کھڑے کر کے اس پر پردے ڈال دیئے یہاں تک کہ اس کی دیواریں بلند ہو گئیں اور ابن زبیر (رض) فرماتے ہیں کہ میں نے حض رت عائشہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر لوگوں نے کفر کو نیا نیا چھوڑا نہ ہوتا اور میرے پاس اس کی تعمیر کا خرچہ بھی نہیں ہے اگر میں دوبارہ بناتا تو حطیم میں سے پانچ ہاتھ جگہ بیت اللہ میں داخل کر دیتا اور اس میں ایک دروازہ ایسا بناتا کہ جس سے لوگ

باہر نکلیں ابن زبیر (رض) فرماتے ہیں کہ آج میرے پاس اس کا خرچہ بھی موجود ہے اور مجھے لوگوں کا ڈر بھی نہیں ہے راوی کہتے ہیں کہ ابن زبیر نے حطیم میں سے پانچ ہاتھ جگہ بیت اللہ میں زیادہ کر دی یہاں تک کہ اس جگہ سے اس کی بنیاد ظاہر ہوئی ابراہیم (علیہ السلام) والی بنیاد جسے لوگوں نے دیکھا حضرت ابن زبیر نے اس بنیاد پر دیوار کی تعمیر شروع کرادی اس طرح بیت اللہ لمبائی میں اٹھارہ ہاتھ ہو گیا جب اس میں زیادتی کی تو اس کا طول کم معلوم ہونے لگا پھر اس کے طول میں دس ہاتھ زیادتی کی اور اس کے دو دروازے بنائے کہ ایک دروازہ سے داخل ہوں اور دوسرے دروازے سے باہر نکلا جائے تو جب زبیر (رض) شہید کر دیئے گئے تو حجاج نے جواباً عبدالملک بن مروان کو اس کی خبر دی اور لکھا کہ ابن زبیر (رض) نے کعبۃ اللہ کی جو تعمیر کی ہے وہ ان بنیادوں کے مطابق ہے جنہیں مکہ کے باعتماد لوگوں نے دیکھا ہے تو عبدالملک نے جوابًا حجاج کو لکھا کہ ہمیں ابن زبیر (رض) کے ردوبدل سے کوئی غرض نہیں انہوں نے طول میں جو اضافہ کیا ہے اور حطیم سے جو زائد جگہ بیت اللہ میں داخل کی ہے اسے واپس نکال دو اور اسے پہلی طرح دوبارہ بنادو اور جو دروازہ انہوں نے کھولا ہے اسے بھی بند کر دو پھر حجاج نے بیت اللہ کو گرا کر دوبارہ پہلے کی طرح اسے بنا دیا۔

اس روایت میں تاریخی غلطی ہے کہ کعبہ یزید بن معاویہ کے دور میں جلا –ایسا یزید کے دور میں نہیں بلکہ ابن زبیر کے دور کے آخر میں ہوا تھا جب کسوہ کعبہ کو اگ لگی اور ابن زبیر نے اپنے آپ کو کعبہ میں بند کر لیا- سند میں عبد الملك بن أبي سليمان ہے جو ثقہ ہے لیکن اس کی بعض روایتوں کو امام احمد نے منکر قرار دیا ہے –ابن حبان نے کہا غلطی بھی کرتا ہے-

صحیح مسلم کی دوسری حدیث ہے کہ قریش کعبہ میں جانے والے کو دھکے دیتے تھے - اگر قریش اس طرح دھکے دیتے تھے تو یہ بات توسب کو معلوم ہو گی –خود مکہ کی رہائشی ام المومنین رضی اللہ عنہا کے علم میں بھی ہو گا-

حدیث:753

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ وَالْوَلِيدَ بْنَ عَطَاءٍ يُحَدِّثَانِ عَنْ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَيْدٍ وَفَدَ الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ فِي خِلَافَتِهِ فَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ مَا أَظُنُّ أَبَا خُبَيْبٍ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ سَمِعَ مِنْ عَائِشَةَ مَا كَانَ يَزْعُمُ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْهَا قَالَ الْحَارِثُ بَلَى أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْهَا قَالَ سَمِعْتَهَا تَقُولُ مَاذَا قَالَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ قَوْمَكِ اسْتَقْصَرُوا مِنْ بُنْيَانِ الْبَيْتِ وَلَوْلَا حَدَاثَةُ عَهْدِهِمْ بِالشِّرْكِ أَعَدْتُ مَا تَرَكُوا مِنْهُ فَإِنْ بَدَا لِقَوْمِكِ مِنْ بَعْدِي أَنْ يَبْنُوهُ فَهَلُمِّي لِأُرِيَكِ مَا تَرَكُوا مِنْهُ فَأَرَاهَا قَرِيبًا مِنْ سَبْعَةِ أَذْرُعٍ هَذَا حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدٍ وَزَادَ عَلَيْهِ الْوَلِيدُ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ مَوْضُوعَيْنِ فِي الْأَرْضِ شَرْقِيًّا وَغَرْبِيًّا وَهَلْ تَدْرِينَ لِمَ كَانَ قَوْمُكِ رَفَعُوا بَابَهَا قَالَتْ قُلْتُ لَا قَالَ تَعَزُّزًا أَنْ لَا يَدْخُلَهَا إِلَّا مَنْ أَرَادُوا فَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَهَا يَدَعُونَهُ يَرْتَقِي حَتَّى إِذَا كَادَ أَنْ يَدْخُلَ دَفَعُوهُ فَسَقَطَ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ لِلْحَارِثِ أَنْتَ سَمِعْتَهَا تَقُولُ هَذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَنَكَتَ سَاعَةً بِعَصَاهُ ثُمَّ قَالَ وَدِدْتُ أَنِّي تَرَكْتُهُ وَمَا تَحَمَّلَ

الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور خلافت میں ان کے پاس ایک وفد لے کر گئے تو خلیفہ عبدالملک کہنے لگے کہ میرا خیال ہے کہ ابوخبیب یعنی ابن زبیر (رض) عائشہ (رض) سے سنے بغیر روایت کرتے ہیں حارث کہنے لگے کہ نہیں بلکہ میں نے خود عائشہ (رض) سے یہ حدیث سنی ہے عبدالملک کہنے لگا کہ تم نے جو سنا ہے اسے بیان کرو وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ (رض) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ تیری قوم کے لوگوں نے بیت اللہ کی بنیادوں کو کم کو دیا ہے اور اگر تیری قوم کے لوگوں نے شرک کو نیا نیا نہ چھوڑا ہوتا تو جتنا انہوں نے اس میں سے چھوڑ دیا ہے میں اسے دوبارہ بنا دیتا تو اگر میرے بعد تیری قوم اسے دوبارہ بنانے کا ارادہ کرے تو آو میں تمھیں دکھاؤں کہ انہوں نے اس کی تعمیر میں سے کیا چھوڑا ہے پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عائشہ (رض) کو وہ جگہ دکھائی جو کہ تقریبا سات ہاتھ تھی یہ عبداللہ بن عبید کی حدیث ہے اور اس پر ولید بن عطاء نے یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ میں بیت اللہ میں دو دروازے زمین کے ساتھ بنا دیتا ایک مشرق کی طرف اور ایک مغرب کی طرف اور کیا تم جانتی ہو کہ تمہاری قوم کے لوگوں نے اس کے دروازے کو بلند کیوں کر دیا تھا؟ عائشہ (رض) فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ نہیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ تکبر اور غرور کی وجہ سے کہ بیت اللہ میں کوئی داخل نہ ہو سوائے ان لوگوں کے کہ جن کے لئے یہ چاہیں تو جب کوئی آدمی بیت اللہ میں داخل ہونے کو ارادہ کرتا تو وہ اسے بلاتے اور جب وہ داخل ہونے کے قرین ہوتا تو وہ اسے دھکا دیتے اور وہ گر پڑتا عبدالملک نے حارث سے کہا کیا تم نے یہ حدیث حضرت عائشہ (رض) سے خود سنی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! راوی کہتے ہیں کہ عبدالملک کچھ دیر اپنی لاٹھی سے زمین کریدتا رہا اور کہنے لگا کہ کاش کہ میں نے اس کی تعمیر کو اسی حال پر چھوڑ دیا ہوتا۔

راقم کہتا ہے ایک طرف تو روایات میں ہے کہ تعمیر کعبہ والی بات ایک راز کی بات تھی جو عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتائی گئی اور باقی امت سے چھپائی گئی ، لیکن بقول راوی بعد وفات النبی وہ سب کو بتا رہی تھیں۔افسوس ام المومنین رضی اللہ عنہا کا تو قول ہے کہ الوحی کوئی بات نبی کی جانب سے نہیں چھپائی گئی—پھر متن بھی تاریخا ثابت نہیں—کعبہ میں ام حکیم ، اساف، نائلہ ، ۳۶۰ بتوں کے پجاری سب داخل ہو سکتے تھے ، قریش کی پابندی ممکن ہی نہیں ہے۔ سند میں الحارث

بن عبد اللہ بن اِبی ربیعۃ ہے جن کے نام سے راوی بہت پروپیگنڈا کرتے تھے مثلا الذھبی نے سیر الاعلام النبلاء میں اور امام مسلم نے صحیح میں ان کے حوالے سے ایک اور روایت دی ہے

رَوَى: حَاتِمُ بنُ أَبِي صَغِيْرَةَ، عَنْ أَبِي قَزَعَةَ:

أَنَّ عَبْدَ المَلِكِ قَالَ فِي الطَّوَافِ: قَاتَلَ اللهُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَكْذِبُ عَلَى عَائِشَةَ:

أَنَّ النَّبِيَّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ لَهَا: (لَوْلاَ حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالكُفْرِ، لَنَقَضْتُ البَيْتَ حَتَّى أَزِيْدَ فِيْهِ الحِجْرَ) .

فَقَالَ لَهُ الحَارِثُ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ أَبِي رَبِيْعَةَ: لاَ تَقُلْ هَذَا يَا أَمِيْرَ المُؤْمِنِيْنَ، فَأَنَا سَمِعْتُهَا تَقُوْلُهُ.

فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ سَمِعْتُهُ قُبَيْلَ أَنْ أَهْدِمَهُ، لَتَرَكْتُهُ عَلَى بِنَاءِ ابْنِ الزُّبَيْرِ

أَبِي قَزَعَةَ: نے کہا عبد الملک طواف کر رہا تھا تو کہا اللہ کی مار ہو ابن زبیر پر عائشہ پر جھوٹ بولا
الحَارِثُ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ أَبِي رَبِيْعَةَ نے کہا ایسا مت کہیں امیر المومنین کہ بے شک میں نے اس کو عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے - عبد الملک نے کہا اگر میں نے سنا ہوتا پہلے تو ابن زبیر کی تعمیر کو منہدم نہ کرتا

راقم کہتا ہے کہ ہر روایت میں دکھایا جاتا ہے عبد الملک کو افسوس ہوا کہ اس کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اور کلام الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ سے ہوتا ہے کبھی وہ مکہ میں ہوتا ہے کبھی دمشق میں- امیر المومنین عبد الملک اس کے لئے کعبہ کی تعمیر کو بدلنا کوئی مشکل کام نہ تھا- یقینا یہ بعد کی تراشیدہ روایات ہیں جن میں ایک راز کی بات کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ وہ عامہ اصحاب رسول کے علم میں ام المومنین رضی اللہ عنہا نہیں لائیں لیکن ستر ستر تابعین کو بتا گئیں —

ابن زبیر، اللہ ان کی مغفرت کرے، معجزہ کے منتظر تھے جس کی خبر حدیث رسول میں دی گئی تھی کہ امت میں ایک شخص کعبہ کی پناہ لے گا جب اس کا مخالف لشکر اس کو ہلاک کرنے کے لئے مکہ کے پاس پہنچے گا تو بیداء میں دھنسا دیا جائے گا-انہوں نے نتیجہ نکالا کہ وہی وہ شخص ہیں جن کے لئے اللہ تعالی ان کے مخالفین کو دھنسا دے گا اور وہ کعبہ کی پناہ لیں گے - لیکن ان کا ارادہ ہوا کہ چالیس پچاس جوان بھی ان کے ساتھ کعبہ میں پناہ لیں لہذا اس کی توسیع بھی ضروری تھی-ابن زبیر نے اسود بن یزید سے تعمیر کعبہ والی روایت سنی تو وہ مغالطہ کا مزید شکار ہوئے - دونوں روایات کو ملا کر انہوں نے ان دونوں کو عملی جامہ پہنایا-

آخری وقت میں میدان میں نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنے کی بجائے اور اپنی عوام کو بچانے کی بجائے ابن زبیر نے یہی کیا - سب کو باہر چھوڑ انہوں نے چالیس پچاس ساتھیوں کے ساتھ کعبہ میں اپنے آپ کو بند کر لیا- ان کی اس تصوراتی سوچ پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کافی دن پہلے ہی مکہ چھوڑ طائف منتقل ہو چکے تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بنو امیہ کے حملہ سے تین دن پہلے ابن زبیر کو چھوڑ دیا اور خفیہ جا کر حجاج بن یوسف سے مل گئے اس کے پیچھے نماز شروع کر دی اور امیر المومنین عبد الملک کے ہاتھ پر بیعت کر لی — کتاب البدایہ والنہایہ از ابن کثیر کے مطابق

وقال الشافعي: ثنا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ اعْتَزَلَ لَيَالِيَ قِتَالِ ابن الزبير ووالحجاج بِمِنًى، فَكَانَ يُصَلِّي مَعَ الْحَجَّاجِ

نافع نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ابن زبیر کے قتل سے چند راتوں پہلے ان کو چھوڑا اور حجاج بن یوسف، منی میں تھا اور وہ حجاج کے ساتھ منی میں نمازیں پڑھتے

دوران طواف کعبہ کے کس رکن کو چھوا جائے؟

کعبہ کے چار کونے ہیں ان کو رکن کہا جاتا ہے جہاں حجر اسود لگا ہے اس کو الرکن الأسود کہا جاتا ہے اور جنوب میں دوسرے کو الرکن الیمانی کہا جاتا ہے ۔ان دونوں کو ملا کر **الیمانیان** کہا جاتا ہے ۔پھر دو کونے حطیم کی طرف ہیں ان میں سے ایک کو الرکن الشامی اور دوسرے کو الرکن العراقی کہا جاتا ہے اور دونوں کو ملا کر **الشامیان** کہا جاتا ہے
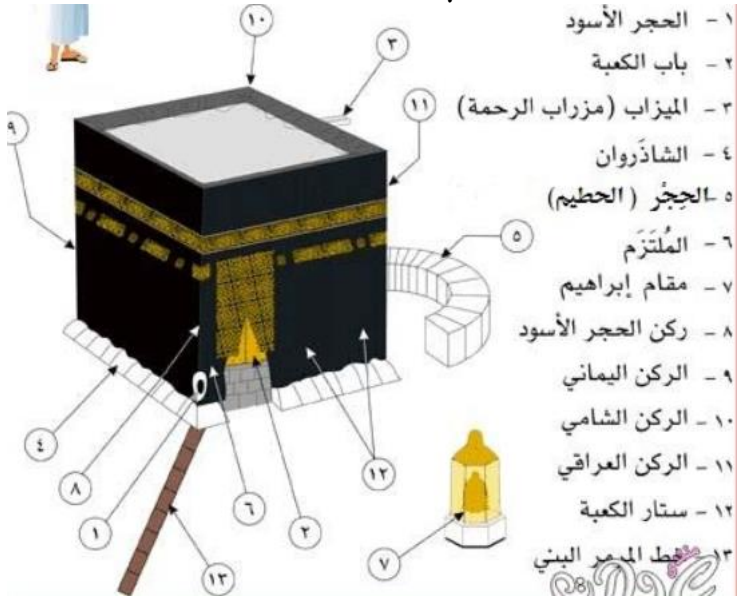
تصویر : رکن الحجر اور رکن الیمانی کو ملا کر الیمانیان کہا جاتا ہے اور رکن عراقی اور رکن الشامی کو ملا کر الشامیان کہا جاتا ہے

عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ کے مطابق ابن عمر اس سے لا علم تھے کہ رسول اللہ رکن شامی کو کیوں نہیں چھوتے تھے لہٰذا جب حدیث عائشہ پہنچی تو کہا

قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا أُرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يَتِمَّ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اگر عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے سنا ہے تو میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان کونوں کو چھوتے ہوں جو حطیم سے ملے ہیں (اس کی وجہ) سوائے اس کے (کیا ہے) کہ یہ ان بنیادوں پر نہیں جن پر ابراہیم نے تعمیر کی

عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ واقعہ حرہ میں ہلاک ہوا لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ بعد تک زندہ رہے ہیں اور یہ قول صرف اس سند سے ان سے منسوب ہے اور ان کے باپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حکم تھا کہ صرف حجر اسود چھونا سنت ہے

صحیح بخاری میں ہے

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ أَنَّهُ قَالَ: «وَمَنْ يَتَّقِي شَيْئًا مِنَ البَيْتِ؟» وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الأَرْكَانَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إِنَّهُ لاَ يُسْتَلَمُ هَذَانِ الرُّكْنَانِ، فَقَالَ: «لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ البَيْتِ مَهْجُورًا» وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا «يَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ»

أَبِي الشَّعْثَاءِ نے کہا... معاویہ طواف میں تمام ارکان کو چھوتے تھے تو ابن عباس نے ان سے کہا ان دو ارکان کو مت چھوئیں- معاویہ نے جوابا کہا بیت اللہ میں سے کچھ نہیں چھوڑا جائے گا—اور ابن زبیر اس کے تمام ارکان چھوتے

مصنف ابن ابی شیبہ 14991 میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ: لَمَّا أَنْ حَجَّ عُمَرُ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ، وَكَانَ يَعْلَى بْنُ أُمَيَّةَ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ كُلَّهَا، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: «يَا يَعْلَى مَا تَفْعَلُ؟» قَالَ: أَسْتَلِمُهَا كُلَّهَا، لِأَنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْبَيْتِ يُهْجَرُ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: «أَمَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْتَلِمْ مِنْهَا إِلَّا الْحَجَرَ» قَالَ: بَلَى، قَالَ: بِهِ بِسُوءٍ قَالَ: بَلَى

عَطَاءٍ نے کہا يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ نے کہا جب عمر نے حج کیا انہوں نے رکن کو چھوا اور يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ اس کے تمام ارکان کو چھوتے تو عمر نے کہا اے یعلی کیا کرتے ہو؟ یعلی نے کہا اس کے تمام ارکان کو چھوتا ہوں کیونکہ بیت اللہ میں سے کچھ نہیں چھوڑا جائے گا- عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس میں سے صرف حجر اسود کو چھوا تھا- یعلی نے کہا بے شک - اس میں برائی ہے ؟ عمر نے کہا بالکل

معلوم ہوا کہ اصحاب رسول میں معاویہ، ابن زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ اور تابعین میں سے بہت سے تمام ارکان کو چھوتے تھے

عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک صرف حجر اسود چھونا سنت تھا

ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب قول ہے کہ دو ارکان (الشامیان) کو نہیں چھوا جائے گا باقی دو کو چھونا سنت ہے

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک دو ارکان (الشامیان) کو نہیں چھوا جائے گا

کعبہ میں نماز پڑھی جائے تو کس رخ پر پڑھی جائے ؟

فتح مکہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے اور الیمانیان کے رخ پر نماز پڑھی یعنی حطیم کی مخالف سمت میں۔ لیکن لوگوں نے غلطی کی اور انہوں نے ستونوں کے بیچ میں نماز کا حکم کیا جس سے نماز رکن یمانی اور رکن الشامی کے درمیان ہو جاتی ہے ۔یہ غلطی اس لئے ہوئی کیونکہ روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی تھی لیکن انہوں نے غور نہیں کیا کہ کعبہ کے اندر کے ستون ضروری نہیں کہ وہی ہوں جو دور نبوی میں بھی تھے ۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے

وحَدَّثَنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ، هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَبِلَالٌ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، فَأَغْلَقُوا عَلَيْهِمْ، فَلَمَّا فَتَحُوا كُنْتُ فِي أَوَّلِ مَنْ وَلَجَ، فَلَقِيتُ بِلَالًا، فَسَأَلْتُهُ: هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، "صَلَّى بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمانیین کے درمیان دو ستون کے بیچ میں نماز پڑھی

اس کا مطلب ہے کہ یہ حطیم کی مخالف سمت تھی

کعبہ کی چابی

بعض تاریخ کی کتب میں ہے کہ عثمان بن طلحہ بن أبي طلحة بن عثمان بن عبد الدار العبدري الحجبي رضی اللہ عنہ کے پاس کعبہ کی چابی رہتی تھی ان کو حَاجِبَ کعبہ یا چوکیدار کعبہ یا حَاجِبُ البَیْتِ الحَرَامِ کہا جاتا ہے کہ فتح مکہ کے دن کعبہ کی چابی ان کو دی گئی-

یہ واقعہ طبقات ابن سعد: 2/136،137، معجم الطبرانی: (8395)،المصنف: (9073)، سیرۃ ابن ہشام 2/412،و تفسیر الطبری: 8/491،و مجمع الزوائد 6/177،وابن کثیر 1/ 515،516،وشرح المواہب 2/340،341،و لباب النقول 71 وغیرہ میں منقول ہے-

کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب از ابو عمر القرطبّی (المتوفی: 463ھ-) اور کتاب معرفۃ الصحابۃ از ابو نعیم کے مطابق عثمان رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مدینہ میں رہے اس کے مکہ میں سکونت اختیار کی اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں موت ہوئی کہا جاتا ہے اجْنَادِينَ شام میں ہوئی –

کتاب مشاہیر علماء الأمصار وإعلام فقہاء الأقطار از ابن حبان کے مطابق عثمان بن طلحہ کی وفات مدینہ میں ہی ہوئی کتاب الإصابة فی تمییز الصحابۃ از ابن حجر العسقلانی (المتوفی: 852ھ-) کے مطابق

وقد وقع في تفسير الثعلبي، بغير سند في قوله تعالى: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمانَاتِ إِلى أَهْلِها [النساء: 58]- أن عثمان المذكور إنما أسلم يوم الفتح بعد أن دفع له النبي صلى اللَّه عليه وسلّم مفتاح البيت، وهذا منكر. والمعروف أنه أسلم وهاجر مع عمرو بن العاص، وخالد بن الوليد وبذلك جزم ... ، ثم سكن المدينة إلى أن مات بها سنة اثنتين وأربعيناور تفسير الثعلبي میں بلا سند بیان ہوا ہے کہ الله کا قول إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَماناتِ إِلى أَهْلِها [النساء: 58]-

عثمان بن طلحہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کعبہ کی چابی لوٹا دی اور یہ روایت منکر ہے اور معروف ہے کہ یہ اسلام لائے اور ہجرت کی عمرو بن العاص اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے ساتھ اور اس پر جزم ہے پھر مدینہ میں سکونت کی اور وہیں سن ۴۲ ھ میں وفات ہوئی

صحیح مسلم کی روایت ہے

وحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ عَلَى نَاقَةٍ لِأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، حَتَّى أَنَاخَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ، ثُمَّ دَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ، فَقَالَ: «ائْتِنِي بِالْمِفْتَاحِ»، فَذَهَبَ إِلَى أُمِّهِ، فَأَبَتْ أَنْ تُعْطِيَهُ، فَقَالَ: وَاللهِ، لَتُعْطِينِهِ أَوْ لَيَخْرُجَنَّ هَذَا السَّيْفُ مِنْ صُلْبِي، قَالَ: فَأَعْطَتْهُ إِيَّاهُ، فَجَاءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ، فَفَتَحَ الْبَابَ

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹنی پر عام الفتح میں تشریف لائے حتی کہ اونٹنی کعبہ کے صحن میں بیٹھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ کو پکارا اور کہا چابی لاؤ پس وہ اپنی والدہ کے پاس گئے انہوں نے انکار کیا پس عثمان نے کہا اللہ کی قسم دے دیں ورنہ یہ تلوار پیٹ میں سے نکال دوں گا پس ان کی والدہ نے چابی دے دی- پس

عثمان وہ لے کر واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹے اور کعبہ کا دروازہ کھولا گیا

صحیح بخاری کے مطابق عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ بن إبي طلحة بن عثمان بن عبد الدار العبدری الحجبی مکہ میں داخلے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ ، صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لائے تھے

إخبار مكة وما جاء فيها من الأثار از الازرقی کے مطابق قرآن سورہ النساء: 58 کی آیت

أن الله يأمُرُكُمْ أن تؤَدُّوا الأمانات إلى أهلها

بے شک اللہ تم کو حکم کرتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو لوٹاؤ

اس وقت نازل ہوئی جب عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے بعض صحابہ نے زبردستی چابی لی اور عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش ظاہر کی کہ کعبہ کی چابی ان کو دی جائے

کتاب الخبار مکہ کے مطابق اس کی سند ہے

وَأَخْبَرَنِي جَدِّي، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ

اسکی سند میں دو عیب ہیں

اول اس میں سَعِيد بْنُ سَالِمٍ الْقَدَّاحُ ہے جو ضعیف ہے

دوم اس کی سند میں ابن جریج ہیں جو مجاہد سے سن کر اس روایت کو بیان کر رہے ہیں اور ان کا سماع ان سے صرف قرات کے چند الفاظ تک محدود ہے-الذھبی سیر الاعلام النبلاء میں راوی سَعِيد بْنُ سَالِمٍ الْقَدَّاحُ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں

وَقَالَ عُثْمَانُ بنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيّ: لَيْسَ بِذَاكَعُثْمَانُ بنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيّ کہتے ہیں یہ ایسا (قوی) نہیں

اس روایت کی سند میں ابن جریج بھی ہیں جو مجاہد سے اس کو روایت کر رہے ہیں

کتاب جامع التحصیل فی إحکام المراسیل از العلائی (المتوفی: 761ھ-) کے مطابق

قال بن الجنيد سألت يحيى بن معين سمع بن جريج من مجاهد قال في حرف أو حرفين في القراءة لم يسمع غير ذلك

ابن جنید کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین سے پوچھا کہ ابن جریج نے مجاہد سے سنا ہے بولے ایک دو حرف القراءۃ کے سوا کچھ نہ سنا

خود تفسیر مجاہد میں اس آیت پر کوئی تفسیر منقول نہیں ہے

تفسیر طبری میں سورہ النساء کی آیت پر ایک روایت ہے

حدثنا القاسم قال، حدثنا الحسين قال، حدثني حجاج، عن ابن جريج قوله: إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها ، قال: نزلت في عُثمان بن طلحة بن أبي طلحة، قَبض منه النبي صلى الله عليه وسلم مفاتيح الكعبة، ودخل به البيت يوم الفتح، (3) فخرج وهو يتلو هذه الآية، فدعا عثمان فدفع إليه المفتاح. قال: وقال عمر بن الخطاب لما خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يتلو هذه الآية: فداهُ أبي وأمي! ما سمعته يَتلوها قبل ذلك!

ابن جريج کہتے ہیں آیت إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها، عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے لئے نازل ہوئی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی اور کعبہ کی چابی ان کے پاس رہی اور فتح مکہ کے دن اس میں داخل ہوئے پس وہ اس سے نکلے یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے اور عثمان کو پکارا ان کو چابی لوٹا دی اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے تو یہ تلاوت کر رہے تھے پس کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اس سے قبل یہ آیت نہ سنی

یہ روایت ابن جریج کا قول ہے کسی صحابی سے منقول نہیں ہے۔ابن جریج مدلس ہیں اور اس لئے لائق التفات نہیں۔

صحیحین میں اس کے بر عکس موجود ہے کہ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔

طبری اس آیت کے سلسلے میں اور روایات بھی لکھی ہیں جن کے مطابق یہ آیت عورتوں کے حوالے سے نازل ہوئی تھی –عجیب بات ہے کہ مصنف عبد الرزاق ح ۹۰۶۵ میں ایک روایت ابن جریج سے ہے جس کے مطابق

عَبْدُ الرَّزَّاق، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ، ... أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ عَلَى بَعِيرٍ لِأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، وَأُسَامَةُ رَدِيفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ بِلَالٍ وَعُثْمَانَ بْنِ طَلْحَةَ،

رسول الله صلی الله علیہ وسلم فتح مکہ کے دن حرم میں داخل ہوئے اور ان کے ساتھ عثمان بن طلحہ تھے

یعنی عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دو قول منقول ہوئے ایک طرف تو ہے عثمان بن طلحہ کافر تھے اور چابی دینے سے انکار کرتے رہے بعض روایات میں ہے کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے اور دوسری طرف صحیحین میں ہے کہ وہ (ایمان لا چکے تھے اور) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے

اخبار مکہ از ازرقی میں ایک دوسری سند سے بھی یہ چابی والا واقعہ ہے جس کے مطابق عثمان بن طلحہ نے چابی قبضے میں لی وہ مکہ میں اسلام کی تبلیغ کرتے تھے اور چچا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی اللہ عنہ چابی حاصل کرنا چاہتے تھے سند ہے

وحَدَّثَنِي جَدِّي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِدْرِيسَ، عَنِ الْوَاقِدِيِّ، عَنْ أَشْيَاخه، اس میں واقدی ہیں جو اپنے مشائخ کا نام نہیں لیتے لہذا ضعیف ہے

کتاب المعجم الکبیر از طبرانی کے مطابق علی رضی اللہ عنہ نے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے چابی چھین لی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی اور عثمان بن طلحہ کی بحث سے کراہت کی اور عثمان کو بلا کر چابی لوٹا دی اور کہا اس کو چھپا دو

وَكَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِهَ مَقَالَتَهُ، ثُمَّ دَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ فَدَفَعَ إِلَيْهِ الْمِفْتَاحَ، وَقَالَ: غَيِّبُوهُ

اس کی سند ہے حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّبَرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ

،امام الزہری نے یہ کس سے سنا نہیں بتایا لہذا ضعیف روایت ہے۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چابی عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو دی اور کہا لَا يَنْتَزِعُهُ مِنْكُمْ إِلَّا ظَالِمٌ سے اس چابی کے لئے سوائے ظالم کوئی تنازع نہ کرے گا۔ اس کی سند ہے عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ یہ بھی کسی صحابی کا قول نہیں ہے سند میں مجہولین ہیں

علل ابن ابی حاتم میں ہے

وسألتُ أَبِي عَنْ حديث رَوَاهُ محمد ابْنِ إِسْحَاقَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جعفر بن الزُّبَير، عن عُبيدالله بن عبد الله بْنِ أَبِي ثَوْر، عَنْ صفيَّةَ ابْنَت شَيْبَة؛ قَالَتْ: إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى رسولِ الله (ص) الغَدَاةَ، وَهُوَ قائمٌ عَلَى بَابِ الْكَعْبَة، بِيده حَمامةٌ مِنْ عيدانٍ وجدَها فِي الْبيت، فكرِهها ؟قَالَ أَبِي: مَا بعدَ هَذَا الْكَلام، فَهُوَ من كَلامِ ابْنِ إِسْحَاقَ؛ قولُهُ: فلمَّا قامَ عَلَى الْبَابِ، رَمَى بِهَا، ثُمَّ جلَسَ رسولُ الله (ص) فِي الْمَسْجِد، حَتَّى فرَغَ من مقالته، فَقَامَ إِلَيْه عليُّ بْنُ أَبِي طَالِب - ومفتاحُ الْكَعْبَة فِي يَدِه - قَالَ: يَا نبيَّ اللَّه، اجمَع لنا الحجابَةَ (6) مع السقاية ، فليَكُنَّ إِلَيْنَا جَمِيعًا، فَقَالَ رسولُ اللَّه (ص) : أَيْنَ عُثْمَانُ بْنُ طَلحَةَ؟ ، فدُعي لَهُ، فَقَالَ: هَاكَ مفْتَاحَكَ، فلمَّا دخلَ رسولُ الله (ص) مكَّةَ، هَرَبَ عِكْرِمَةُ بْنُ أَبِي جَهْل، فلَحِقَ باليَمَن، فَقَدْ زَعَمَ بعضُ العلماء: أنه كان منْ أَمْر رسول الله (ص) بقَتلهقَالَ أَبِي: هَذَا كلُّه مِنْ كَلامِ ابْنِ إِسْحَاقَ، إلا ما وَصَفْنا فِي أَوَّلِ الحديثِ

.میں نے اپنے باپ سے سوال کیا اس حدیث پر جو ابن اسحاق روایت کرتا ہے ...
صفیہ رضی اللہ عنہا سے کہ ... علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ کے سامنے ہیں ان کے
ہاتھ میں کعبہ کی چابی ہے اور کہتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم (بنو
ہاشم) کو کعبہ کی چوکیداری اور پانے پلانے پر جمع کر دیں کہ یہ دونوں ہمارے
لئے ہو جائیں – پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان بن طلحہ کہاں
ہیں ؟ پس ان کو بلایا گیا ان کو رسول اللہ نے کہا یہ رہی تمہاری چابی- ---میرے
باپ ابی حاتم نے کہا یہ سب ابن اسحاق کا قول ہے

کتاب البدء والتاریخ از المطہر بن طاہر المقدسی (المتوفی: نحو 355ھ-) کے مطابق

ثم أقر رسول الله صلى الله عليه وسلم المفتاح في يدي عثمان بن طلحة والسقاية في
يدي العباس فهو في ولدهم إلى اليوم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چابی عثمان کو دی اور پانی پلانے کا کام عباس
کو اور یہ آج تک ان کی اولاد میں ہے

کتاب شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام از محمد بن إحمد بن علی، تقی الدین، إبو الطیب المکی الحسنی
الفاسی (المتوفی: 832ھ-) میں ہے

وذكر الواحدي في تفسيره "الوسيط" وكتابه "أسباب النزول" ما يقتضي أن النبي صلى الله
عليه وسلم بعث علي بن أبي طالب -رضي الله عنه- إلى عثمان بن طلحة، ليأخذ منه
مفتاح الكعبة في يوم فتح مكة، ولكن كلام والواحدي يقتضي أن عثمان -رضي الله عنه-
لم يكن حين أخذ ذلك منه مسلما، وهو يخالف ما ذكره العلماء بهذا الشأن، من أنه كان
مسلما. وفي طلب بنفسه المفتاح من عثمان -رضي الله عنه-، والله أعلم

.الواحدي نے تفسير الوسيط اور كتاب أسباب النزول میں ذکر کیا ہے کہ علی رضی
اللہ عنہ کو عثمان کے پاس بھیجنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تھا

کہ ان سے چابی حاصل کی جائے فتح مکہ کے روز لیکن الواحدی کے کلام کا مقصد ہے کہ عثمان اس وقت تک مسلمان نہ تھے اور یہ خلاف ہے اس کے جس کا علماء نے ذکر کیا ہے اس بارے میں کہ عثمان تو مسلمان تھے الله کو پتا ہے

تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی ہے سیر الاعلام از الذھبی میں ہے

أَنّ رَسُولَ الله صلى الله عليه وآله وَسَلَّمَ أَعْطَى الْمِفْتَاحَ شَيْبَةَ بْنَ عُثْمَانَ عَامَ الْفَتْحِ وَقَالَ: «دُونَكَ هَذَا فَأَنْتَ أَمِينُ اللَّهِ عَلَى بَيْتِه

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی چابی شیبہ بن عثمان کو فتح مکہ کے دن دی اور کہا اپنے پاس رکھو کیونکہ تم اللہ کے امین اس گھر پر ہو

الذھبی لکھتے ہیں

قُلْتُ: شَيْبَةُ أَسْلَمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ، فيحتمل أن النبيّ صلى الله عليه وآله وَسَلَّمَ وَلَّاهُ الْحِجَابَةَ لَمَّا اعْتَمَرَ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ مُشَارِكًا لِعُثْمَانَ هَذَا فِي الْحِجَابَةِ، فَإِنَّ شَيْبَةَ كَانَ حَاجِبَ الْكَعْبَةِ يَوْمَ قَالَ لَهُ عُمَرُ: أُرِيدُ أَنْ أُقَسِّمَ مَالَ الْكَعْبَةِ، كَمَا فِي الْبُخَارِيِّ

میں کہتا ہوں شیبہ یوم حُنَيْنٍ کو اسلام لائے پس ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چابی دی ہو جب الْجِعِرَّانَةِ سے عمرہ کیا اور ساتھ ہی عثمان کو چابی کی ذمہ داری میں شریک کیا جس روز عمر نے ان سے کہا میں چاہتا ہوں کعبہ کا مال تقسیم کر دوں

کتاب الأعلام از الزرکلی الدمشقی (المتوفى: 1396ھ) کے مطابق

شيبة بن عثمان بن أبي طلحة القرشي، من بني عبد الدار: صحابي، من أهل مكةأسلم يوم الفتح. وكان حاجب الكعبة في الجاهلية، ورث حجابتها عن آبائه، وأقره النبي صلى الله عليه وسلم على ذلك، ولا يزال بنوه حجابها إلى اليوم

شيبة بن عثمان بن أبي طلحة القرشي، بني عبد الدار میں سے ہیں صحابی ہیں اہل مکہ میں سے ہیں فتح مکہ پر ایمان لائے اور ایام جاہلیت سے ان کے پاس کعبہ کی چابی تھی اور اس کی وراثت ان کو اپنے اجداد سے ملی اور نبی صلی الله علیہ وسلم نے ان کو اس پر باقی رکھا اور اس کی کلیدبرداری سے آج تک ان کی اولاد معزول نہیں ہوئی

کتاب الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ از ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی (المتوفی: 852ھ) کے مطابق

وذكر الواقديّ أنّ النّبي صلّى اللَّه عليه وسلم أعطاه يوم الفتح لعثمان، وأن عثمان ولي الحجابة إلى أن مات، فوليها شيبة، فاستمرت في ولده.

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چابی عثمان بن طلحہ کو دی اور عثمان سے اس کی کلید بر داری عثمان بن طلحہ کی موت کے بعد شيبه بن عثمان بن أبي طلحة بن عبد اللَّه بن عبد العزّى رضی اللہ عنہ کو ملی اور شیبہ کو اس کی ولایت ملی اور یہ ان کی اولاد میں چلتی رہی انہی صحابی شیبہ بن عثمان کی بیٹی صفية بنت شيبة بن عثمان بن أبي طلحة بن عبد العزى بن عثمان بن عبد الدار، العبدرية تھیں جن کے لئے ابن اسحاق کا قول تھا کہ وہ خود کہتی تھیں کہ چابی عثمان کو دی گئی لیکن ابن ابی حاتم نے اس کو ابن اسحاق کا قول قرار دے کر رد کر دیا-
الغرض آخری خبریں (یعنی الزرکلی اور ابن حجر کی بیان کردہ) آنے تک چابی شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کو منتقل ہو چکی تھی یا صرف انہی کو دی گئی تھی - الذھبی نے سیر الاعلام میں لکھا

ہے کہ عثمان بن طلحہ بن أبي طلحة بن عثمان بن عبد الدار العبدري الحجبي رضی الله عنہ اور شيبة بن عثمان بن أبي طلحة بن عَبْد الله بنِ عَبْد العُزَّى العَبْدَرِيّ، المَكِّيّ، الحَجَبِيّ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کعبہ کی کلید بر داری میں بقول الذھبی كَانَ مُشَارِكاً لابْنِ عَمِّه عُثْمَانَ الحَجَبِيِّ فِي سَدَانَةِ بَيْتِ اللهِ تَعَالَى اپنے چچازاد عثمان الحَجَبِیّ کے شراکت دار تھے

الغرض چابی عثمان رضی اللہ عنہ سے چھینے جانے والا واقعہ صحیح سند سے نہیں۔ کسی صحابی کا اس سلسلے میں کوئی قول بھی نہیں، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرفوع حکم۔ مزید یہ کہ سورہ النساء کی آیات کا تعلق عورتوں سے متعلق ہے۔ عصر حاضر میں سیاسی مقاصد کے تحت مشہور کیا گیا ہے کہ عثمان بن طلحہ کا خاندان مسلسل چابی رکھتا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا۔ قابل غور بات ہے کہ آج یہ تک تو پتا نہیں کہ کون اصلی سید یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا ہے یا علی کے خاندان کا ہے لیکن مولویوں کی ٹیم نے عثمان بن طلحہ کا خاندان ڈھونڈھ لیا ہے

کسوہ کعبہ کی شروعات

اخبار مکہ از ازرقی میں ابن اسحاق کا قول ہے

’’مجھے بہت سے اہل علم سے یہ بات پہنچی ہے کہ سب سے پہلے جس نے کعبہ کو مکمل غلاف چڑھایا وہ تُبَّع اَسعَد الحِمیَرِی تھے۔ ان کو خواب میں نظر آیا کہ میں کعبہ کو غلاف چڑھا رہا ہوں، لہٰذا انھوں نے چمڑے کا غلاف چڑھایا، پھر انھیں خواب میں دکھائی دیا کہ اور غلاف چڑھائیں تو انھوں نے یمن کے بنے ہوئے سرخ دھاری دار کپڑے کا غلاف چڑھایا۔[1] تُبَّع کے بعد دور جاہلیت میں بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے وقت میں غلاف چڑھائے، کیونکہ اسے دینی فریضہ خیال کیا جاتا تھا۔ البتہ یہ قید نہ تھی کہ کب چڑھایا جائے اور کیسا چڑھایا جائے۔ کعبہ کو مختلف قسم کے کپڑوں کے غلاف چڑھائے جاتے رہے۔ مثلاً: چمڑے کا غلاف، مَعَافِر (یعنی یمن کے علاقے ہمدان کی بستیوں میں تیار شدہ کپڑے) کا غلاف، اسی طرح یمن سے بنے ہوئے سرخ دھاری دار کپڑے کا غلاف' ہلکے اور باریک قسم کے کپڑے کا غلاف اور یمن کے کامدار کڑھے ہوئے کپڑے کا غلاف وغیرہ۔ غلاف اوپر تلے کعبہ پر ڈال دیے جاتے تھے۔ جب زیادہ بوجھل ہو جاتے یا کوئی غلاف زیادہ پرانا ہو جاتا تو اسے تبرکاً تقسیم کر دیا جاتا یا دفن کر دیا جاتا۔ دور جاہلیت میں قریش باہمی تعاون سے غلاف تیار کرتے تھے۔ ہر قبیلے پر اس کی مالی حیثیت کے مطابق رقم مقرر کر دی جاتی۔ قُصَیّ کے دور سے یہی طریقہ کار تھا۔ حتّٰی کہ ابو ربیعہ بن مُغیرہ مخزومی کا دور آیا وہ تجارت کی غرض سے یمن آیا جایا کرتا تھا' وہ بہت مالدار تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ ایک سال میں اکیلا غلاف چڑھایا کروں گا اور ایک سال سب قریش مل کر۔ وہ اپنی وفات تک اس پر کاربند رہا، وہ یمن کے شہر جَنَد سے بہترین دھاری دار کپڑے لاتا اور غلاف تیار کرتا۔ قریش نے اسے ’’عدل‘‘ کا خطاب دیا، کیونکہ اس اکیلے نے تمام قریش کے برابر کام کیا۔ اس کی اولاد کو ’’بنو عدل‘‘ کہا جاتا ہے۔ (عربی زبان میں عدل برابری کو کہتے ہیں) سب سے پہلی عربی عورت جس نے کعبہ کو ریشم کا غلاف چڑھایا وہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ نُتَیلَہ بِنتِ جناب تھیں۔‘‘

کسوہ کعبہ پر حکمرانوں کے نام لکھنے کی بدعت

کعبہ کو یمنی چادروں سے ڈھکا جاتا تھا اس کے بعد عبد الملک بن مروان کے دور میں دیباج سے غلاف تیار کیا گیا اور بنی امیہ کے دور میں یہ دیباج کا ہی ہوتا تھا – خلیفہ المہدی نے سب سے پہلے غلاف کعبہ پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام لکھوایا- یہ سیاسی چال تھی کیونکہ ان کو اہل سنت کو خوش کرنا تھا لیکن اس کی آڑ میں انہوں نے ایک بدعت کا اجراء کر دیا-

وَقَالَ عَبْدُ اللَّه بْنُ شُعَيْبِ الْحَجَبِيّ: إنَّ الْمَهْديَّ لَمَّا جَرَّدَ الْكَعْبَةَ كَانَ فيمَا نُزِعَ عَنْهَا كسْوَةٌ من ديباج، مكتوب عليها لعبد الله أَبِي بَكْرٍ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ (السير "3/ 374

بنو عبّاس کے خلیفہ المہدی نے کعبہ کا غلاف دیباج کا بنوایا جس پر ... لکھا ہوا تھا عبد اللہ ابی بکر امیر المومنین کے لئے

کسوہ کعبہ پر آیات لکھنے کی بدعت

امام اسحاق بن راہویہ سے إسحاق بن منصور المروزی نے سوال کیا کہ

قلت: يكره أن يزين المصحف بالذهب أو يُعَشّر؟

میں نے پوچھا کیا آپ کراہت کرتے ہیں کہ مصحف کو سونے سے مزین کیا جائے

قال إسحاق: كل ذلك مكروه. لأنه محدث

اسحاق نے کہا یہ سب مکروہ ہے اور بے شک بدعت ہے

ایک طرف تو یہ احتیاط اور دوسری طرف حکمرانوں کا عمل ہے کہ پورے غلاف پر آیات اللہ لکھی جاتی ہیں اور وہ بھی سونے کے تاروں سے- کعبہ کے لکڑی کے سادہ دروازے کو سونے سے بدل دیا گیا ہے جو ایک بدعت ہے اور اسراف ہے—اس کے گرد امت کے غریب لوگ طواف کرتے ہیں کیا افراط و تفریط ہے- کعبہ کے سونے کے دروازے کا تعظیم سے تعلق نہیں اگر ایسا ہوتا تو نبی علیہ السلام نے ایسا کیا ہوتا لیکن حدیث میں اتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے فورا بعد لوگوں کو پھلانگتے ہوئے واپس حجرے میں گئے پھر تھوڑی دیر بعد واپس آئے صحابہ نے پوچھا اے رسول اللہ اس کی کیا وجہ تھی آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سونے کی ایک ڈلی تھی جس کو میں صدقہ کرنا بھول گیا تھا لہٰذا میں نے وہ جا کر صدقہ کی

کتاب تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والأعلام از الذھبی ج ۱۶ ص ۳ کے مطابق

وفيها حجّ حنبل بن إسحاق، فيما حَدَّث أبو بكر الخلّال، عن عصمة بن عصام، عنه، قال: رأيت كسْوَة البيت الدِّيباج وهي تخفُق في صحن المسجد، وقد كُتب في الدّارات: {لَيْسَ كَمِثْله شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِير} [الشورى: 11] . فلمّا قدمت أخبرت أحمدَ بنَ حنبل، فقال: قاتَلَه الله، الخبيثَ عمد إلى كتاب الله فغيّره، يعني ابن أبي دؤاد، فإنّه أمر بذلك

حنبل بن اسحاق کہتے ہیں انہوں نے عباسیوں کے دور میں کعبہ کا غلاف دیکھا جس پر سورہ الشوری کی آیت لکھی تھی لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ... اس کی خبر امام احمد کو دی تو انہوں نے کہا اللہ کی مار ہو ان پر خبیث نے جان بوجھ کر کتاب اللہ کو بدلا یعنی ابن ابی داود نے جس نے اس کا حکم دیا

سیر الاعلام النبلا میں اسی حوالے کا ذکر ہے کہ سن ۲۲۱ میں

وحج فيها حنبل ، فقال : رأيت كسوة الكعبة ، وقد كتب فيها في الدارات : ليس كمثله شيء وهو اللطيف الخبير ، فحدثت به أبا عبد الله ، فقال : قاتل الله الخبيث ، عمد إلى كلام الله ، فغيره عنى ابن أبي داود .

اس کے مطابق ابن ابی داود نے آیت میں تحریف کی اور سمیع بصیر کے الفاظ ہٹا دے کیونکہ معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالی کے لئے ذی روح مخلوق کی صفتوں میں سے سننا دیکھنا لگانا جائز نہیں تھا- بحر الحال غلاف کعبہ پر آیات اللہ لکھنے کا اور خلفاء کے نام لکھنے کا آغاز عباسی دور میں ہوا

کسوہ کعبہ تبدیل کرنے کا دن

ایام جاہلیت سے یہ رسم چلی آ رہی تھی کہ کعبہ کا کسوہ دس محرم کو تبدیل کیا جاتا تھا—اس کا ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

كان يومٌ عاشوراءَ تصومُه قريشٌ في الجاهلية، وكان رسولُ الله صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يصومُه، فلما قَدِمَ المدينةَ صامه وأمَر بصيامه، فلما فُرِضَ رمضانُ ترك يومَ عاشوراء، فمَن شاء صامه ومَن شاء تركَه .(صحيح البخاري:2002)

ترجمہ: قریش کے لوگ دورِ جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ روزہ رکھتے تھے۔ پھر جب آپ مدینہ تشریف لے آئے تو تب بھی عاشوراء کا روزہ رکھتے اور صحابہ کرام کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا آپ نے حکم دے رکھا تھا۔ البتہ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشوراء کی فرضیت ختم ہو گئی۔ لہٰذا اب جو چاہے یہ روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

کسی حدیث میں اس تاریخ کو بدلنے کا ذکر نہیں آیا لہٰذا اسی دن کسوہ بدلنا سنت ہے۔ افسوس آجکل اس کو محرم میں کیا جاتا ہے۔

پرانے کسوہ کا کیا کیا جائے ؟

آجکل کسوہ کو دنیا کے بادشاہوں و حکومتوں میں بانٹ دیا جاتا ہے جبکہ دور اصحاب رسول میں اس کو امت کے غرباء میں بانٹ دیا جاتا تھا۔ اخبار مکہ کی روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

فَإِنَّ ثِيَابَ الْكَعْبَةِ إِذَا نُزِعَتْ عَنْهَا لَا يَضُرُّهَا مَنْ لَبِسَهَا مِنَ حَائِضٍ أَوْ جُنُبٍ، وَلَكِنْ بِعْهَا، وَاجْعَلْ ثَمَنَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ

کعبہ کا کسوہ جب اتار لیا جائے تو کوئی نقصان نہیں کہ اس کو حائضہ پہنتی ہے یا جنبی ۔ لیکن کو بیچا جائے گا اور اس کی قیمت کو مسکین اور مسافر کو سبیل اللہ میں دی جائے گی

قرانی آیات لکھ کر حکمرانوں نے اس ثواب سے اپنے آپ کو محروم کر دیا

شاہ فہد نے سن ۱۹۸۳ میں کعبہ کے دروازہ کا کسوہ اقوام متحدہ کو تحفتا دیا

کعبہ میں پیدا ہونے والے

دو افراد کا نام تاریخ میں ملتا ہے کہ ان کی پیدائش کعبہ میں ہوئی- سب سے پہلے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اور دوسرے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں

صحیح مسلم بَابُ الصِّدْقِ فِي الْبَيْعِ وَالْبَيَانِ کی روایت ہے

حَدَّثَنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ، يُحَدِّثُ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ، قَالَ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ: "وُلِدَ حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ، وَعَاشَ مِائَةً وَعِشْرِينَ سَنَةً"

امام مسلم کہتے ہیں حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ ابن خویلد رضی اللہ تعالی عنہ (المتوفی ۵۴ھ) کعبہ کے پیٹ (بیچوں بیچ) میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰ سال زندہ رہے

ان کی والدہ کا نام فَاخِتَةَ ابْنَةَ زُهَيْرِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى ہے-حَكِيمُ بْنُ حِزَامِ ابن خویلد رضی اللہ تعالی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں– ابن کثیر کے مطابق واقعہ الفیل سے ۱۳ سال پہلے ان کی پیدائش ہوئی الذھبی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں إِنَّهُ وُلد فی جوف الكعبة یہ کعبہ کے پیٹ میں پیدا ہوئے عام الفتح پر ایمان لائے لیکن قبل نبوت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست رہے تھے

مستدرک الحاکم میں ہے

سَمِعْتُ أَبَا الْفَضْلِ الْحَسَنَ بْنَ يَعْقُوبَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا أَحْمَدَ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الْوَهَّابِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ غَنَّامٍ الْعَامِرِيَّ، يَقُولُ: «وُلِدَ حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ، دَخَلَتْ أُمُّهُ الْكَعْبَةَ فَمَخَضَتْ فِيهَا فَوَلَدَتْ فِي الْبَيْتِ

عَلِيّ بْنَ غَنَّامٍ الْعَامِرِيّ کہتے ہیں حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ رضی اللہ تعالی عنہ کعبہ کے پیٹ (بیچوں بیچ) میں پیدا ہوئے ان کی ماں کعبہ میں داخل ہوئی کہ ان کو درد ہوا اور حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ کی کعبہ میں پیدائش ہوئی

یہی بات الزبیر بن بکّار، ابن مندہ نے بھی کہی ہے- ان کی والدہ زیارت کی غرض سے گئیں کہ درد ہوا اور کعبہ میں داخل ہو گئیں جو ایک اتفاقیہ امر تھا-

مستدرک میں امام حاکم لکھتے ہیں

فَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارِ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَسَدٍ وَلَدَتْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ «كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ

پس تواتر سے خبر ملی ہے کہ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَسَدٍ نے امیر المومنین علی بن ابی طالب کو کعبہ میں جنم دیا

شاہ ولی اللہ نے کتاب إزالة الخفاء میں ذکر کیا ہے کہ متواتر روایات سے معلوم ہے کہ علی کعبہ میں پیدا ہوئے

کتاب أخبار مكة في قديم الدهر وحديثه از أبو عبد الله الفاكهي (المتوفى: 272هـ) کے مطابق عَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ کہتے ہیں کہ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ کہتے ہیں

وَأَوَّلُ مَنْ وُلِدَ فِي الْكَعْبَةِ: حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ .....وَأَوَّلُ مَنْ وُلِدَ فِي الْكَعْبَةِ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ: عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

کعبہ میں جو سب سے پہلے پیدا ہوا وہ حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ ہیں اور بنو ہاشم میں سب سے پہلے عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ پیدا ہوئے

کتاب تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف از محمد بن إحمد بن الضیاء ابن الضیاء (المتوفی: 854ھ) کے مطابق

وَقيل: ولد عَليّ بن أبي طَالب فِي جوف الْكَعْبَة. وَهَذَا ضَعِيف عِنْد الْعلمَاء كَمَا قَالَه النَّوَوِيّ فِي " تَهْذِيب الْأَسْمَاء

اور کہا جاتا ہے کہ عَلیّ بن إبِي طَالب کعبہ کے پیٹ میں پیدا ہوئے لیکن یہ قول علماء کے نزدیک ضعیف ہے جیسا کہ النووی نے تَهْذِيب الْأَسْمَاء میں کہا ہے

النووی کہتے ہیں

ولد حكيم فى جوف الكعبة، ولا يُعرف أحد ولد فيها غيره، وأما ما روى أن على بن أبى طالب، رضى الله عنه، ولد فيها، فضعيف عند العلماء.

حکیم کعبہ کے پیٹ میں پیدا ہوئے اور ہم یہ بات کسی اور کے لئے نہیں جانتے اور یہ جو علی بن ابي طالب کے لئے روایت کیا جاتا ہے کہ وہ اس میں پیدا ہوئے تو یہ علماء کے نزدیک ضعیف ہے

کتاب إكمال تهذيب الكمال فی إسماء الرجال از مغلطای (المتوفی: 762ھ) کے مطابق

وذكر أبو الفرج بن الجوزي في كتابه «مثير العزم الساكن إلى أشرف الأماكن»:
وقول من قال: إن علي بن أبي طالب ولد في جوف الكعبة ليس بصحيح، لم يولد فيها غير حكيم.

اور ابوالفرج بن الجوزی نے کتاب مثیر العزم الساکن إلی إشرف الأماکن میں ذکر کیا ہے کہ کہنے والے کا قول کہ علی بن ابی طالب کعبہ کے پیٹ میں پیدا ہوئے صحیح نہیں ہے اس میں سوائے حکیم کے کوئی اور پیدا نہیں ہوا

کعبہ میں پیدائش ہمارے نزدیک کوئی منقبت نہیں بلکہ تاریخ کے مطابق "ہبل" فی جوف الکعبۃ کعبہ کے بیچ میں ھبل کا بت تھا (تاریخ دمشق، طبری وغیرہ) اس کے سامنے کسی کا جنم ہونا اور اس کو عظمت سمجھنا عقل سے بالا ہے

شیعہ کتب میں واقعہ بیان کیا جاتا ہے

سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں یزید بن قعنب کو یہ کہتے سنا کہ میں عباس بن عبد المطلب اور بنی عبد العزیٰ کے کچھ لوگوں کے ساتھ خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک فاطمہ بن اسد (مادر علی علیہ السلام) خانہ کعبہ کی طرف آئیں۔ وہ نو ماہ کے حمل سے تھیں اور ان کے درد زہ ہو رہا تھا۔ انھوں نے اپنے ہاتھوں کو دعا کے لیے اٹھایا اور کہا کہ اے اللہ! میں تجھ پر، تیرے نبیوں پر اور تیری طرف سے نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان رکھتی ہوں۔ میں اپنے جد ابراہیم علیہ السلام کی باتوں کی تصدیق کرتی ہوں اور یہ بھی تصدیق کرتی ہوں کہ اس مقدس گھر کی بنیاد انھوں نے ہی رکھی ہے۔ بس اس گھر کی بنیاد رکھنے والے کے واسطے سے

اور اس بچے کے واسطے سے جو میرے شکم میں ہے، میرے لئے اس پیدائش کے مرحلہ کو آسان فرما۔ یزید بن قعنب کہتا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ خانہ کعبہ میں پشت کی طرف درار پیدا ہوئی۔ فاطمہ بن اسد اس میں داخل ہو کر ہماری نظروں سے چھپ گئیں اور دیوار پھر سے آپس میں مل گئی۔ ہم نے اس واقعہ کی حقیقت جاننے کے لے لے خانہ کعبہ کا تالا کھولنا چاہا، مگر وہ نہ کھل سکا، تب ہم نے سمجھا کہ یہ امر الٰہی ہے۔ چار دن کے بعد فاطمہ بنت اسد علی کو گود میں لئے ہوئے خانہ کعبہ سے باہر آئیں اور کہا کہ مجھے پچھلی تمام عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ کیونکہ آسیہ بن مزاحم (فرعون کی بیوی) نے اللہ کی عبادت وہاں چھپ کر کی جہاں اسے پسند نہیں ہے (مگر یہ کہ ایسی جگہ صرف مجبوری کی حالت میں عبادت کی جائے۔) مریم بنت عمران (مادر عیسیٰ علیہ السلام) نے کھجور کے پیڑ کو ہلایا تا کہ اس سے تازی کھجوریں کھا سکے۔ لیکن میں وہ ہوں جو بیت اللہ میں داخل ہوئی اور جنت کے پھل اور کھانے کھائے۔ جب میں نے باہر آنا چاہا تا ہاتف نے مجھ سے کہا کہ اے فاطمہ! آپ نے اس بچے کا نام علی رکھنا۔ کیونکہ وہ علی ہے اور خدائے علی و اعلیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے، اسے اپنے احترام سے احترام دیا ہے اور اپنے علم غیب سے آگاہ کیا ہے۔ یہ بچہ وہ ہے جو میرے گھر سے بتوں کو باہر نکالے گا، میرے گھر کی چھت سے آذان کہے گا اور میری تقدیس و تمجید کرے گا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس سے محبت کرتے ہوئے اس کی اطاعت کریں اور بد بخت ہیں وہ لوگ جو اس سے دشمنی رکھیں اور گناہ کریں۔

اس کی سند ہے

بشارة المصطفیٰ – محمد بن علی الطبری – ص 26–27

أخبرنا الرئيس الزاهد العابد العالم أبو محمد الحسن بن الحسين بن الحسن

في الري سنة عشرة وخمسمائة ، عن عمه محمد بن الحسن ، عن أبيه الحسن بن الحسين ، عن عمه الشيخ السعيد أبي جعفر محمد بن علي بن الحسين بن بابويه قال : حدثني علي بن أحمد بن موسى الدقاق ، قال : حدثنا محمد بن جعفر الأسدي ، قال : حدثنا موسى بن عمران ، عن الحسين بن يزيد ، عن محمد بن سنان ، عن المفضل بن عمر ، عن ثابت بن دينار ، عن سعيد بن جبير ، قال : قال يزيد بن قعنب :

كنت جالسا مع العباس بن عبد المطلب وفريق من عبد العزى بإزاء بيت

الله الحرام ، إذ أقبلت فاطمة بنت أسد أم أمير المؤمنين ، وكانت حاملا به لتسعة

أشهر ، وقد أخذها الطلق ، فقالت : رب إني مؤمنة بك وبما جاء من عندك من رسل

وكتب ، وإني مصدقة بكلام جدي إبراهيم الخليل ، وأنه بنى بيتك العتيق ، فبحق

الذي بنى هذا البيت ، وبحق المولود الذي في بطني لما يسرت علي ولادتي .

قال يزيد بن قعنب : فرأينا البيت قد انفتح عن ظهره ودخلت فاطمة وغابت

عن أبصارنا فيه والتزق الحائط ، فرمنا أن ينفتح لنا قفل الباب ، فلم ينفتح ، فعلمنا ان

ذلك أمر من الله عز وجل ، ثم خرجت بعد الرابع وبيدها أمير المؤمنين علي (عليه السلام) .

فقالت : إني فضلت على من تقدمني من النساء لأن آسية بنت مزاحم عبدت

الله عز وجل سرا في موضع لا يحب أن يعبد الله فيه إلا اضطرارا ، وان مريم بنت

عمران هزت النخلة اليابسة بيدها حتى أكلت منها رطبا جنيا ، واني دخلت بيت الله

: الحرام فأكلت من ثمار الجنة وأرزاقها ، فلما أردت أن أخرج هتف بي هاتف

يا فاطمة ! سميه عليا ، فهو علي ، والله العلي الأعلى يقول : إني شققت اسمه من

اسمي وأدبته بأدبي ووقفته على غامض علمي ، وهو الذي يكسر الأصنام في بيتي

وهو الذي يؤذن فوق ظهر بيتي ويقدسني ويمجدني ، فطوبى لمن أحبه وأطاعه ،

وويل لمن أبغضه وعصاه

كتاب الأمالي - الشيخ الصدوق - ص ١٩٤ پر بهی اس کی سند میں مجهول شخص ہے

حدثنا علي بن أحمد بن موسى الدقاق (رحمه الله) ، قال : حدثنا محمد

ابن جعفر الأسدي ، قال : حدثنا موسى بن عمران ، عن الحسين بن يزيد ، عن محمد بن

سنان ، عن المفضل بن عمر ، عن ثابت بن دينار ، عن سعيد بن جبير ، قال : قال يزيد بن قعنب

یزید بن قعنب مجھول ہے جس کا ذکر نہ شیعہ کتب رجال میں ہے نہ اہل سنت کی کتب میں۔ کتاب المفید من معجم رجال الحدیث از محمد الجواہری میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن اسی مجھول راوی کی سند سے صدوق اور طوسی نے اس کو لکھا ہے جس کا ترجمہ تک کتب رجال شیعہ میں نہیں ملتا۔

شیعہ کتاب علی (علیہ السلام) من المھدإلی اللحد از سید محمد کاظم القزويني میں ہے کہ شیعہ کتاب انوار نعمانیہ از نعمت اللہ جزائری میں سندا روایت ہے

في كتاب الأنوار النعمانيه عن كتاب المناقب مسنداً إلى صعصعة بن صوحان قال: أنت أفضل أم عيسى بن مريم؟ قال علي: عيسى كانت أمه في بيت المقدس فلما جاء وقت ولادتها سمعت قائلاً يقول: أخرجي، هذا بيت العبادة لا بيت الولادة، وأنا أمي فاطمة بنت أسد لما قرب وضع حملها كانت في الحرم فانشق حائط الكعبة وسمعت قائلاً يقول: أدخلي فدخلت في وسط البيت، وأنا ولدت فيه، وليس لأحد هذه الفضيلة، لا قبلي ولا بعدي

صعصعۃ بن صوحان نے علی سے پوچھا آپ افضل ہیں یا عیسیٰ ابن مریم؟ علی نے کہا ان کی ماں بیت المقدس میں تھیں جب ولادت کا وقت آیا تو ایک کہنے والے نے کہا اس عبادت کے گھر سے نکل جاؤ یہ عبادت گاہ ہے جائے پیدائش نہیں ہے اور میری ماں فاطمہ بیت اسد ہیں جب ان کا حمل نکلنے کا وقت آیا وہ حرم میں تھیں کعبہ کی دیوار پھٹ گئی اور کہنے والے کو سنا اس بیت اللہ میں داخل ہو اور کے وسط میں جاؤ اور میرا جنم وہاں ہوا اور کسی کی یہ فضیلت نہیں نہ مجھ سے پہلے نہ بعد میں

راقم نے کتاب انوار نعمانیہ دیکھی تو اس میں بھی سند نہیں تھی

وفي كتاب المناقب مسنداً إلى صعصعة بن صوحان أنّه دخل على أمير المؤمنين عليه السلام لمّا ضرب فقال: يا أمير المؤمنين: أنت أفضل أم آدم أبو البشر؟

اس کے مطابق اس کی سند کتاب المناقب میں ہے اور مناقب پر شیعہ کتب کو دیکھا تو وہاں بھی سند نہیں تھی

شیعہ عالم سید ابن طاؤوس علی بن موسی (متوفی 664) نے کتاب الیقین باختصاص مولانا علی علیہ السلام بإمرة المؤمنین، ص 191 پر لکھا ہے کہ

[الباب فيما نذكره من تسمية مولانا علي ع بأمير المؤمنين] رأيت ذلك و رويته من كتاب مولد مولانا علي عليه السلام بالبيت تأليف أبي جعفر محمد بن بابويه قد رواه عن رجال الجمهور فلذلك أذكره و أقتصر على المراد منه.فَقَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِسْحَاقَ الطَّالَقَانِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَطَا قَالَ حَدَّثَنَا شَاذَانُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ص عَنْ مِيلَادِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع فَقَالَ آه آه لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ خَيْرِ مَوْلُودٍ بَعْدِي عَلَى سُنَّةِ الْمَسِيحِ عليه السلام.

اس باب میں ہم ذکر کریں گے کہ امام علی کو، امیر المؤمنین کیوں کہا جاتا ہے۔ میں نے اس روایت کو شیخ صدوق کی کتاب مولد مولانا علی (ع) بالبیت میں دیکھا اور نقل کیا ہے۔ اس کو جمہور رجال سے روایت کیا گیا ہے لہٰذا میں اس کا اختصار کر رہا ہوں اور سند ہے

حدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِسْحَاقَ الطَّالَقَانِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَطَا قَالَ حَدَّثَنَا شَاذَانُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ

اور جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِیُّ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ سے امام علی ولادت کے بارے میں سوال کیا تو، رسول اللہ نے فرمایا کہ: آہ آہ تم نے میرے بعد افضل ترین پیدا ہونے والے انسان کے بارے میں مجھ سے سوال کیا ہے کہ وہ عیسی کے طریقے پر اس دنیا میں آیا تھا، یعنی اسکی ولادت کا طریقہ، عیسی کی طرح فقط اسی کے ساتھ خاص ہے۔

یہ سند منقطع ہے۔اسی کتاب میں دوسرے مقام پر اس کی سند ہے

قال أخبرنا الشيخ الإمام البارع الناقد قطب الدين شيخ الإسلام أبو العلاء الحسن بن أحمد بن الحسن العطار الهمداني قدس الله روحه إجازة قال حدثنا الإمام ركن الدين أحمد بن محمد بن إسماعيل الفارسي قال حدثنا فاروق الخطابي قال حدثنا حجاج بن منهال عن الحسن بن عمران القسري عن شاذان بن العلاء حدثنا عبد العزيز بن عبد الصمد عن مسلم بن خالد المكي عن أبي الزبير عن جابر بن عبد الله الأنصاري رضي

الله عنه قال سألت رسول الله ص عن ميلاد علي بن أبي طالب ع فقال آه آه لقد سألت يا جابر عن خير مولود في شبه المسيح

یہاں سند ہے مسلم بن خالد المكي عن أبي الزبير عن جابر بن عبد الله **ہے یعنی ابو زبیر مدلس کا عنعنہ ہے اور دونوں سندوں میں شاذان بن العلاء ہے جو اہل سنت و اہل تشیع میں مجہول الحال ہے**

شیعہ کتاب الفضائل، ص 54 الی 56 از شاذان بن جبرئیل بن إسماعیل، ابو الفضل القمّی (متوفي 660ھـ)، ناشر: منشورات المطبعۃ الحیدریۃ ومكتبتها – النجف میں اس روایت پر اور تفصیل ہے

أَخْبَرَنَا الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْعَالِمُ الْوَرِعُ النَّاقِلُ ضِيَاءُ الدِّينِ شَيْخُ الْإِسْلَامِ أَبُو الْعَلَاءِ الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ يَحْيَى الْعَطَّارُ الْهَمَدَانِيُّ ره فِي هَمَدَانَ فِي مَسْجِدِهِ فِي الثَّانِي وَ الْعِشْرِينَ مِنْ شَعْبَانَ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَ ثَلَاثِينَ وَ سِتِّمِائَةٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْإِمَامُ رُكْنُ الدِّينِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْفَارِسِيُّ قَالَ حَدَّثَنا عُمَرُ بْنُ رَوْقٍ الْخَطَّابِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عِمْرَانَ عَنْ شَاذَانَ بْنِ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ عَنْ سَالِمٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ السَّرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ص عَنْ مِيلَادِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع فَقَالَ آهْ آهْ سَأَلْتَ عَجَباً يَا جَابِرُ عَنْ خَيْرِ مَوْلُودٍ وُلِدَ بَعْدِي عَلَى سُنَّةِ الْمَسِيحِ ... كَانَ رَجُلٌ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ وَ كَانَ زَاهِداً عَابِداً يُقَالُ لَهُ الْمُثْرِمُ بْنُ زَغِيبِ الشَّيْقُبَانُ وَ كَانَ مِنْ أَحَدِ الْعُبَّادِ ... ثُمَّ قَالَ أَبْشِرْ يَا هَذَا [يعني اباطالب] فَإِنَّ الْعَلِيَّ الْأَعْلَى أَلْهَمَنِي إِلْهَاماً فِيهِ بِشَارَتُكَ فَقَالَ أَبُو طَالِبٍ وَ مَا هُوَ قَالَ وَلَدٌ يُولَدُ مِنْ ظَهْرِكَ هُوَ

وَلِيُّ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ إِمَامُ الْمُتَّقِينَ وَ وَصِيُّ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ... قَالَ أَبُو طَالِبٍ إِنِّي لَا أَعْلَمُ حَقِيقَةَ مَا تَقُولُ إِلَّا بِبُرْهَانٍ مُبِينٍ وَ دَلَالَةٍ وَاضِحَةٍ قَالَ الْمُثْرِمُ مَا تُرِيدُ قَالَ أُرِيدُ أَنْ أَعْلَمَ مَا تَقُولُهُ حَقٌّ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ أَلْهَمَكَ ذَلِكَ قَالَ فَمَا تُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ لَكَ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يُطْعِمَكَ فِي مَكَانِكَ هَذَاقَالَ أَبُو طَالِبٍ أُرِيدُ طَعَاماً مِنَ الْجَنَّةِ فِي وَقْتِي هَذَا قَالَ فَدَعَا الرَّاهِبُ رَبَّهُ قَالَ جَابِرٌ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص فَمَا اسْتَتَمَّ الْمُثْرِمُ دُعَاءَهُ حَتَّى أُوتِيَ بِطَبَقٍ عَلَيْهِ فَاكِهَةٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَ عِذْقُ رُطَبٍ وَ عِنَبٍ وَ رُمَّانٍ فَجَاءَ بِهِ الْمُثْرِمُ إِلَى أَبِي طَالِبٍ فَتَنَاوَلَ مِنْهُ رُمَّانَةً ثُمَّ نَهَضَ مِنْ سَاعَتِهِ إِلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ أَسَدٍ رض فَلَمَّا اسْتَوْدَعَهَا النُّورَ ارْتَجَّتِ الْأَرْضُ وَ تَزَلْزَلَتْ بِهِمْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ حَتَّى أَصَابَ قُرَيْشاً مِنْ ذَلِكَ شِدَّةٌ فَفَزِعُوا ...ثُمَّ صَعِدَ أَبُو طَالِبٍ الْجَبَلَ وَ قَالَ لَهُمْ أَيُّهَا النَّاسُ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى عَزَّ وَ جَلَّ قَدْ أَحْدَثَ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ حَادِثاً وَ خَلَقَ فِيهَا خَلْقاً ... فَبَكَى وَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَ قَالَ إِلَهِي وَ سَيِّدِي أَسْأَلُكَ بِالْمُحَمَّدِيَّةِ الْمَحْمُودَةِ وَ الْعَلَوِيَّةِ الْعَالِيَةِ وَ الْفَاطِمِيَّةِ الْبَيْضَاءِ إِلَّا تَفَضَّلْتَ عَلَى تِهَامَةَ بِالرَّأْفَةِ وَ الرَّحْمَةِ قَالَ جَابِرٌ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص فَوَ اللَّهِ الَّذِي خَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَأَ النَّسَمَةَ قَدْ كَانَتِ الْعَرَبُ تَكْتُبُ هَذِهِ الْكَلِمَاتِ فَيَدْعُونَ بِهَا عِنْدَ شَدَائِدِهِمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَ هِيَ لَا تَعْلَمُهَا وَ لَا تَعْرِفُ حَقِيقَتَهَا حَتَّى وُلِدَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ع فَلَمَّا كَانَ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا ع أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ وَ تَضَاعَفَتِ النُّجُومُ فَأَبْصَرَتْ مِنْ ذَلِكَ عَجَباً فَصَاحَ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ وَ قَالُوا إِنَّهُ قَدْ حَدَثَ فِي السَّمَاءِ حَادِثٌ أَ لَا تَرَوْنَ إِشْرَاقَ السَّمَاءِ وَ ضِيَاءَهَا وَ تَضَاعُفَ النُّجُومِ بِهَا قَالَ فَخَرَجَ أَبُو طَالِبٍ وَ هُوَ يَتَخَلَّلُ سِكَكَ مَكَّةَ وَ مَوَاقِعَهَا وَ أَسْوَاقَهَا وَ هُوَ يَقُولُ لَهُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وُلِدَ اللَّيْلَةَ فِي الْكَعْبَةِ حُجَّةُ اللَّهِ تَعَالَى وَ وَلِيُّ اللَّهِ

جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے امام علی کی ولادت کے بارے میں سوال کیا تو رسول اللہ نے فرمایا کہ : آہ آہ تم نے میرے بعد افضل ترین پیدا ہونے والے انسان کے بارے میں مجھ سے سوال کیا ہے کہ وہ عیسی کے طریقے پر اس دنیا میں آیا تھا ......، اس زمانے میں ایک عابد و زاہد انسان تھا کہ اسکو مثرم کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس نے کہا کہ اے ابو طالب تم کو خوشخبری ہو کہ اللہ تعالی نے مجھے ایسا الہام کیا ہے کہ جس میں تمہارے لیے خوشخبری ہے۔ ابو طالب نے کہا کہ : وہ خوشخبری کیا ہے ؟ مثرم نے کہا کہ : آپ سے ایک ایسا بیٹا پیدا ہو گا کہ جو ولی اللہ امام المتقین اور رسول اللہ کا خلیفہ و جانشین ہو گا ......، ابو طالب نے کہا کہ : کیا تمہارے پاس اس بات پر کوئی واضح دلیل موجود ہے ؟ مثرم نے کہا کہ : آپ مجھ سے کیا چاہتے ہو ؟ ابو طالب نے کہا کہ میں بس یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو، وہ حقیقت ہے یا نہیں، اور کیا واقعی طور تم کو اللہ نے الہام کیا ہے یا نہ ؟ مثرم نے کہا کہ : کیا چاہتے ہو کہ میں اللہ سے کہوں کہ تم کو یہاں پر کھانا کھلائے ؟ ابو طالب نے کہا کہ : میں جنتی کھانا چاہتا ہوں۔ اس پر مثرم نے اللہ سے طلب کیا۔ جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ : رسول اللہ نے فرمایا کہ : ابھی اسکی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایک طشت حاضر ہوا کہ جس میں جنتی میوے، کھجور، انگور اور انار تھے۔ مثرم نے اس طشت کو ابو طالب کے لیے لایا تو اس نے ان میں سے ایک انار کو کھایا۔ پھر ابو طالب وہاں سے اٹھ کر فاطمہ بنت اسد کے پاس چلے گئے۔ جب علی کا نور فاطمہ بنت اسد کی رحم میں منتقل ہوا تو، زمین لرز اٹھی اور یہ لرزہ سات دن تک جاری رہا، یہاں تک کہ قریش اس لرزے سے خطرے کا احساس کرنے لگے ......، اسکے بعد ابو طالب ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور کہا : اے لوگو جان لو کہ اللہ نے آج کی رات ایک عجیب حادثہ ایجاد کیا ہے اور ایک نئی مخلوق کو خلق فرمایا ہے ......، پھر ابو طالب نے گریہ کرنا شروع کیا اور پھر ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کی : اے اللہ میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ مقام محمدی کے حق کا واسطہ دے کر اور

مقام علوی کا واسطہ کہ جو بلند مرتبہ ہے اور شان فاطمی کا یہ جو بہت نورانی ہے، کہ سرزمین مکہ پر اپنی رحمت کر نازل فرما۔ جابر کہتا ہے کہ : رسول اللہ نے فرمایا کہ : اس اللہ کی قسم کہ جس نے دانے اور انسان کو خلق کیا ہے، عربوں نے ابو طالب کے ان جملوں کو لکھ لیا تھا اور جاہلیت کے زمانے میں سختیوں اور مشکلات میں ان جملات کے ساتھ اللہ کو پکارا کرتے تھے، حالانکہ وہ ان کلمات کے معنی اور حقیقت کو نہیں جانتے تھے، یہاں تک کہ علی ابن ابی طالب کی ولادت واقع ہو گئی۔ جس رات کو وہ پیدا ہوئے، زمین پر ایک نور پھیل گیا اور ایسا لگتا تھا کہ آسمان پر ستاروں کی تعداد دو برابر ہو گئی ہے۔ یہ دیکھ کر سب حیران ہو گئے، بعض نے بلند آواز سے کہنا شروع کر دیا کہ آسمان پر کوئی حادثہ رونما ہوا ہے، کیا تم لوگ آسمان کے نور کو اور ستاروں کی تعداد کے زیادہ ہونے کو نہیں دیکھ رہے ہو ؟ اس وقت ابو طالب باہر آئے اس حالت میں کہ شہر مکہ کی سڑکوں اور گلیوں میں چلتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ : اے لوگو! آج رات کعبہ میں حجت اللہ اور ولی اللہ کی ولادت واقع ہوئی ہے

سند میں میں شاذان بن العلاء ہے جو اہل سنت و اہل تشیع میں مجہول الحال ہے

شیعہ کتاب کتاب نوادر المعجزات، ص 32 از شیعہ محقق محمد بن جریر بن رستم (متوفی قرن 5) میں ہے

حدثنا أبو التحف علي بن محمد بن إبراهيم المصري قال [حدثني] الأشعث بن مرة عن المثنى بن سعيد عن هلال بن كيسان الكوفي الجزار عن الطيب الفواخري عن عبد الله بن سلمة الفتحي عن شقادة بن الاصيد العطار البغدادي قال [حدثني] عبد المنعم بن الطيب عن العلا بن وهب بن قيس عن الوزير أبي محمد [بن] سايلويه رضي الله عنه فإنه كان من أصحاب أمير المؤمنين عليه السلام [العارفين وروى جماعتهم] عن ابن حريز عن أبي الفتح المغازلي عن

أبي جعفر ميثم التمار قال: كنت بين يدي مولاي أمير المؤمنين عليه السلام إذ دخل علينا من الباب رجل مشذب عليه قباء أدكن ... وقال: أيكم المجتبى في الشجاعة أيكم المولود في الحرم ... فقال أمير المؤمنين عليه السلام: أنا يا سعد ... بن الفضل بن الربيع بن مدركة

میثم تمار کہتا ہے کہ: میں ایک دن کوفہ میں امیر المؤمنین (ع) کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک بلند قد شخص وہاں پر آیا اور کہا: تم میں سے کون شجاعت میں مشہور انسان ہے۔ تم میں سے کون ایسا ہے کہ جو حرم میں پیدا ہوا؟ یہ سن کر علی (ع) نے سر کو بلند کیا اور کہا کہ اے سعید ابن فضل ابن ربیع ابن مدرکۃ جو کچھ تم نے ذکر کیا ہے، وہ میں ہوں

سند میں ایک نہیں متعدد مجہولین ہیں جن کا تذکرہ تک کتب رجال شیعہ میں نہیں ہے مثلا العلا بن وهب بن قيس ، أبي الفتح المغازلي وغیرہ-امالی از طوسی میں پیدائش علی کا قصہ تین سندوں سے ہے

(42) مجلس يوم الجمعة الرابع والعشرين من ذي القعدة سنة سبع وخمسين وأربع مائة فيه أحاديث ابن شاذان القمي، وابن الصلت الأهوازي.

بسم الله الرحمن الرحيم 1511 / 1 - حدثنا الشيخ أبو جعفر محمد بن الحسن بن علي بن الحسن الطوسي (رضي الله عنه)، قال: أخبرنا أبو الحسن محمد بن أحمد بن الحسن بن شاذان، قال: حدثني أحمد بن محمد بن أيوب، قال: حدثنا عمر بن الحسن القاضي، قال:

حدثنا عبد الله بن محمد، قال: حدثني أبو حبيبة، قال: حدثني سفيان بن عيينة، عن الزهري، عن عائشة.

قال محمد بن أحمد بن شاذان: وحدثني سهل بن أحمد، قال: حدثنا أحمد ابن عمر الربيعي، قال: حدثنا زكريا بن يحيى، قال: حدثنا أبو داود، قال: حدثنا شعبة، عن قتادة، عن أنس بن مالك، عن العباس بن عبد المطلب.

قال ابن شاذان: وحدثني إبراهيم بن علي، باسناده عن أبي عبد الله جعفر بن محمد (عليهما السلام)، عن آبائه (عليهم السلام)، قال: كان العباس بن عبد المطلب ويزيد بن قعنب جالسين ما بين فريق بني هاشم إلى فريق عبد العزى بإزاء بيت الله الحرام، إذ أتت فاطمة بنت أسد بن هاشم أم أمير المؤمنين (عليه السلام)، وكانت حاملة بأمير

پہلی سند میں ابو حبیبہ ہے جو سفیان بن عُيَيْنَةَ سے روایت کر رہا ہے یہ ابو حبیبہ مجهول الحال ہے- دوسری کی سند میں إحمد ابن عمر الربيعي مجهول الحال ہے - تیسری سند میں بااسنادہ کہہ کر سند کا عیب چھپا دیا گیا ہے، ساتھ ہی یزید بن قعنب مجهول الحال ہے

دیوار کعبہ میں شیعوں کو ایک شگاف بھی نظر آ گیا ہے لیکن کیا کعبہ کی تعمیر مشرکین کے زمانے سے لے کر آج تک نہیں ہوئی؟ کعبہ کو ابن زبیر کے دور میں جمادی الاآخرۃ ٦٤ ھ میں گرایا گیا اور دوبارہ بنایا گیا جس میں حطیم کو اس میں شامل کر دیا گیا اس کے بعد مخالفین نے ابن زبیر کو قتل کرنے کے لئے کعبہ پر پتھر برسائے کیونکہ ابن زبیر نے اپنے اپ کو اس میں بند کر لیا تھا کعبہ ٹوٹا اور دوبارہ تعمیر ہوا (تعجيل المنفعة ص-453) جس میں حطیم کو واپس نکال دیا گیا مزید دیکھئے : شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام از محمد بن إحمد بن علي، تقي الدين، إبو الطيب المكي الحسني الفاسي

ایک اور واقعہ ابن المغازلي، علي بن محمد، (متوفي 483هـ)، مناقب إمير المؤمنين علي بن إبي طالب رضي الله عنه، ج 1 ص 26 میں بیان کیا گیا ہے جو اوپر واقعہ سے الگ ہے - اس قصے کے مطابق کعبہ میں کوئی شگاف نہ ہوا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ بنت اسد کو خود کعبہ لے گئے اور وہاں پیدائش ہوئی

أخبرنا أبو طاهر محمد بن علي بن محمد البيع قال أخبرنا أبو عبد الله أحمد بن محمد بن عبد الله بن خالد الكاتب قال حدثنا أحمد بن جعفر بن محمد بن سلم الختلي قال: حدثني عمر بن أحمد بن روح حدثني أبو طاهر يحيى بن الحسن العلوي قال: حدثني محمد بن سعيد الدارمي حدثنا موسى بن جعفر، عن أبيه، عن محمد بن علي عن أبيه علي بن الحسين قال: كنت جالساً مع أبي ونحن زائرون قبر جدنا عليه السلام، وهناك نسوان كثيرة إذ أقبلت امرأة منهن فقلت لها: من أنت يرحمك الله؟ قالت: أنا زيدة بنت قريبة بن العجلان من بني ساعدة. فقلت لها: فهل عندك شيئاً تحدثينا؟ فقالت: إي والله حدثتني

أمي أم العارة بنت عبادة بن نضلة بن مالك بن عجلان الساعدي أنها كانت ذات يوم في نساءٍ من العرب إذ أقبل أبو طالب كئيباً حزيناً فقلت له: ما شأنك يا أبا طالب؟ قال: إن فاطمة بنت أسد في شدة المخاض ثم وضع يديه على وجهه فبينا هو كذلك إذ أقبل محمد صلى الله عليه وسلم فقال له: ما شأنك يا عم؟ فقال: إن فاطمة بنت أسد تشتكي المخاض فأخذ بيده وجاء وهي معه فجاء بها إلى الكعبة فأجلسها في الكعبة ثم قال: اجلسي على اسم الله قال: فطلقت طلقة فولدت غلاماً مسروراً نظيفاً منظفاً لم أر كحسن وجهه فسماه أبو طالب علياً وحمله النبي صلى الله عليه وسلم حتى أداه إلى منزلها. قال علي بن الحسين عليهم السلام: فوالله ما سمعت بشيء قط إلا وهذا أحسن منه.

اِم العارۃ بنت عبادۃ بن نضلۃ بن مالک بن عجلان الساعدی سے روایت ہے کہ ایک دن وہ عربی عورتوں کے ساتھ تھیں کہ ابو طالب سامنے آگئے - انہوں نے نوٹ کیا کہ ابو طالب حالت غم میں تھے تو انہوں نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ ابو طالب نے کہا کہ فاطمہ بنت اسد دردزہ میں مبتلا ہیں۔ ابھی ہم وہیں تھیں کہ محمد صلی علیہ وسلم نے ابو طالب سے پوچھا کیا ہوا چچا؟ ابو طالب نے کہا فاطمہ بنت اسد کو درد ہے- پس ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں اور فاطمہ بنت اسد کو کعبہ لے آئے اور وہاں بیٹھ گئے۔ پھر فاطمہ سے فرمایا اللہ کے نام کے ساتھ یہاں بیٹھ جاؤ۔ پھر فاطمہ نے کعبہ میں ایک ہنستے مسکراتے، صاف ستھرے اور خوب صورت بچے کو جنم دیا، اور میں نے اس سے پہلے ایسا حسین بچہ نہیں دیکھا تھا۔ پس ابو طالب نے اس کا نام علی رکھ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اٹھا کر ان کے گھر لے گئے

اس واقعہ کے مطابق ام العارہ کو تمام خبر ہوئی وہ ساتھ ساتھ چچا بھتیجے کی باتیں سنتی رہیں - اِم العارۃ بنت عبادۃ بن نضلۃ بن مالک بن عجلان الساعدی مجہول الحال ہیں

کعبه زحل کی عبادت گاہ ہے ؟

کعبہ کے گرد طواف کو زحل کے گرد دائروں سے علم نجوم والے ملاتے ہیں- شیعہ کتاب رسائل المرتضی جلد ۳ ص ۱۴۵ از الشریف المرتضی میں ہے

وزعم بعض الناس أن بيت الله الحرام كان بيت زحل

بعض لوگوں نے دعوی کیا ہے کہ بیت اللہ یہ بیت زحل ہے

مستدرک سفینۃ البحار از علی النمازی اور بحار الانوار / جزء 26 / صفحۃ [112] از ملا باقر مجلسی، الخصال از الصدوق

إبي جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی المتوفی 381 ہجری میں ہے

حدثنا محمد بن موسى بن المتوكل رضي الله عنه قال : حدثنا علي بن الحسين السعد آبادي ، عن أحمد بن أبي عبد الله البرقي ، عن أبيه ، وغيره ، عن محمد بن سليمان الصنعاني (1) ، عن إبراهيم بن الفضل ، عن أبان بن تغلب قال: كنت عند أبي عبد الله (عليه السلام) إذ دخل عليه رجل من أهل اليمن فسلم عليه فرد أبو عبد الله (عليه السلام) فقال له: مرحبا يا سعد، فقال له الرجل: بهذا الاسم سمتني امي، وما أقل من يعرفني به، فقال أبو عبد الله (عليه السلام): صدقت يا سعد المولى. فقال الرجل: جعلت فداك، بهذا كنت القب، فقال أبو عبد الله (عليه السلام): لا خير في اللقب إن الله تبارك وتعالى يقول في كتابه: " ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الايمان " (1) ما صناعتك يا سعد ؟ فقال: جعلت فداك إنا أهل بيت ننظر في النجوم لا يقال: إن باليمن أحدا أعلم بالنجوم منا. فقال أبو عبد الله (عليه السلام): كم ضوء المشترى على ضوء القمر درجة ؟ فقال اليماني: لا أدري، فقال أبو عبد الله (عليه السلام): صدقت، كم ضوء المشتري على ضوء عطارد درجة ؟ فقال اليماني: لا أدري، فقال له أبو عبد الله (عليه السلام): صدقت، فما اسم النجم الذي إذا طلع هاجت الابل ؟ فقال اليماني: لا أدري، فقال له أبو عبد الله (عليه السلام): صدقت، فما اسم النجم الذي إذا طلع هاجت البقر ؟ فقال اليماني: لا أدري، فقال له أبو عبد الله (عليه السلام) صدقت، فما اسم النجم الذي إذا طلع هاجت الكلاب ؟ فقال اليماني: لا أدري. فقال له أبو عبد الله (عليه السلام). صدقت في قولك: لاأدري، فما زحل عندكم في النجم ؟ فقال اليماني: نجم نحس، فقال أبو عبد الله (عليه السلام): لا

تقل هذا فانه نجم أمير المؤمنين صلوات الله عليه فهو نجم الاوصياء عليهم السلام وهو النجم الثاقب الذي قال الله في كتابه (2). فقال اليماني: فما معنى الثاقب ؟ فقال: إن مطلعه في السماء السابعة فإنه ثقب بضوئه حتى أضاء في السماء الدنيا فمن ثم سماه الله النجم الثاقب، ثم قال: يا أخا العرب عندكم عالم ؟ قال اليماني: نعم جعلت فداك إن باليمن قوما ليسوا كأحد من الناس في علمهم. فقال أبو عبد الله (عليه السلام): وما يبلغ من علم عالمهم ؟ قال اليماني إن عالمهم ليزجر الطير ويقفو الاثر في ساعة واحدة مسيرة شهر للراكب المحث (3)، فقال أبو عبد الله (عليه السلام): فان عالم المدينة أعلم من عالم اليمن، قال اليماني: وما يبلغ من علم عالم المدينة ؟ قال: إن علم عالم المدينة ينتهي إلى أن يقفوا الاثر ولا يزجر الطير ويعلم ما في اللحظة الواحدة مسيرة الشمس تقطع اثني عشر برجا واثني عشر برا واثني عشر بحرا واثني عشر عالما، فقال له اليماني: ما ظننت أن أحدا يعلم هذا وما يدرى ما كنهه قال: ثم قام اليماني ،

اِبان بن تغلب نے کہا میں امام ابو عبداللہ جعفر کے ساتھ تھاجب یمن کے کچھ لوگ آئے وہ ان کے پاس گئے سلام کیا اور امام نے جواب دیا مرحبا اے سعد-اس یمنی شخص نے کہا یہ نام مجھ کو میری ماں نے دیا ہے لیکن کچھ ہی لوگ اس بات سے واقف ہیں—امام نے فرمایا اے سعد المولی سچ کہا—وہ شخص بولا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نے مجھے لقب بھی دے دیا—امام نے فرمایا القاب میں خیر نہیں ہے اللہ تعالی نے کتاب اللہ میں کہا ہے کہ برے القاب دینے سے پرہیز کرو فسق میں نام کرنا سب سے برا کام ہے—تجھے کیا کام ہے اے سعد؟ وہ بولا ہم فدا ہوں: ہم اہل بیت ستاروں کو دیکھتے ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا ہم یمنییوں میں نجوم کو سب سے زیادہ دیکھتے ہیں—امام بولے یہ مشتری کی روشنی کا درجہ چاند کی روشنی پر کتنا ہے؟ یمنی بولا معلوم نہیں—امام نے فرمایا تو سچ بولا، یہ مشتری کی روشنی و چمک عطارد کے مقابلے میں کس درجہ پر ہے؟ یمنی بولا معلوم نہیں—امام نے فرمایا تو نے سچ کہا—پھر امام نے پوچھا وہ کون سا ستارہ ہے جو جب طلوع ہوتا ہے تو اونٹ و اونٹنی جماع کرتے ہیں؟ یمنی بولا معلوم نہیں—امام نے فرمایا تو نے سچ کہا—امام نے پوچھا وہ کون سا ستارہ ہے جو جب طلوع ہوتا ہے تو گائے و بیل جماع کرتے ہیں؟

یمنی بولا معلوم نہیں—امام نے فرمایا تو نے سچ کہا

وہ کون سا ستارہ ہے جو جب طلوع ہوتا ہے تو کتے جماع کرتے ہیں؟

یمنی بولا معلوم نہیں —امام نے فرمایا تو نے سچ کہا

امام نے پوچھا: یہ زحل تیرے نزدیک کیا ہے؟

یمنی بولا ایک بد بختی لانے والا ستارہ ہے

امام نے فرمایا ایسامت بولو یہ تو امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کا ستارہ ہے یہ الاوصیاء کا ستارہ ہے اور یہی نجم ثاقب ہے جس کا ذکر اللہ تعالی نے کتاب اللہ (سورہ الطارق) میں کیا ہے

یمنی بولا: الثاقب سے کیا مراد ہے؟ امام نے فرمایا یہ ساتویں آسمان میں طلوع ہوتا ہے اور اس سے آسمان دنیا روشن ہو جاتا ہے

اسی بنا پر اللہ نے اس کا نام نجم الثاقب رکھا ہے

امام نے پوچھا کہ اے عرب بھائیوں کیا تم میں کوئی عالم بھی ہے؟

یمنی بولا جی ہاں، ہم فدا ہوں، یمن میں ایک قوم ہے جن سے بڑھ کر کسی قوم کا علم نہیں ہے

امام نے فرمایا مدینہ کا عالم تو یمن کے عالم سے بڑھ کر ہے

یمنی بولا یمنییوں کے عالم تو پرندہ کی اڑان سے، اور اثر کے نشان سے گزرے ہونے مسافر تک کی خبر کر دیتے ہیں جس کو ایک ماہ ہوا ہو اور اس مقام سے گزرا ہو

امام نے فرمایا مدینہ کے عالم کا علم تو یہاں تک جاتا ہے کہ پرندہ کی اڑان دیکھنے والا یمنی عالم تک اس کی حد تک نہیں جا سکتا—مدینہ کا عالم تو ایک لمحہ میں جان لیتا ہے کہ سورج نے کن بارہ ستاروں کو پار کیا، کن بارہ صحراؤں کو پار کیا، کن بارہ سمندروں کو پار کیا، کن بارہ عالموں کو پار کیا

یمنی بولا میں فدا ہوں میں نہیں سمجھتا کہ کوئی اس قدر جان سکا ہے اور مجھے نہیں معلوم یہ سب کیا ہے

پھر وہ یمنی اٹھا اور چلا گیا

نوٹ راوی محمد بن سلیمان الصنعانی پر کوئی تعدیل و جرح شیعہ کتب میں نہیں ملیں لہذا یہ مجہول ہوا

اسی طرح راوی إبراهيم بن الفضل پر کتاب إصحاب الامام الصادق (ع) —عبد الحسين الشبستري میں لکھا ہے

إبو اسحاق ابراهيم بن الفضل الهاشمي، المدني. محدث مجهول الحال

اس روایت میں علی رضی اللہ عنہ کا ستارہ (یعنی سیارہ) زحل بتایا گیا ہے اور علی بقول شیعہ غالییوں کے کعبہ میں پیدا ہوئے جو بعض عربوں کے نزدیک بیت زحل تھا۔ زحل کا تعلق موسموں سے بھی جوڑا گیا ہے۔ شیعہ کتاب بحار الانوار از مجلسی میں ہے

الكافي: عن علي بن إبراهيم، عن أبيه، عن ابن محبوب، عن مالك بن عطية، عن سليمان بن خالد، قال: سألت أبا عبد الله عليه السلام عن الحر والبرد ممن (2) يكونان ؟ فقال لي: يا أبا أيوب، إن المريخ كوكب حار وزحل كوكب بارد فإذا بدأ المريخ في الارتفاع انحط زحل، وذلك في الربيع، فلا يزالان كذلك كلما ارتفع المريخ درجة انحط زحل درجة ثلاثة أشهر حتى ينتهي المريخ في الارتفاع وينتهي زحل في الهبوط، فيجلوا المريخ فلذلك يشتد الحر، فإذا كان في آخر الصيف وأوان (3) الخريف بدأ زحل في الارتفاع وبدأ المريخ في الهبوط، فلا يزالان كذلك كلما ارتفع زحل درجة انحط المريخ درجة حتى ينتهي

المريخ في الهبوط وينتهي زحل في الارتفاع، فيجلو زحل وذلك في أول (4) الشتاء وآخر الصيف (5) فلذلك يشتد البرد، وكلما ارتفع هذا هبط هذا وكلما هبط هذا ارتفع هذا، فإذا كان في الصيف يوم بارد فالفعل في ذلك للقمر، وإذا كان في الشتاء يوم حار فالفعل في ذلك للشمس، هذا تقدير العزيز العليم، وأنا عبد رب العالمين)

الکافی میں ہے عن علی بن إبراهيم، عن إبيه، عن ابن محبوب، عن مالك بن عطية کی سند سے ہے کہ سلیمان بن خالد نے امام جعفر سے سوال کیا کہ سردی و گرمی کیوں ہوتی ہے؟ امام نے فرمایا اے ابو ایوب مریخ یہ گرمی کا ستارہ ہے اور زحل یہ سردی کا ستارہ ہے —پس جب مریخ زحل کے انحطط پر طلوع ہونا شروع ہوتا ہے تو موسم بہار اتا ہے یہ کیفیت ختم نہیں ہوتی یہاں تک کہ تین ماہ رہتی ہے حتی کہ مریخ الارتقاع و بلند ہوتا ہے اور زحل کا ہبوط و نیچے جانا ختم ہو جاتا ہے پس مریخ سرخ ہوتا ہے پس یہ گرمی کی شدت ہوتی ہے پھر جب گرمیاں ختم ہوتی ہیں اور موسم سرما شروع ہوتی ہے تو سردی کی شدت ہوتی ہے پس ایک کا ارتقاع ہوتا ہے تو دوسرے کا ہبوط ہوتا ہے اور جب ایک کا ہبوط ہوتا ہے تو دوسرے کا ارتقاع ہوتا ہے —پس جب گرمی میں اگر سردی ہو جائے تو یہ چاند کی بنا پر ہوتی ہے اور سردیوں میں اگر گرم دن آ جائے تو یہ سورج کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ سب اللہ تعالی کی تدبیر ہے جو عزیز و علیم ہے اور میں عبد رب العالمین ہوں

شیعہ کتاب وسائل الشیعۃ از محمد بن الحسن الحر العاملی (1033–1104ھ-). میں ہے

وعن علي بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن جميل بن صالح ، عمن أخبره ، عن أبي عبدالله (عليه السلام) قال : سئل عن النجوم ؟ قال : ما يعلمها إلا أهل بيت من العرب وأهل بيت من الهند

امام جعفر نے فرمایا جب کسی نے علم نجوم پر سوال کیا کہ عرب میں اہل بیت سب سے بڑھ کر علم نجوم کو جانتے ہیں اور ہندوستان میں اہل بیت اس کو جانتے ہیں

معلوم نہیں کہ راوی کا ہندوستان کے اہل بیت سے کیا مراد تھی- بہر حال ان روایات کو یہاں پیش کیا گیا ہے کہ قرن دوم میں علی اور سیارہ زحل کو اپس میں ملا یا گیا ہے –ہندوؤں میں زحل کو شنی دیو کہا جاتا ہے جو نحوست کا دیوتا ہے -اسلامی شیعی لٹریچر میں علی کو زحل سے ملایا گیا ہے اور زحل کو خوش بختی کہا گیا ہے-راقم سمجھتا ہے کہ راوی یزید بن قعنب اور ابراہیم بن الفضل دونوں کسی شیعی فرقے کے تھے جو غالی تھے –یہ علم نجوم کے دلدادہ اور سیارہ زحل کے اثر کو ماننے والے تھے جن کے مطابق روح زحل کعبہ میں داخل ہو کر علی کی شکل میں مجسم ہو گئی[5]

---

[5]

شیعہ تفسیر تفسير علي بن إبراهيم میں ہے
والطارق الذي يطرق الأئمة من عند الله مما يحدث بالليل والنهار، وهو الروح الذي مع الأئمة يسددهم
الطارق وہ ہے جو ائمہ کے ساتھ چلتا ہے اللہ کی طرف سے جو دن و رات میں ہوتا ہے اور یہ ایک روح ہے جو ائمہ کے ساتھ ہے ان کی مدد گار

زحل سے شیعہ راوی متاثر تھے کہ ایک بصری عمر بن عبدالعزيز البصري أبو حفص بن ابي بشار، المعروف بزحل نے اپنا لقب ہی زحل رکھا ہوا تھا

اختيار معرفة الرجال میں ہے کہ یہ لقب سیارہ زحل پر لیا گیا تھا

زحل عمر بن عبدالعزيز عمربن عبدالعزيز بن أبي بشار بفتح الموحدة وتشديد المعجمة، لقبه زحل بضم الزاي وفتح المهملة واللام، على اسم سابع السيارات، وكنيته أبوحفص
زحل کا تذکرہ بعد میں شیعی مسلم فلکیات دانوں بو علی سینا اور الفارابی کی کتب میں بھی ملتا ہے جس میں افلاک کو علی و فاطمہ سے ملایا گیا ہے

الشهرستاني (المتوفى: 548هـ) نے کتاب الملل و النحل میں الروحانیات کے نام سے ایک دین کا ذکر کیا ہے جو یونانی و عرب مشرکوں میں مروج تھا – یہ عناصر کی اور اجرام فلکی میں سات کی پوجا کرتے اور ان کے ہیکل تعمیر کرتے تھے – ان میں اور حنفاء عرب میں اختلاف تھا – دونوں اگرچہ بت پرستی کے خلاف تھے لیکن حنفاء کے نزدیک روحانیت والے بھی گمراہ تھے اور مشرکین عرب بھی

حطیم میں قبریں ہیں ؟

کتاب الثقات از ابن حبان میں ہے

سَعِيدُ بْنُ حَرْبٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ سَمِعت بن الزُّبَيْرِ وَهُوَ يَقْلَعُ قَوَاعِدَ الْبَيْتِ فَأَتَى على تُرْبَةٍ صَفْرَاءَ عِنْدَ الْحَطِيمِ فَقَالَ وَارُوهَا فَإِنَّ هَذَا قبر إِسْمَاعِيل روى عَنهُ بن أَخِيهِ الْمُنْذِرُ بْنُ ثَعْلَبَةَ بْنِ حَرْبٍ الْعَبْدِيُّ مِنْ حَدِيثِ الْمَرْاوَزَةِ

الروحانيات والوں کے نزدیک تمام اجرام فلکی کے اندر روح ہے اور ہر وہ چیز جو آسمان سے زمین پر آئے اس میں بھی روح ہے یہاں تک کہ بارش ، قوس قزح، بجلی کی کڑک ، برق ، ملکی وے وغیرہ تک کے لئے یہ ہیکل بناتے تھے - یہ هرمس: شيث، وإدريس عليهما السلام کے وجود کے قائل تھے - روحانیت والے اگرچہ بت نہیں تراشتے تھے لیکن اجرام و عناصر کے لیے ہیکل بناتے تھے

الشهرستاني نے ان کا شمار عبدة الكواكب ستارہ پرستوں میں کیا ہے - ان کے نزدیک جسم انسانی بھی ہیکل کی مانند ہے کہ وكأن أعضاءنا السبعة هياكله ہمارے أعضاء سات ہیکل ہیں یا جسم انسانی ایک ٹیمپل ہے جس میں آسمانی ستارہ کی روح اتی ہے

الصابئة بھی اسی قسم کے کسی عقیدے پر تھے الشهرستاني نے ذکر کیا کہ ان کے نزدیک وهيكل زحل مسدس، وهيكل المشتري مثلث، وهيكل المريخ مربع مستطيل، وهيكل الشمس مربع، وهيكل الزهرة مثلث في جوف مربع، وهيكل عطارد مثلث في جوفه مربع مستطيل، وهيكل القمر مثمن.

زحل کا ہیکل مسدس ہو گا یعنی چھ دیوار والا
مشتری کا تین دیوار والا مثلث
مریخ کا مستطیل
سورج کا چوکور
زہرہ کا بیچ میں مثلث لیکن نیچے سے مربع
عطارد کا بیچ میں مثلث اور مربع و مستطیل ہو گا
چاند کا ہیکل آٹھ دیوار والا ہو گا

۱۲۱/۱۔ **حضرت سعید بن حرب سے روایت ہے کہ میں اس وقت حاضر تھا جب حضرت عبد اللہ بن زبیر ﷺ حضرت ابراہیم ﷺ کی بنیادوں پر کعبہ کی تعمیر نو کر رہے تھے۔ جب وہ حطیم کے پاس ایک زرد رنگ کے پتھر (قطعۂ ارضی) تک پہنچے تو انہوں نے فرمایا: یہ حضرت اسماعیل ﷺ کی قبر ہے۔ پھر انہوں نے اسے ڈھانپ دیا۔**

اسے امام ابن حبان اور ابن اسحاق نے مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

سند میں سَعِيدُ بْنُ حَرْبٍ الْعَبْدِيُّ مجہول ہے

اخبار مکہ از ازرقی میں ہے

حَدَّثَنِي مَهْدِيُّ بْنُ أَبِي الْمَهْدِيِّ، عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ هُرْمُزَ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ، مَوْلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: " شَهِدْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ [ص:215] احْتَفَرَ فِي الْحِجْرِ، فَأَصَابَ أَسَاسَ الْبَيْتِ حِجَارَةً حُمْرٌ كَأَنَّهَا الْخَلَايِقُ، تُحَرِّكُ الْحَجَرَ فَيَهْتَزُّ لَهُ الْبَيْتُ، فَأَصَابَ فِي الْحِجْرِ مِنَ الْبَيْتِ سِتَّةَ أَذْرُعٍ وَشِبْرًا، وَأَصَابَ فِيهِ مَوْضِعَ قَبْرٍ، " فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: هَذَا قَبْرُ إِسْمَاعِيلَ. فَجَمَعَ قُرَيْشًا، ثُمَّ قَالَ لَهُمُ اشْهَدُوا، ثُمَّ بَنَى

۱۲۲/۲۔ **صفوان بن عبد اللہ الجمحی بیان کرتے ہیں:** جب حضرت عبد اللہ بن زبیر ﷺ نے حطیم کو کھودا تو اس میں ایک مقام پر سبز رنگ کے پتھر کے ریزے پائے، انہوں نے قریش سے اس کے بارے میں پوچھا، تو قریش میں سے کسی ایسے شخص کو نہ پایا جو اس کے بارے میں جانتا تھا، پھر انہوں نے میرے والد کو بلا بھیجا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا، اُنہوں نے آپ کو بتایا: یہ حضرت اسماعیل ﷺ کی قبر مبارک ہے، اِسے نہ چھیڑیں، لہٰذا اُنہوں نے اُسے ویسے ہی رہنے دیا۔

سند میں عبد اللہ بن مسلم بن ہرمز المکی ضعیف ہے-احمد کا قول ہے ضعیف الحدیث، لیس بشيء-الساجی عنہ: لیس بشيء.

المعارف از ابن قتیبہ میں ہے

.وعاش إسماعيل مائة وسبعا وثلاثين سنة، ودفن في الحجر، وفيه دفنت أمه هاجر

یہ قول بلا سند ہے

بہت سی مقطوع و معضل سندوں سے یہ اقوال بھی ہیں

٤/١٢٤. قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: وَكَانَ عُمْرُ إِسْمَاعِيلَ فِيمَا يَذْكُرُوْنَ مِائَةَ سَنَةٍ وثَلَاثِينَ سَنَةً، ثُمَّ مَاتَ رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْهِ وَدُفِنَ فِي الْحِجْرِ مَعَ أُمِّهِ هَاجَرَ رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالَى.

٥/١٢٥. قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَبَلَغَنِي عَنْ كَعْبٍ أَنَّهُ قَالَ: قَبْرُ إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَا بَيْنَ زَمْزَمَ وَالرُّكْنِ وَالْمَقَامِ.

رَوَاهُ الْفَاكِهِيُّ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ.

٦/١٢٦. وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: دُفِنَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ فِي الْحِجْرِ. وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: لَمَّا تُوُفِّيَ إِسْمَاعِيْلُ دُفِنَ فِي الْحِجْرِ مَعَ أُمِّهِ.

رَوَاهُ الْأَزْرَقِيُّ.

٧/١٢٧. عَنِ الْكَلْبِيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ: فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَبْرَانِ، قَبْرُ إِسْمَاعِيلَ وَشُعَيْبٌ، فَقَبْرُ إِسْمَاعِيْلَ فِي الْحِجْرِ مُقَابِلَ الرُّكْنِ الْأَسْوَدِ.

۴/۱۲۴۔ **ابن اسحاق نے کہا ہے:** حضرت اسماعیل ﷺ کی عمر جیسا کہ (ائمہ اور سلف صالحین) بیان کرتے ہیں ایک سو تیس سال تھی، پھر آپ - پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکات ہوں- فوت ہوئے اور اپنی والدہ محترمہ ہاجرہ ﷺ کے پہلو میں حطیم کعبہ کے اندر مدفون ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے۔

۵/۱۲۵۔ **ابن جریج نے کہا ہے:** مجھے یہ بات کعب سے پہنچی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت اسماعیل ﷺ کی قبر زمزم، رکن اور مقام کی درمیانی جگہ پر ہے۔

اسے امام فاکہی اور عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔

۶/۱۲۶۔ **اور ابن جریج نے کہا ہے:** حضرت اسماعیل ﷺ کی والدہ ماجدہ حطیم میں دفن کی گئی تھیں، اور ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب حضرت اسماعیل ﷺ کی وفات ہوئی تو وہ بھی اپنی والدہ محترمہ کے پہلو میں حطیم کعبہ میں مدفون ہوئے۔

اسے امام ازرقی نے بیان کیا ہے

۷/۱۲۷۔ **امام کلبی، ابو صالح سے اور وہ حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ سے روایت کرتے ہیں،** انہوں نے کہا: مسجد حرام میں دو قبریں (نہایت معروف) حضرت اسماعیل اور حضرت شعیب ﷺ کی جن میں سے حضرت اسماعیل ﷺ کی قبر حطیم میں حجر اسود کی مقابل سمت میں ہے۔

حجر اسود کالا ہے ؟

ظاہر ہے جس بیت اللہ کی وجہ سے تخلیق زمین و آسمان کے دن سے یہ پابندی لگ گئی کہ چار ماہ حرمت والے ہوں گے اس کی تعمیر یقینا انسانوں کے لئے ضروری تھی جو آدم علیہ السلام نے کی - اس کے لئے جنت سے ایک پتھر حجر زمین پر گرا جس سے اس مقام کا پتا چلا-

اس حجر کو الرکن بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کو ایک کنارہ میں نصب کیا گیا تھا بعض روایات کے مطابق نبوت سے پانچ سال قبل کعبہ میں آگ لگی اور اس کا ایک حصہ جل گیا اور اس کی تعمیر کی گئی – حجر اسود کا رنگ ایام جاہلیت تک میں کالا نہ تھا-

حجر اسود کے ٹوٹے ٹکڑے کالے مواد کے اندر ثبت ہیں (تصویر جنید اکرم صاحب کی پیش کردہ ہے)

https://www.youtube.com/watch?v=PEmZrzowEkk

کتاب الآحاد والمثاني از ابو بكر بن أبي عاصم المتوفى 287ھ کے مطابق

حَدَّثَنَا سَمَوَيْهُ، نا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، نا الْهُذَيْلُ بْنُ بِلَالٍ، نا الْقَاسِمُ بْنُ أَبِي بَزَّةَ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ أَبِيهِ، أَوْ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: " رَأَيْتُ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَشَدَّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ وَكَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا ذَبَحُوا لَطَّخُوهُ بِالْفَرْثِ وَالدَّمِ

أَبِي الطُّفَيْلِ اپنے باپ سے یا دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حجر اسود کو ایام جاہلیت میں دیکھا برف جیسا سفید تھا اور اہل جاہلیہ ذبح کرنے کے بعد اس پر آنتیں اور خون لیپتے تھے

کتاب اخبار المکہ از الأَزْرَقِيّ کے مطابق مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ کہتے ہیں کہ انکی والدہ نے کہا

كَانَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ قَبْلَ الْحَرِيقِ مِثْلَ لَوْنِ الْمَقَامِ فَلَمَّا احْتَرَقَ اسْوَدَّ

انہوں نے کہا حجر اسود کا رنگ کعبہ جلنے سے پہلے، مقام ابراہیم جیسا تھا پس جب کعبہ جلا تو یہ کالا ہو گیا

کعبہ ایام جاہلیت میں جلا تھا بعد میں دور عبد الملک میں جلا جس میں ابن زبیر کی شہادت بھی ہوئی- روایات کے مطابق ایک ڈوبی ہوئی رومی کشتی کی لکڑی سے جو حبشہ جا رہی تھی لیکن جدہ کے ساحل پر آ لگی اور مسافروں کو عربوں نے بچایا (مصنف عبد الرزاق) کعبہ کی چھت بنائی گئی -لہذا اس کو نبوت سے پانچ سال پہلے بنایا گیا جس میں یہ جھگڑا پیدا ہوا کہ کعبہ میں حجر الاسود کہاں نصب ہو گا؟ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حکمت سے حرم میں قتل و غارت گری روک دی اور اہم قبائل کے سرداروں نے چادر کے حصے پکڑے جس پر حجر الاسود کو رکھا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کعبہ میں نصب کیا- اس حکایت کو البیہقی نے شعب الایمان (3– 436) میں ذکر کیا ہے[6] اور مسند احمد میں بھی اس طرح کی ایک روایت ہے- بخاری مسلم میں

---

[6] یہ واقعہ کتاب دلائل النبوہ از بیہقی میں ہے

وَأَخْبَرَنَا أَبُو نَصْرِ بْنُ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ السَّرَّاجُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو شُعَيْبٍ الْحرانِيّ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَص سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ سماك بْنِ حَرْبٍ، عَنْ خَالد بْنِ عُرْعُرَةَ، عَنْ عَلِيّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، بِمَعْنَاهُ زَادَ: قَالَ: فَمَرَّ عَلَيْهِ الدَّهْر فَانْهَدَمَ، فَبنتْهُ الْعَمَالقَةُ قَالَ: فَمَرّ عَلَيْهِ الدَّهْر، فَانْهَدَم، فَبَنتْهُ جُرْهُمُ، فَمَرّ عَلَيه الدَّهْر، فَبَنَتْهُ قُرَيْشٌ، وَرَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ يَوْمئذ رَجُلٌ شَابٌّ، فَلَمَّا أَرَادُوا أَنْ يَرْفَعُوا الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ اخْتَصَمُوا فيه، فَقَالُوا: نُحَكِّمُ بَيْنَنَا أَوَّلَ رَجُل يَخْرُجُ منْ هَذه السِّكَّة، فَكَانَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ مَنْ خَرج عَلَيْهِمْ فَقَضَى بَيْنَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي مِرطٍ، ثُمَّ تَرْفَعُهُ جَمِيعُ الْقَبَائِلِ كُلُّهُمْ

خَالد بْنِ عُرْعُرَةَ نے عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سے روایت کیا کعبہ پر ایک مدت گزری پھر یہ مَنہدم ہو گیا پھر عمالقہ نے اسَ کی تعمیر کی پھر ایک مدت گزری منہدم ہوا پھر جرہم نے اس کی تعمیر کی پھر مدت گزری منہدم ہوا اس کو قریش نے تعمیر کیا رسول الله صلی الله علیہ وسلم ان دنوں جوان تھے پس جب عربوں نے حجر اسود کو اٹھایا تو ان میں جھگڑا ہوا پس فیصلہ انہوں نے کیا کہ جو پہلا شخص (تنگ راستہ یا) گلی سے نکلے گا وہ کرے پس وہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم تھے جو نکلے تھے- رسول الله نے حکم کیا کہ چادر لاو پھر تمام قبائل نے اس کو مل کر اٹھایا

اسی سند سے دوسرے متن میں ہے
فَاتَّفَقُوا أَنْ يَضعَهُ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلِ منْ هَذَا الْبَابِ، فَدَخَلَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ منْ بَابِ بَنِي شَيْبَةَ، فَأَمَرَ بِثَوْبِ فَوُضِعَ الْحجَر فِي وَسَطه، وَأَمَرَ كُلَّ فَخذِ أَنْ يَأْخُذُوا بِطَائفَةِ منَ الثَّوْبِ فَيَرْفَعُوهُ، وَأَخَذَهُ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّم، فَوَضَعَهُ
ان کا اتفاق ہوا کَہ جو اس دروازَے سے داخل ہوا وہ کرے گا پس رسول اللہ باب بنی شیبہ سے داخل ہوئے

یعنی مقابلہ ہوا کہ کون کسی تنگ گلی یا دروازے سے گزر سکتا ہے یا ڈور کا مقابلہ ہوا – اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیتے اغلبا تیز دوڑ کا مقابلہ ہوا ہو گا

اس کی سند مضبوط نہیں ہے – سند میں سماک بن حرب ہے جو میرے نزدیک تاریخ میں قابل قبول ہے حدیث میں مضبوط نہیں
چونکہ یہ واقعہ تاریخ کا ہے اس کو لیا جا سکتا ہے

میں نے حجر اسود سے متعلق ایک واقعہ نقل کیا ہے
أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْد الله الْحَافظُ قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُحَمَّد الصَّيْرَفِيُّ، بِمَرو قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَيَّانَ بْنِ مُلَاعِبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ الله بْنُ مُوسَى، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا سمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ خَالد بْنِ عُرْعُرَةَ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ عَليًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ أَولِ بَيْت وُضعَ للنَّاس لَلَّذي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا، هُوَ أَوَّلَ بَيت وُضعَ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: لَا وَلَكنَّهُ أَوَّلُ بَيْت وُضعَ فيه الْبَرَكَةُ وَالْهُدَى، وَمَقَامُ إِبْرَاهِيمَ، وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمنًا وَإِنْ شئْتَ أَنْبَأْتُكَ كَيْفَ بِنَاؤُهُ: إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَوْحَى إِلَى إِبْرَاهِيمَ، عَلَيْه السَّلَامُ: أَنِ ابْنِ لِي بَيْتًا فِي الْأَرْضِ، فَضَاقَ به ذَرْعًا، فَأَرْسَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، إِلَيْه السَّكينَةَ، وَهِيَ رِيح خَجُوجٌ لَهَا رَأْسٌ، فَاتَّبَعَ أَحَدُهُمَا صَاحبَهُ حَتَّى انْتَهَتْ , ثُمَّ تَطَوَّقَتْ إِلَى مَوْضعِ الْبَيْت تَطَوُّقَ الْحَيَّة، فَبَنَى إِبْرَاهِيمُ، فَكَانَ [ص:56] يَبْني هُوَ سَاقًا كُلَّ يَوْمِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَكَانَ الْحَجَرِ قَالَ لابْنه: ابْغني حجَرا، فَالْتَمَسَ ثَمَّ حَجَرا حَتَّى أَتَاهُ به، فَوَجَدَ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ قَدْ رُكِّبَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُهُ: منْ أَيْنَ لَكَ هَذَا؟ قَالَ: جَاءَ بِه مَنْ لَمْ يَتَّكلْ عَلَى بِنَائكَ، جَاءَ بِه جِبْرِيلُ، عَلَيْه السَّلَامُ منَ السَّمَاء فَأَتَمَّهُ "

کیا یہ زمین پر بننے والا پہلا گھر ہے ؟ علی نے کہا نہیں لیکن پہلے گھر میں برکت اور ہدایت ہے اور وہ مقام ابراہیم ہے جو اس میں داخل ہو امن میں ہے اور اگر چاہو تو میں تمہیں خبر دوں کہ اللہ نے یہ کیسے بنوایا بے شک اللہ نے ابراہیم پر الہام کیا کہ زمین پر میرے لئے گھر بناو پس ان کا دل تنگ ہوا پس اللہ نے سکینہ کو بھیجا جو ایک تند و تیز ہوا تھی جس کا سر بھی تھا پس اس کے پیچھے ابراہیم کا ایک ساتھی لگا یہاں تک کہ وہ رک گئی اور بیت اللہ کا ایک زندہ کی طرح طواف کرنے لگی پس ابراہیم اس مقام پر روز بیت اللہ بناتے یہاں تک کہ (بنیاد کھودتے ہوئے) کہ ایک (بڑے) پتھر تک پہنچ گئے پس انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا یہ پتھر دو اور انہوں نے اس کو اٹھایا تو اس کے نیچے حجر الاسود تھا جس پر ابراہیم بیٹھ گئے تو ان کے بیٹے نے کہا یہ آپ کو کہاں سے ملا؟ یہ ان سے ملا جن تک تمہاری نگاہ نہیں جاتی – جبریل آسمان سے لائے اور یہ پورا کیا

اس کا باقی حصہ یہ حجر اسود کو کعبہ میں نصب کرنے والا واقعہ ہے

یہ تمام علی سے مروی ہے ان سے خالد بن عُرْعُرَةَ نے لیا ہے ان سے سماک نے

خالد جو عجلی نے کوفي تابعي ثقة کہا ہے اور ابن حبان نے بھی ثقہ کہا ہے – ابن سعد نے کوئی تبصرہ نہیں کیا – اس قسم کی توثیق مجہولین کی ہوتی ہے جب ابن حبان اور عجلی ثقہ کہتے ہیں کوئی اور نہ جرح کر رہا ہوتا ہے نہ تعدیل

بہر حال یہ روایات ابن کثیر نے البداية والنهاية میں بھی نقل کی ہیں اور مستدرک میں حاکم نے صحیح کہا ہے

ابن کثیر نے کہا یہ امام الزہری کی بلاغات میں سے ہے سند حسن ہے
قَالَ يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ أَخْبَرَنِي أَصْبغُ بْنُ فَرَجٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُلُمَ جمرت امْرَأَةٌ الْكَعْبَةَ فَطَارَتْ شَرَارَةٌ مِنْ مجمرِهَا فِي ثِيَابِ الْكَعْبَةِ فَاحْتَرَقَتْ فَهَدَمُوهَا حَتَّى إِذَا بَنَوْهَا فَبَلَغُوا مَوْضعَ الرُّكْنِ اخْتَصَمَتْ قُرَيْشٌ فِي الرُّكْنِ أَيُّ الْقَبَائِلِ تَلِي رفعه. فقالوا: تعالوا تحكم أَوَّلَ مَنْ يَطْلُعُ عَلَيْنَا، فَطَلَعَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ غُلَامٌ عَلَيْهِ وِشَاحُ نَمِرَة فَحَكَّمُوهُ فَأَمَرَ بِالرُّكْنِ فَوُضعَ فِي ثَوْبٍ ثُمَّ أَخْرَجَ سَيِّدَ كُلِّ قَبِيلَةٍ فَأَعْطَاهُ نَاحِيَةً مِنَ الثَّوْبِ ثُمَّ ارْتَقَى هُوَ فَرَفَعُوا إِلَيْهِ الرُّكْنَ فَكَانَ هُوَ يَضَعُهُ فَكَانَ لا يزداد على السن الأرضي حَتَّى دَعَوْهُ الْأَمِينَ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، فَطَفِقُوا لَا يَنْحَرُونَ جَزُورًا إِلَّا الْتَمَسُوهُ فَيَدْعُو لَهُمْ فيها، وَهَذَا سِيَاقٌ حَسَنٌ، وَهُوَ مِنْ سِيَرِ الزُّهْرِيِّ، وَفِيهِ مِنَ الْغَرَابَةِ قَوْلُهُ: فَلَمَّا بَلَغَ الْحُلُمَ. وَالْمَشْهُورُ أَنَّ هَذَا كَانَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمُرُهُ خَمْسٌ وَثَلَاثُونَ سَنَةً، وَهُوَ الَّذِي نَصَّ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ يَسَارٍ رَحِمَهُ اللَّهُ.
———

تاریخ الاسلام از الذہبی میں بھی اس کا ذکر ہے

ہے کہ پتھروں کو کعبہ تک لے جایا جا رہا تھا کہ آپ کے چچا عباس نے کہا کہ اپنا آزار دو تا کہ اس پر رکھ کر لے جائیں آپ نے آزار کھولا تو غشی آ گئی ۔شارحین کے مطابق یہ واقعہ ہوا جب اپ کی عمر ۱۵ سال تھی اگر یہ قول درست ہے تو اس کا مطلب ہے کہ حجر الاسود کو کعبہ سے نکالا اور واپس لگایا جاتا رہا ہے —دور ابن زبیر میں بھی حجر اسود کو کعبہ سے الگ کیا گیا- کتاب أخبار مكة وما جاء فيها من الأثار از الأزرقي کے مطابق

هَدَمَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْبَيْتَ حَتَّى سَوَّاهُ بِالْأَرْضِ- ابن زبیر نے کعبہ کو منہدم کیا حتی کہ زمین کے برابر کر دیا

اور وَجَعَلَ الرُّكْنَ فِي تَابُوت فِي سَرَقَة مِنْ حَرِيرِ- رکن یا حجر کو ایک تابوت میں رکھا جس میں ریشمی کپڑا تھا

قَالَ عِكْرِمَةُ: فَرَأَيْتُ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ، فَإِذَا هُوَ ذِرَاعٌ أَوْ يَزِيدُ

عکرمہ نے کہا میں نے حجر الاسود کو دیکھا وہ ایک ہتھیلی یا اس سے بڑا تھا

حجر اسود کی ایک خبر سنن الترمذی میں اور مسند البزار میں جریر عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر کی سند سے دی ہے اور اسکو حسن بھی قرار دیا ہے البانی نے اس کو صحیح کہہ دیا ہے

حدثنا قتيبة حدثنا جرير عن عطاء بن السائب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نزل الحجر الأسود من الجنة وهو أشد بياضا من

وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ دَاوُدَ بن أبي هند، عن سماك بن حرب، عَنْ خَالد بْنِ عَرْعَرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ- قَالَ: لَمَّا تَشَاجَرُوا فِي الْحَجَرِ أَنْ يَضَعَهُ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ مِنْ هَذَا الْبَابِ، فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ النَّبِيَّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَقَالُوا: قَدْ جَاءَ الْأَمِينُ

اللبن فسودته خطايا بني آدم قال وفي الباب عن عبد الله بن عمرو وأبي هريرة قال أبو عيسى حديث ابن عباس حديث حسن صحيح.

جرير روایت کرتے ہیں عطاء بن السائب سے وہ روایت کرتے ہیں سعید بن جبیر سے کہ ابن عباس رضي اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجراسود جنت سے آیا تودودھ سے بھی زیادہ سفید تھا اوراسے بنو آدم کے گناہوں نے سیاہ کردیاہے

اس روایت کو عطاء بن السائب نے روایت کیا ہے – عطاء بن السائب ثقہ ہیں لیکن آخری عمر میں مختلط ہوئے –

تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ یہ روایت عالم اختلاط کی ہے [7]

---

[7]

عطاء بن السائب آخری عمر میں اختلاط کا شکار تھے – امام عقیلی کی رائے میں سے آخر میں بصرہ میں عطاء بن السائب المتوفی ١٣٦ ھ سے سننے والوں میں یہ لوگ ہیں
فأما جرير وخالد بن عبد الله وابن علية وعلى بن عاصم وحماد بن سلمة وبالجملة أهل البصرة فأحاديثهم عنه مما سمع منه بعد الاختلاط لانه إنما قدم عليهم فى آخر عمره انتهى

پس جریر اور خالد بن عبد الله اور ابن علية اور علی بن عاصم اور حماد بن سلمة اور دیگر اہل بصرہ آخر میں سننے والوں میں ہیں اختلاط کے عالم میں

کتاب الجرح والتعدیل از ابن ابی حاتم میں ہے

وقال أبو طالب: سألت أحمد، يعني ابن حنبل، عن عطاء بن السائب. قال: من سمع منه قديماً كان صحيحاً، ومن سمع منه حديثاً لم يكن بشيء، سمع منه قديماً شعبة، وسفيان، وسمع منه حديثاً جرير، وخالد بن عبد الله، وإسماعيل، يعني ابن علية، وعلي بن عاصم، فكان يرفع عن سعيد بن جبير أشياء لم يكن يرفعها. . «الجرح والتعديل» 6/ (1848)

ابو طالب کہتے ہیں میں نے امام احمد سے عطاء بن السائب پر سوال کیا انھوں نے کہا جس نے ان سے قدیم سنا ہے وہ صحیح ہے اور جس نے بعد میں اس کا سماع کوئی چیز نہیں اور ان سے قدیم سننے والوں میں شعبة، وسفیان ہیں اور جریر اور خالد بن عبد الله اور إسماعيل ابن علية اور علي بن عاصم نے اس سے

حدیث سنی جس میں انہوں نے اس کو رفع کر کے سعید بن جبیر تک ان چیزوں کو پہنچایا جو ان تک نہیں جاتی تھیں

یعنی عطاء بن السائب سے جریر نے آخر میں سنا جو عالم اختلاط تھا اور اس میں انہوں نے روایات کو سعید بن جبیر تک پہنچا دیا- اس عالم میں عطاء بن السائب روایات کو صحابہ تک لے جاتے جبکہ وہ التابعین کی بات ہوتی

الأحاديث المختارة أو المستخرج من الأحاديث المختارة مما لم يخرجه البخاري ومسلم في صحيحيهما از ضياء الدين أبو عبد الله محمد بن عبد الواحد المقدسي (المتوفى: 643هـ) ، شعب الإيمان از البیہقی ، مسند احمد کے مطابق اسکو حماد بن سلمہ نے بھی عطاء بن السائب سے روایت کیا ہے- ابن حجر نے فتح الباري (462/3) میں رائے اختیار کی ہے کہ نے حماد بن سلمة نے عطاء بن السائب سے اختلاط سے قبل یا بعد سنا ہے اس میں اختلاف ہے فتح الباری (ج ١ ص ٤٢٥) میں کہتے ہیں

وَتحصل لي من مَجْمُوع كَلَام الْأَئِمَّة أَن رِوَايَة شُعْبَة وسُفْيَان الثَّوْريّ وَزُهَيْر بن مُعَاوِيَة وزائدة وَأَيوب وَحَمّاد بن زيد عَنهُ قبل الِاخْتِلَاط وَأَن جَمِيع من روى عَنهُ غير هَؤُلَاءِ فَحَدِيثه ضَعِيف لِأَنَّهُ بعد اخْتِلَاطه إِلَّا حَمَّاد بن سَلمَة فَاخْتلف قَوْلهم فِيهِ

اور جو اس تمام کلام سے حاصل ہوا ہوا وہ یہ کہ شعبہ اور سفیان اور زہیر اور زائدہ اور ایوب اور حماد بن زید نے عطاء سے اختلاط سے قبل سنا پس ان کے علاوہ کسی اور کی حدیث ضعیف ہو گی سوائے حماد بن سلمہ کی روایت کے کہ ان کے بارے میں اختلاف قول ہے

لیکن ج 3 ص ٤٥٢ پر جا کر جب حجر اسود والی یہ روایت پر بحث آئی تو اس کے دفاع میں سب بھول بھال گئے اور کہا وَحَمَّادٌ مِمَّنْ سَمِعَ مِنْ عَطَاء قَبْلَ الِاخْتِلَاطِ اور حماد بن سلمہ نے عَطَاء سے اختلاط سے قبل سنا ہے- یعنی ایک ہی کتاب میں موقف تبدیل کر گئے – ابن حجر کی بات کی کوئی دلیل نہیں – کتاب الضعفاء الكبير از العقيلي (المتوفى: 322هـ) میں اس پر بحث ہے

قَالَ عَلِيٌّ: قُلْتُ لِيَحْيَى: وَكَانَ أَبُو عَوَانَةَ حَمَلَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ قَبْلَ أَنْ يَخْتَلِطَ؟ فَقَالَ: كَانَ لَا يَفْصِلُ هَذَا مِنْ هَذَا، وَكَذَلِكَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ -وَكَانَ يَحْيَى لَا يَرْوِي حَدِيثَ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ إِلَّا عَنْ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ.

علی المدینی نے کہا میں نے یحیی القطان سے کہا کہ أَبُو عَوَانَةَ نے عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ سے اختلاط سے قبل روایت لی ؟ انہوں نے کہا اس نے اس کو واضح نہیں کیا اور اسی طرح حماد بن سلمہ نے بھی اور یحیی، عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ کی صرف شعبہ اور سفیان کی روایت لکھتے

الضعفاء الكبير از عقیلی کے مطابق

عباس کہتے ہیں میں نے یحیی کو سنا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ کے حوالے سے کہ

سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ: عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ قَالَ: مَنْ سَمِعَ مِنْهُ قَدِيمًا، وَمَنْ سَمِعَ وَقَدْ تَغَيَّرَ فَلَيْسَ هُوَ بِذَاكَ

جس نے اس سے قدیم سنا (وہ صحیح ہے) لیکن جس کسی نے بعد میں سنا اور یہ بدل گیا تھا تو وہ ایسا (صحیح) نہیں

عصر حاضر کے ایک محقق کتاب مَنْهجُ الإمَامِ الدَّارَقطنِي في نقدِ الحديث في كِتَابِ العِلَّل از أبو عبد الرحمن الداودي ایک دوسری روایت کی بحث میں کہتے ہیں

لأن جرير وحماد سمعا من عطاء بن السائب بعد الاختلاط، قال أبو سعيد العلائي: " وذكر العقيلي أن حماد بن سلمة ممن سمع منه بعد الاختلاط. قال ابن القطان: وكذلك جرير وخالد بن عبد الله وابن علية وعلي بن عاصم وبالجملة- أهل البصرة فإنَّ أحاديثهم عنه مما سمع بعد الاختلاط لأنَّه قدم عليهم في آخرة عمره

کیونکہ بے شک حماد بن سلمہ اور جریر نے عطاء بن السائب سے اختلا ط کے بعد سنا ہے ایسا خلیل بن کیکلدي بن عبدالله العلائي نے کہا کہ اس کا ذکر عقیلی نے کیا کہ حماد بن سلمہ سے اختلاط کے بعد سنا ہے اور ابن القطان کہتے ہیں اور اسی طرح جریر... اهل بصرہ نے عطاء بن السائب سے آخری عمر میں عالم اختلاط میں اس سے سنا

اس روایت کی دو اور سندیں بھی ہیں – صحیح ابن خُزَيمة میں زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ (امام علی المدینی کہتے ہیں اس سے روایت نہ کرو، ابو حاتم کہتے ہیں لاَ يُحْتَجُّ بِهِ ناقابل دلیل ہے، ابن حبان اس کی ایک روایت کو بَاطِلٌ کہتے ہیں – بخاری نے اگرچہ روایت لی ہے- ابن القيسراني کہتے ہیں یہ راوی کوئی چیز نہیں ہے) اور مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْحَرَشِيّ (ابو داؤد ضعیف کہتے ہیں) نے بھی عطاء بن السائب سے روایت کیا ہے

اس بحث سے علم ہوا کہ حماد بن سلمہ اور جریر بن عبد الله نے عطاء بن السائب سے جو روایت کیا وہ متقدمین محدثین کے ہاں ضعیف سمجھا جاتا تھا – عطاء بن السائب نے سعید بن جبیر کی بات رفع کر کے ابن عباس تک پہنچا دی

بعض محقق کہتے ہیں حماد بن سلمہ نے اختلاط سے قبل اور بعد سنا ہے – راقم کہتا ہے یہ بات مزید شک کو پیدا کرتی ہے

کتاب مستخرج الطوسی علی جامع الترمذی کے مطابق اس کی ایک اور سند مجاہد سے ہے لیکن اس میں مجہولین ہیں

صحیح ابن خُزیمۃ میں اس کی جیسی ایک اور روایت ہے

حدثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ الْبَصْرِيُّ، ثَنَا أَبُو الْجُنَيْدِ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ يَاقُوتَةٌ بَيْضَاءُ مِنْ يَاقُوتِ الْجَنَّةِ، وَإِنَّمَا سَوَّدَتْهُ خَطَايَا الْمُشْرِكِينَ، يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِثْلَ أُحُدٍ يَشْهَدُ لِمَنِ اسْتَلَمَهُ وَقَبَّلَهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا".

کتاب الکامل فی ضعفاء الرجال از ابن عدی کے مطابق اسکی سند میں عَبد اللہ بن عثمان بن خثیم مکی ہے یحیٰی ابن معین کہتے ہیں إحاديثه ليست بالقوية اسکی احادیث قوی نہیں – کتاب الالزامات والتتبع میں دارقطنی اس کو ضعیف کہتے ہیں

الجزء الثاني

حققه وراجع نصوصه وخرج أحاديثه
الدكتور عبد العلي عبد الحميد حامد

مكتبة الرشد

• عطاء بن السائب الثقفي. صدوق. كان تغير بآخرة. قال أحمد: من سمع منه قديماً فهو صحيح، ومن سمع منه حديثًا لم يكن بشيء. وقال ابن أبي خيثمة عن يحيى: حديثه ضعيف إلا ما كان عن شعبة وسفيان، وقال يحيى بن سعيد: سمع حماد بن زيد من عطاء ابن السائب قبل أن يتغير. وقال البخاري: أحاديث عطاء بن السائب القديمة صحيحة. راجع «الميزان» (٧١/٣).

وقال الحافظ ابن حجر في «التهذيب» (٢٠٧/٧) فيحصل لنا من مجموع كلامهم أن سماع سفيان الثوري وشعبة وزهير وزائدة وحماد بن زيد وأيوب عنه صحيح. ومن عداهم يتوقف فيه إلا حماد بن سلمة فاختلف قولهم، والظاهر أنه سمع منه مرتين: مرة مع أيوب كما يومئ إليه كلام الدارقطني ومرة بعد ذلك لما دخل البصرة وسمع منه مع جرير وذويه والله أعلم.

حجر اسود پر مشرک ہر قربانی کے بعد خون لیپٹے تھے - ممکن ہے پتھر مسلسل خون جذب کرتا رہا ہو اور یہاں تک کہ کالا ہو گیا - واللہ اعلم

اہل تشیع کے مطابق حجر اسود پر میثاق ازل لیا گیا تھا - الکافی از الکلینی – ج 4 – ص 184 – کی روایت ہے

محمد بن يحيى ; وغيره ، عن محمد بن أحمد ، عن موسى بن عمر ، عن ابن سنان ، عن أبي سعيد القماط ، عن بكير بن أعين قال : سألت أبا عبد الله (عليه السلام) لأي علة وضع الله الحجر في الركن الذي هو فيه ولم يوضع في غيره ولأي علة تقبل ولأي علة اخرج من الجنة ؟ ولأي علة وضع ميثاق العباد والعهد فيه ولم يوضع في غيره ؟ وكيف السبب في ذلك ؟ تخبرني جعلني الله فداك فإن تفكري فيه لعجب ، قال : فقال سألت وأعضلت في المسألة (2) واستقصيت فافهم الجواب وفرغ قلبك واصغ سمعك أخبرك إن شاء الله ‹ صفحة 185 › إن الله تبارك وتعالى وضع الحجر الأسود وهي جوهرة أخرجت من الجنة إلى آدم (عليه السلام) فوضعت في ذلك الركن لعلة الميثاق وذلك أنه لما اخذ من بني آدم من ظهورهم ذريتهم حين أخذ الله عليهم الميثاق في ذلك المكان وفي ذلك المكان ترائى (1) لهم ومن ذلك المكان يهبط الطير على القائم (عليه السلام) فأول من يبايعه ذلك الطائر وهو والله جبرئيل (عليه السلام) وإلى ذلك المقام يسند القائم ظهره وهو الحجة والدليل على القائم وهو الشاهد لمن وافا [ه] في ذلك المكان والشاهد على من أدى إليه الميثاق والعهد الذي أخذ الله عز وجل على العباد

محمد بن یحییٰ اور دیگر، محمد بن احمد سے وہ موسی بن عمر سے وہ ابن سنان سے وہ ابی سعید سے اور بکیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر سے سوال کیا کس وجہ سے حجر اسود کو اللہ نے رکن کعبہ میں لگوایا اور کہیں اور نہ لگوایا؟ اور کس وجہ سے اس کو جنت سے نکالا گیا؟ اور کس وجہ سے بندوں سے عہد اس پر ہوا اور کسی اور پر نہ ہوا؟ اور اس کا سبب کیا ہے؟ مجھ کو خبر دیں... پس امام جعفر نے کہا... اس کا جواب ہے... کہ بے شک اللہ نے اس حجر اسود کو جو ایک جوہر تھا اور جنت

سے آدم کے ساتھ نکلا اس کو اس رکن میں نصب کیا گیا بطور میثاق اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ نے ان سے عہد لیا جب اللہ نے بنی آدم کو ان کی پشت سے نکالا اس مکان پر (یعنی میثاق ازل حجر اسود پر لیا گیا) اور اسی مقام پر پرندہ امام مہدی پر اڑے گا۔ پس جو ان کی بیعت کرے گا سب سے پہلے وہ ایک پرندہ ہو گا اور وہ جبریل علیہ السلام ہوں گے اور اس مقام سے امام مہدی ظاہر ہوں گے اور وہ حجت و دلیل ہوں گے

حجر اسود بول سکتا ہے

الکافی از کلینی کے مطابق حجر اسود بول سکتا ہے

فتحرک الحجر حتی کاد ان یزول عن موضعه، ثم إنطقه الله عزوجل بلسان عربي مبين، فقال: اللهم إن الوصية والامامة بعد الحسين ابن علي عليهما السلام إلى علي بن الحسين بن علي بن إبي طالب وابن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وآله قال: فانصرف محمد بن علي وهو يتولى علي بن الحسين عليه السلام.

روایت کے مطابق حجر اسود ہلا اور اس نے امامت امام کا بول کر ذکر کیا

حجر اسود بے کار پتھر ہے ؟

عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کلام ہے کہ حجر اسود کا نہ فائدہ ہے نہ نقصان ہے محض سنت کی وجہ سے چھوا جاتا ہے۔ ان روایات کا متن مضطرب ہے

حدثنا محمد بن كثير أخبرنا سفيان عن الأعمش عن إبراهيم عن عابس بن ربيعة عن عمر رضي الله عنه أنه جاء إلى الحجر الأسود فقبله فقال إني أعلم أنك حجر لا تضر ولا تنفع ولولا أني رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يقبلك ما قبلتك

عمر حجر اسود تک گئے اس کو چوما پھر کہا میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نقصان دے سکتا ہے نہ فائدہ دے سکتا ہے اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھ کو چوم رہے ہیں تو میں بھی نہ چومتا

اس میں چومنے کا ذکر ہے

حَدَّثَنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ: «أَمَا وَاللَّهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لاَ تَضُرُّ وَلاَ تَنْفَعُ، وَلَوْلاَ أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ»، فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ: «فَمَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ المُشْرِكِينَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ»، ثُمَّ قَالَ: «شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلاَ نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ» , (خ) 1605

عمر حجر اسود سے بولے واللہ میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نقصان دے سکتا ہے نہ فائدہ دے سکتا ہے اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھ کو چھو رہے ہیں تو میں بھی نہ چھوتا- پھر اس کو چھوا ...

اس میں چھونے کا ذکر ہے

مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ، وَيَقُولُ: "إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلا تَنْفَعُ، وَلَكِنِّي رَأَيْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَ حَفِيًّا

میں نے عمر کو دیکھا حجر اسود کو چوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نقصان دے سکتا ہے نہ فائدہ دے سکتا ہے لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تجھ پر مہربانی کرتے تھے

الفاظ مبہم ہیں- اس روایت کے متن میں اضطراب ہے اگرچہ اسناد صحیح ہیں

بعض میں ہے کہ نبی نے اگر نہ چوما ہوتا، اور بعض میں ہے استلام یا نہ چھوا ہوتا اور بعض میں مبہم الفاظ ہیں کہ عمر نے کہا نبی تجھ پر مہربانی کرتے

سنن ابو داود میں ہے

حدَّثنا مُصرِّفُ بن عمرو اليامِيُّ، حدَّثنا يونسُ – يعني ابنَ بُكير – حدَّثنا ابن إسحاق، حدَّثني محمدُ بن جعفر بنِ الزبير، عن عُبيد الله بن عبد الله ابن أبي ثورعن صفيةَ بنتِ شيبة، قالت: لما اطمأنَّ رسولُ

الله – صلَّى الله عليه وسلم – بمكة عام الفتحِ طَافَ على بعيرٍ يستلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ في يده، قالت: وأنا أنظُرُ إليه

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو فتح مکہ پر بھی نہیں چوما

یہ روایت مرسل ہے

حجر اسود کوئی یونانی و ہندو صنم ہے

یحییٰ الدمشقی جو دور بنو امیہ میں ایک مشہور نصرانی عالم تھے انہوں نے لکھا

John of Damascus (765C - 769B), De Haeresibus

Seeing Islam as others saw it by Robert G. Hoyland,

Darwin press 1997

They misrepresented us as idolaters because we prostrate ourselves before the cross, which they loathe. And we say to them : ”How then do you rub yourselves on a stone at your Kabba and hail the stone with fond kisses?“… This, then, which they call ”stone,“ is the head of Aphrodite, whom they used to worship and whom they called Chabar

مسلمانوں نے غلطی کی کہ ہمارے صلیب کو سجدہ کرنے کو انہوں نے بت پرستی سمجھا- وہ صلیب جس سے مسلمان نفرت کرتے ہیں اور ہم ان سے کہتے ہیں تو پھر تم اپنے آپ کو اس پتھر پر کیسے رگڑتے ہو جو کعبہ پر ہے اور اس پر محبت سے بوسے لیتے ہو؟ پھر یہ جس کو الحجر کہتے ہیں یہ إفرودیت Aphrodite کا سر ہے جس کی یہ پوجا کرتے ہیں اور جس کو یہ ہبر (حجر) کہتے ہیں

أفرودیت نام کی ایک یونانی دیوی تھی لیکن اس کو مختلف ناموں سے مشرق وسطی اور ہندوستان وغیرہ میں پوجا جاتا تھا—ہندوستان میں اسی کا نام شکتی تھا جس کو کالی بھی کہتے ہیں— حجراسود راقم نے ثابت کیا ہے شروع سے کالا نہیں تھا لیکن حجراسود چونکہ اکثر کے ذہن میں ہے کہ شروع سے ہی سیاہ تھا اس پر مشرکوں نے بھی اپنا حق جتانا شروع کر دیا ہے اور بعض ہندوؤں نے دعوی کیا کہ کعبہ میں شوا کی پوجا ہوتی تھی - بعض نے دعوی کیا کہ یہ شوا لنگم ہے تو بعض نے کہا شکتی کے جسم کا ٹکڑا ہے جس کو بھسم ہو جانے والی ہندو دیوی شکتی یا ستی کے جسم کا ٹکڑا یا پیتھ کہا جاتا ہے—ہندو کہتے ہیں شکتی دیوی، رب القھار کا زوج ہے—ہندوؤں نے اللہ تعالی کی صفات کو الگ الگ نام دے کر ان کو پوجا ہے - الخالق کو یہ برہما کہتے ہیں، القہار کو شوا اور الرحمٰن کو یہ وشنو کہتے ہیں—پھر ان تینوں کی ثنویت ان سے منسلک ہے جو ان کی قوت ہے اور ان کو ازواج قرار دیتے ہیں - ان میں القہار (شوا) کی بیوی کو شکتی یا کالی کہا جاتا ہے—

قرآن کے مطابق آدم علیہ السلام آسمان سے زمین پر آئے ان کی بیوی حوا ساتھ تھیں - عبرانی میں حوا کا مطلب زندگی کی قوت ہے اس طرح حوا کا ترجمہ ہندی میں شکتی مناسب ہے- اسی لئے حوا کو توریت میں "ماں" کہا گیا ہے

The man named his wife Eve, because she was the mother of all the living. (Gen. 3:20)

آدم نے اپنی بیوی کو حوا نام دیا کیونکہ وہ تمام زندہ لوگوں کی ماں تھی

ہندوؤں کے مطابق شوا بھی آسمان سے نیچے آیا اور زمین میں ہمالیہ کے پہاڑوں میں کیلاش میں اترا اس کی بیوی تمام انسانیت کی ماں ہے-

اوم ہندوؤں کے مطابق ایک لا علم لفظ ہے لیکن اس کا ذکر کرنا عبادت ہے- بعض نے کہا کہ 786 اصل میں اوم

ॐ

کی ایک شکل ہے- جبکہ ۷۸۶ خود جادو یا علم اعداد سے اسلام میں لایا گیا ہے- اوم اور اسی طرح کے لایعنی الفاظ یونانی بھی اپنی عبادت میں بولتے تھے -ان کا مقصد اپنے وجود کو کائنات سے جوڑنا تھا کہ تمام کائنات اللہ تعالی کے حکم سے بنی-اس تخلیق کی ابتداء کے وقت جو حروف حق تعالی کے وجود سے نکلے انہوں نے ایک ارتعاش پیدا کیا تمام کائنات اسی ارتعاش پر ابھی تک جھوم رہی ہے اور قرآن کہتا ہے اب اس کو ایک عظیم ارتعاش یعنی صور سے ہی تباہ کیا جائے گا- صور عربی میں بگل کو کہتے ہیں اور یہود اس کو شوفر کہتے ہیں- ہندو بھی اپنی

عبادت میں صور یا بگل بجاتے ہیں –ہندو اپنے منتروں میں پانچ عناصر کا ذکر کرتے ہیں- سنسکرت میں ان کے مشہور منتر کا مطلب ہے

نا - ما -شی- وا - یا

مٹی - پانی - اگ - ہوا - آسمان

ان میں درمیانی الفاظ شی - وا سے جو بعد میں شوا بنا دیے گئے ان سے معلوم ہوا کہ یہ اگ اور ہوا ہیں- غور طلب ہے کہ اصل میں شوا کوئی اور نہیں اگ کا صنم ہے جس کو کہا گیا کہ آسمان سے آیا اور زمین پر رکا- شوا کو ہندو آدی یوگی (قدیم مراقبہ کرنے والا) بھی کہتے ہیں یعنی وہ جو ابتدائے کائنات سے مراقبہ کرتا رہا ہو اور اسلام میں معلوم ہے کہ ابلیس جو اگ سے بنا تھا ہبوط سے پہلے سے زمین پر اللہ کی عبادت کرتا تھا- اس طرح قصہ آدم و حوا میں اپنی باتیں شامل کر کے آدم علیہ السلام کو ابلیس سے ملا دیا گیا اور بالاخر اگ کے عنصر کی پوجا صنم کی صورت شروع ہوئی اور اسلام جو دیں فطرت ہے اس کو بت پرستی میں بدلا گیا[8]–

8

بائبل کے مطابق قابیل نے جب ہابیل کو قتل کر دیا تو قابیل جو کسان تھا وہ مشرق میں نود (طبقات ابن سعد میں ہے نوذ) کے علاقہ میں چلا گیا اور اس کی شکل پر ہابیل کے قتل کا - نشان بن گیا
اغلبا سرخ تلک جو ہندو لگاتے ہیں اسی قابیل سے متشابہت کی بنا پر ہے

اسلامی کتب میں ہے کہ قابیل تھا ہی ہند میں جب اس نے قتل کیا
بحار الانوار از مجلسی میں ابو جعفر سے مروی ہے
فأتى الهند فإذا قابيل قد قتل هابيل
آدم ہند پہنچے تو قابیل ، ہابیل کو قتل کر چکا تھا
بحار الأنوار - العلامة المجلسي - ج ١١ - الصفحة ٢١٩

حجر اسود کا تعلق ماں یعنی حوا علیہ السلام (ماں) سے کر کے عرب مشرکوں نے کبھی نہیں پوجا – عرب صرف ابراہیم علیہ السلام کو جانتے تھے - انسانیت کی ابتداء کے حوالے سے کوئی عقیدہ نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی انسانیت کے معدوم واختتام کے قائل تھے - عرب حجر اسود پر قربانی کرنے کے بعد خون لیپتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ خون اللہ تعالی تک پہنچ جاتا ہے - اگر حجر اسود کا تعلق أفرودیت یا عشتار سے ہوتا تو اس کو محبت یا عشق کی دیوی سمجھ کر پوجا جاتا اور دیگر تمام اصنام کی طرح اس کا مقام کعبہ کے اندر ہوتا

حجر اسود امام المہدی کی نشانی ہے ؟

اسماعیلی فرقہ شیعوں کے ان فرقوں میں سے ہے جن میں شریعت اور اس کے ظاہری اعمال کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ امیر یا امام کی جانب سے شریعت کی حدود بدل جاتی ہیں - اس فرقہ میں بہت سے کاموں کا حکم قرآن جو صامت یا گونگا ہے اس سے لینے کی بجائے قرآن ناطق یعنی بولتے قرآن یعنی امام سے لیا جاتا ہے - یہ فرقہ علی کے اقوال کو اہمیت دیتا ہے جس میں حجر اسود کا کوفہ پہنچنا بیان ہوا تھا -- ان میں چوتھی صدی ہجری میں ایک قرامطہ نامی فرقہ نکلا - یہ ایک عجیب غالی فرقہ تھا جس کا سرغنہ ابو طاہر اسماعیلی باطنی شیعہ تھا - اس دور میں مصر میں ایک

تفسیر مقاتل بن سلیمان میں ہے
فقال له هابيل: فتشقى آخر الأبد، فغضب عند ذلك قابيل، فقتله بحجر دق رأسه، وذلك بأرض الهند عشية، وآدم، عليه السلام، بمكة
هابیل نے قابیل کو سر پر پتھر مار کر قتل کیا اور وہ ہند میں تھے اور آدم مکہ میں تھے

باطنی عبید اللہ نے مہدی ہونے کا دعوی کیا اور ابو طاہر اسماعیلی نے اس کی مدد کرنے کی اپنے طور پر کوشش کی کہ نشانی کے طور پر کعبہ کا دورازہ اور حجر اسود کوفہ پہنچا دیا-

بعض سنی مورخین کے مطابق قرامطہ حجر اسود کو ایک مقناطیس سمجھتے تھے- تاریخ ابن الوردی کے مطابق

أنه لما أخذ الْحجر الْأسود قَالَ: هَذَا مغناطيس بني آدم وَهُوَ يجرهم إِلَى مَكَّة وَأَرَادَ أَن يحول الْحَج إِلَى الإحساء

انہوں نے حجر اسود کو لیا اور کہا یہ مقناطیس ہے بنی آدم کا جس سے یہ مکہ تک جاتے ہیں انکا ارادہ حج کو الإحساء لانے کا تھا

کتاب اتعاظ الحنفاء بأخبار الأئمة الفاطميين الخلفاء از المقریزي کے مطابق

وقلع الحجر الأسود وأخذه معه وظن أنه مغناطيس القلوب

حجر اسود کو اکھاڑا اور ساتھ لیا اور گمان کیا کہ دلوں کا مقناطیس ہے

لیکن یہ اصل بات نہیں ہے راقم کے نزدیک صحیح بات اہل تشیع اور دیگر مورخین بتاتے ہیں

جواہر الکلام –الشیخ الجواہری –ج 14– ص 141 – کی اصبغ بن نباتہ کی راویت ہے

أن أمير المؤمنين (عليه السلام) قال : يا أهل الكوفة لقد حباكم الله بما لم يحب به أحدا ، من فضل مصلاكم بيت آدم وبيت نوح ، وبيت إدريس ، ومصلى إبراهيم الخليل ،

ومصلى أخي الخضر ، ومصلاي وإن مسجدكم هذا لأحد المساجد الأربعة التي اختارها الله عز وجل لأهلها ، وكان قد أتي به يوم القيامة في ثوبين أبيضين شبيه المحرم ، ويشفع لأهله ولمن يصلي فيه ، فلا ترد شفاعته ، ولا تذهب الأيام والليالي حتى ينصب الحجر الأسود فيه ، وليأتين عليه زمان يكون مصلى المهدي من ولدي ، ومصلى كل مؤمن ، ولا يبقى على الأرض مؤمن إلا كان به أو حن قلبه إليه ، فلا تهجروه ، وتقربوا إلى الله عز وجل بالصلاة ‹ صفحة 142 › فيه ، وارغبوا إليه في قضاء حوائجكم ، فلو يعلم الناس ما فيه من البركة أتوه من أقطار الأرض ولو حبوا على الثلج

الوسائل الباب 44 من ابواب احکام المساجد الحدیث 18

اصبغ بن نباتہ نے کہا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا اے اہل کوفہ بے شک اللہ تمھیں ایسی چیز عطا کی ہے جو اس نے دوسروں کو نہیں دی ہے، اس نے تمہاری اس مسجد (الکوفہ) کو خاص قسم کی برتری بخشی۔ میری نماز کی جگہ آدم کا گھر ہے نوح کا گھر ہے یہی ادریس کا گھر ہے اور ابراہیم خلیل کا گھر ہے اور میرے بھائی خضر کی نماز کی جگہ ہے —اور یہ میری نماز کی جگہ اور بے شک یہ مسجد ان چار مسجدوں میں سے ہے جن کو اللہ نے اختیار کیا ہے اس کے اہل کے لئے اور قیاَمت کے دن یہ مسجد دو سفید کپڑوں میں نمودار ہو گی جیسے ایک محرم (حالت احرام میں) ہوتا ہے اور اس میں نماز پڑھنے والوں کے لئے شفاعت کرے گی پس شفاعت رد نہ ہو گی **اور دن ورات نہیں جائیں گے کہ یہاں تک کہ مسجد کوفہ میں حجر الاسود نصب ہو گا** اور اس پر ایک دور آئے گا کہ میری نسل میں سے مہدی ائے گا اور ہر مومن اس میں نماز پڑھے گا اور زمین پر ایسا کوئی مومن نہ رہے گا جس کا دل اس کی طرف مائل نہ ہو، پس اس (مسجد) کو مت چھوڑو اور اللہ کا قرب نماز سے حاصل کرو اور اس کی طرف اپنے حوائج کے لئے رغبت کرو پس جب لوگوں کو اس میں برکت کا علم ہو گا وہ اس (مسجد) کی طرف آئیں گے دنیا کے گوشے گوشے سے چاہے وہ برف پر گھسٹ کر ہی کیوں نہ پہنچیں

کتاب الغیبۃ تألیف اِبی جعفر محمد بن الحسن الطوسی میں ہے

وعنه ، عن أحمد بن عمر بن سالم ، عن يحيي بن علي ، عن الربيع ، عن أبي لبيد ، قال : تغير الحبشة البيت فيكسرونه ، ويؤخذ الحجر فينصب في مسجد الكوفة

اِبی لبید نے کہا حبشہ بیت اللہ کو بدل دے گا، کعبہ کو کم کرے گا اور اس کے پتھر لے لیں گے پھر یہ مسجد کوفہ میں نصب ہوں گے

قرامطہ نے مکہ پر حملہ کیا اور حجر اسود کو کعبہ سے نکالا اس کی تفصیل کتاب النجوم الزاهرة في ملوك مصر القاهرة ازأبو المحاسن، جمال الدين (المتوفى: 874هـ) میں ہے

وجلس بو طاهر على باب الكعبة والرجال تصرع حوله في المسجد الحرام يوم التروية، الذي هو من أشرف الأيام، وهو يقول
« أنا لله وبالله أنا ... يخلق الخلق وأفنيهم أنا
ودخل رجل من القرامطة الى حاشية الطواف وهو راكب سكران، فبال فرسه عند البيت، ثم ضرب الحجر الأسود بدبّوس فكسره ثم اقتلعه. وكانت إقامة القرمطى بمكّة أحد عشر يوما. فلما عاد القرمطى الى بلاده رماه الله تعالى في جسده حتى طال عذابه وتقطّعت أوصاله وأطرافه وهو ينظر اليها، وتناثر الدود من لحمه.

اور ابو طاہر کعبہ کے دروازے پر بیٹھا اور لوگ مسجد الحرام کے سامنے یوم الترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) میں تھے جو سب سے اشرف دن ہے اور اس نے کہا
میں اللہ ہوں اور اللہ کی قسم

میں تخلیق کرتا اور فنا کرتا ہوں
اور قرامطہ کا ایک شخص نشے کی حالت میں آیا اور اس نے دبوس (یعنی بڑی کیل) حجر اسود پر مارا جس سے وہ ٹوٹ گیا اور اس کو اکھاڑا اور ابو طاہر مکہ میں گیارہ دن رہا، پس جب یہ واپس گیا اللہ نے اس کا جسم گھلا دیا اس پر عذاب بڑھا اور اس کے (جسم کے) حصے کاٹ دے گئے کہ یہ دیکھ رہا تھا اور اس کے گوشت میں کیڑے پڑے

قرامطہ اس کو لے کر کوفہ پھنچے اور اس کو مسجد کوفہ میں لے آئی اس طرح انہوں نے قرب قیامت کی امیر المومنین علی علیہ السلام کی بات پوری کر دی

شیعہ عالم کی کتاب خاتمۃ المستدرک –المیرزا النوری الطبرسی –ج 2 –ص 296 –297 کے مطابق

السيد الأجل الأكمل ، الأرشد المؤيد ، العلامة النحرير ، بهاء الدين على بن السيد غياث الدين عبد الكريم بن عبد الحميد بن عبد الله ابن أحمد بن حسن بن علي بن محمد بن علي غياث الدين – الذي خرج عليه جماعة من العرب بشط سوراء بالعراق ، وحملوا عليه وسلبوه ، فمانعهم عن سلب سراويله فضربه أحدهم فقتله . وكان عالما " تقيا " – ابن السيد جلال الدين عبد الحميد : الذي يروي عنه محمد بن جعفر أخبرني السيد الأجل العالم عبد الحميد بن التقي : المشهدي في المزار الكبير ، وقال فيه عبد الله بن أسامة العلوي الحسيني رضي الله عنه ، في ذي القعدة من سنة ثمانين وخمسمائة قراءة عليه بحلة الجامعين ، ابن عبد الله بن أسامة – المتولي للنقابة بالعراق – ابن أحمد بن علي ابن محمد بن عمر ، الرئيس الجليل الذي رد الله على يده الحجر الأسود ، لما نهبت القرامطة مكة في سنة ثلاث وعشرين وثلاثمائة ، وأخذوا الحجر ، وأتوا به إلى الكوفة ، وعلقوه في السارية السابعة من المسجد التي كان ذكرها أمير المؤمنين عليه السلام ، فإنه قال ذات يوم بالكوفة : لا بد أن يصلب في هذه السارية (2

) وأوما إلى السارية السابعة . والقصة طويلة (3) . وبنى قبة جده أمير المؤمنين عليه السلام من خالص ماله ، ابن يحيى القائم بالكوفة ابن الحسين النقيب الطاهر ابن أبي عانقة أحمد الشاعر المحدث بن أبي علي عمر بن أبي الحسين يحيى - من أصحاب الكاظم عليه السلام ، المقتول سنة خمسين ومائتين ، الذي حمل رأسه في قوصرة إلى المستعين - بن أبي عبد الله الزاهد العابد الحسين الملقب بذي الدمعة ، الذي رباه الصاد

ابن عبد الله بن أسامة ابن أحمد بن علي ابن محمد بن عمر - المتولي للنقابة بالعراق تھے جن کے ہاتھ پر اللہ نے حجر اسود لوٹایا نے فرمایا کہ جب قرامطہ نے مکہ کو سن ۳۲۳ ھ میں لوٹا اور حجر اسود کو اس میں سے لیا اور اس کو لے کر وہ کوفہ پہنچے اور اس کو مسجد کے ساتویں السارية (ستون یا علم و جھنڈے کا ستون) پر لٹکایا جس کا ذکر امیر المومنین (علی) نے (پہلے) کیا تھا

کوفہ میں موجود اثنا عشری شیعوں نے باطنی اسمعیلی شیعوں کو کھانس نہیں ڈالی - اور حجر اسود کہا یہاں سے لے جاؤ— دوسری طرف عبید اللہ المہدی نے بھی ابو طاہر سے برات کا اظہار کر دیا—

قرامطہ کا لیڈر ابو طاہر القرامطی اصلا اپنے آپ کو امام المہدی ثابت کرنا چاہتا تھا یا المہدی کے لئے راہ ہموار کر رہا تھا اور اس کے لئے اس کو اثنا عشری شیعوں پر اتمام حجت کرنا تھا اس کی وجہ شیعوں کی روایات تھیں کہ آخری دور میں مہدی مسجد کوفہ میں آئے گا اور وہاں حجر اسود بھی آئے گا اس کو ثابت کرنے کے لئے یہ سب کشت و خون ہو رہا تھا لیکن اثنا عشری اس کو مہدی نہیں مان سکے کیونکہ یہ اسماعیلی شیعہ تھا اور اہل بیت کی نسل سے نہ تھا- یہ وقت بہت اہم تھا گیارہویں امام حسن العسکری کی وفات ۲۶۰ ھ میں ہوئی اور بارہویں امام غیبت میں تھے لہٰذا اس وقت اثنا عشری اگر ابو طاہر کو مہدی مان جاتے تو آج اسماعیلی اور اثنا عشری ایک ہوتے- کتاب کنز الدرر و جامع الغرر از الدواداری کے مطابق

وكان قصدهم بذلك استمالة قلوب الناس. فنصبوه فى مسجد الجامع على الأسطوانة السّابعة فى القبلة مما يلى صحن المسجد. وكان فى ذلك آية عظيمة من آيات النبوة بيّن الله صدق رسوله صلّى الله عليه وسلم عند نجوم الأشكال فيه. فوطّى الله بذلك حجة نبوة محمد صلى الله عليه وسلم، ومكّن به صحة شريعته بأن جاء عنه فى الخبر أنّ الحجر الأسود يعلّق فى مسجد الجامع بالكوفة فى آخر وقت. وجاء الخبر بذلك منقولا مشهورا عن محمد بن على بن الحسين بن على بن أبي طالب عليه السلام. ومثل هذا لا يكون عن منّجم، ولا يوصل إليه إلاّ بخبر من رسول ربّ العالمين فهذا ما جرى من أبي سعيد الجنّابي وولده فى تلك الديار. وهم شعب من القرامطة .

کوفہ لانے میں ایک عظیم نشانی تھی جو نبوت کی نشانیوں میں سے تھی اس کی ایک خبر رسول اللہ سے منقول تھی اور اسی طرح کی علی سے بھی

اب ایک شاذ قول بھی بیان ہوا ہے – نظام الملک الطوسی ابو علی حسن بن علی سلجوقی حکمرانوں کا ایک وزیر تھا اس نے سیر الملوک کے نام سے کتاب لکھی جس میں بادشاہوں کا تذکرہ ہے - کتاب میں لکھا ہے قرامطہ نے

وشق الْحجر الاسود نصْفَيْنِ وَوَضعه على حافتي مرحاض وَكَانَ يضع إحْدَى رجلَيْه حين يجلس على نصفه وَالْأُخْرَى على النّصْف الآخر

حجر اسود کو بیچ میں توڑا اور حصوں کو کھڈی میں قدمچی کے طور پر لگوایا کہ ایک پیر ایک پر رکھتا اور دوسرا حجر اسود کے دوسرے حصے پر

یہ بات جھوٹ ہے کیونکہ قرامطہ کی خبریں ان کے مخالفین نے ہم تک پہنچائیں ہیں قرامطہ شیعہ تھے کافر نہیں حجر اسود کو اکھاڑنے کا مقصد اس کو مسجد کوفہ لانا تھا

شیعہ عالم کی کتاب خاتمۃ المستدرک –المیرزا النوری الطبرسی –ج 2 –ص 296–297 کے مطابق حجر اسود کو قرامطہ لے کر کوفہ پہنچے تا کہ علی کرم اللہ وجھہ کی بات سچ کر سکیں کہ قیامت سے پہلے یہ حجر اسود کوفہ کی مسجد میں نصب ہو گا لہذا یہ وہاں ایک ستون سے باندھ دیا گیا لیکن اثنا عشری شیعہ (ال بویہ) کا کوفہ پر کنٹرول تھا انہوں نے اس کو واپس قرامطہ کو دے دیا اور وہ اس کو الحسا لے گے وہاں ایک عبادت گاہ بنوائی جس میں اس کو نصب کر دیا۔قرامطہ اور اثنا عشری شیعہ کے اچھے تعلقات تھے اور ظاہر ہے وہ حجر الاسود کی بے حرمتی کروانے کے لئے اس کو قرامطہ کو واپس کرنے والے نہیں تھے۔السمنانی ابو قاسم علی بن محمد المتوفی ۴۹۹ ھ نے اپنی تاریخ کی کتاب میں اس کا ذکر کیا یہ اور نظام الملک ہم عصر ہیں۔الذہبی نے اس پر تاریخ الاسلام میں لکھا کہ حجر اسود کو بیت الخلا میں پھینکنے کا حکم دیا لیکن غلام بھول گیا

ثمّ ذكر السِّمْنانيّ خرافات لا تصح اس کے بعد السمنانی نے خرافات ذکر کیں جو صحیح نہیں ہیں

نظام الملک ایک وزیر تھا کوئی مورخ نہیں تھا اس کے مقابلے پر کتب اہل سنت اور کتب شیعہ میں مسجد کوفہ کے حوالہ جات اس قدر ہیں کہ الطوسی کی بات منفرد ہونے کی بنا پر شاذ ہے یہ اس کے بیت الخلاء تک کیسے پہنچے ؟خود ۱۲۰ سال بعد اس نے یہ سب لکھا ہے جبکہ قرامطہ حجر اسود کو جامع الکوفہ لے گئے اور وہیں سے واپس مکہ لائے

کتاب تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام از ابو البقاء کے مطابق

ثمّ انْصَرف وَمَعَهُ الْحجر الْأسود وعلقه على الاسطوانة السّابِعَة من جَامع الْكُوفَة

حجر اسود کو نکال کر قرامطہ جامع کوفہ لائے ہے اس کو ساتویں ستون پر لٹکا دیا

حجر اسود کے واپس کرنے پر بھی نظام الملک ایک جھوٹ لکھتا ہے نظام الملک کتاب سیر الملوک میں کہتا ہے

وَلما صَار الْمُسلمُونَ إِلَى مَسْجِد الْكُوفَة الْجَامِع إِذا الْحجر الْأسود ملقى هُنَاكَ

اور مسلمان مسجد کوفہ پہنچے کہ حجر اسود وہاں پھینکا گیا

حالانکہ قرامطہ نے حجر اسود کو مسجد کوفہ میں ستون پر لٹکایا کہ لوگ اس کو دیکھیں-اس سب بلوہ کے پیچھے مہدی کا نظریہ کارفرما تھا الذھبی تاریخ الاسلام ج ۲۵ ص 9 میں ابو طاہر کے لئے لکھتے ہیں

وزعم بعض أصحابه به أنّه إله المسيح، ومنهم مَن قالَ هو نبيّ. وقيل: هو المهديّ، وقيل: هو الممهّد للمهديّ.

اور اس کے اصحاب میں سے بعض کا دعوی تھا کہ ابو طاہر مسیح رب ہے اور بعض کہتے نبی ہے اور کہا جاتا ہے یہ المہدی تھا اور کہا گیا مہدی کی راہ دکھانے والا

کتاب النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ از ابن تغری کے مطابق

وكان زنديقا ملحدا لا يصلّى ولا يصوم شهر رمضان، مع أنه كان يظهر الإسلام ويزعم أنه داعية المهدىّ عبيد الله

یہ زندیق ملحد تھا نماز نہ پڑھتا تھا نہ روزہ رکھتا تھا.... اور دعوی کرتا تھا کہ یہ المہدی عبید اللہ کا داعی ہے

تاریخ ابن خلدون کے مطابق عبید اللہ فاطمی اس سے خود نالا تھے

وبلغ الخبر إلى المهدي عبيد الله بإفريقية وكانوا يظهرون الدعاء له، فكتب إليه بالنكير واللعن

ابو طاہر کی خبر المہدی عبید اللہ تک پہنچی افریقہ میں کہ ان کے لئے لوگ ظاہر ہوئے ہیں پس انہوں نے خط لکھا اور نکیر اور لعنت کی

الذھبی نے تاریخ الاسلام میں ابو طاہر کے اشعار نقل کیے ہیں

إِنَا الدّاعی المہدیّ لَا شکَّ غیرُہ...إِنَا الضَّیْغَمُ الضِّرغام والفارسُ الذَّکَرُ

إُعَمَّرُ حتّی یَاْتی عیسی بْنُ مریمَ... فیحمَدُ آثاری وارضی بما اٰمُرُ

میں المہدی کا داعی ہوں اس میں شک نہیں

عیسیٰ ابن مریم کا انتظار کرتے ایک عمر ہوئی

پس میں نے بدلہ لینے کی تعریف کی اور حکم پر راضی ہوا

لہٰذا یہ بھی تاریخ میں ہے کہ ابو طاہر اسماعیلی امام عبید اللہ (المہدی) کا داعی تھا اور خود اس کے بعض اصحاب ابو طاہر کو ہی مہدی ماننے لگ چکے تھے۔ ابی طاہر کے بعد اس کے بیٹے منصور نے المہدی ہونے کا دعوی کیا اور بقول عماد الدین اِبو حامد محمد بن محمد الأصفہانی (المتوفی 597ھ) کے مطابق المہدی المنصور اِمیر المؤمنین، کے نام کے سکے ڈھالے گئے (بحوالہ البستان الجامع لجمیع تواریخ اِہل الزمان)۔ کتاب الروضتین فی اِخبار الدولتین النوریۃ والصلاحیۃ از ابی شامہ کے مطابق

وَقَامَ بعده ابْنه الْمُسَمّى بالمعز فَبَثَّ دعاته فَكَانُوا يَقُولُونَ هُوَ الْمهْدي الَّذي يملك وَهُوَ الشَّمْس الَّتِي تطلع من مغْرِبهَا

ابو طاہر کے پوتے معز نے بھی المہدی کا دعوی کیا اور سورج ہونے کا جو مغرب سے طلوع ھوا

ظاہر ہے ابو طاہر نہیں تو اس کے بیٹے یا پوتے جو مہدی ہونے کے دعویدار تھے انہوں نے اس کو کوفہ کے راستے مکہ پہنچایا تاکہ اپنا سیاسی اثر و رسوخ بڑھا سکیں۔ اتنے دلائل کی روشنی میں واضح ہے کہ حجر اسود قرامطہ کی جانب سے ایک عظیم نشانی کو پورا کرنے کے لئے نکالا گیا تھا اور واپس کرتے وقت بھی اس کو کوفہ لایا گیا تاکہ لوگوں کو علی کی بیان کردہ نشانی پر یقین آئے۔ الغرض حجر اسود مکہ سے کوفہ پہنچا۔ اثنا عشری شیعوں نے حجر اسود واپس کر دیا اور قرامطہ اس کو مجبوراً لے کر سعودی عرب کے مشرقی شہر الإحساء چلے گئے جہاں ایک کنواں نما تعمیر میں اس کو رکھ دیا گیا۔

سعودی عرب کے مشرقی شہر الإحساء وہ مقام جو قرامطہ کا گڑھ تھا

قرامطہ کی بد بختی کی وجہ سے حجر اسود کئی ٹکڑوں میں ٹوٹا اور بعد میں اس پر دور عثمانی خلافت میں ایک عیسائی نے ضرب لگائی۔ اس کو جوڑنے کے لئے کالے رنگ کا مواد ستعمال کیا گیا اور آج دیکھنے والے کو یہ مکمل ایک ٹھوس کالا پتھر لگتا ہے۔ حقیقت میں یہ پتھر کے کئی ٹکڑے ہیں جو اس کالے مواد میں چھپے ہوئے ہیں اصل حجر اسود ایک ہتھیلی برابر تھا جو اسود یا کالا نہ تھا (کتاب اخبار المکہ از الأزرَقیؒ)۔
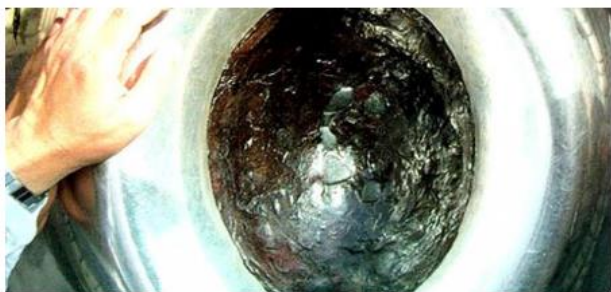
ابن زبیر کی شہادت کے وقت ہونے والے واقعے میں کعبہ جلنے پر کالا ہوا اور یہی لفظ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بعد مستعمل ہوا- حجر اسود کو اصلا رکن کہا جاتا تھا جن صحابہ (مثلا جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، ابن عَبَّاسٍ، عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَرْجِسَ) اور تابعین (مثلا مجاہد) نے اس کو حجر اسود کہا ہے وہ سب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بعد تک رہے اور یہی لفظ اس پتھر کے لئے مشہور ہو گیا اور حدیث لٹریچر میں آ گیا

محمد بن سنبر العامری القرمطی نے حجر اسود کو واپس کعبہ میں نصب کیا جو ابو طاہر کی موت پر واپس کیا گیا- کتاب مآثر الإنافة في معالم الخلافة از أحمد بن علي بن أحمد الفزاري القلقشندي ثم القاهري (المتوفى: 821ھ) کے مطابق

لأَحْمَد بن أبي سعيد أمير القرامطة بعد موت أبي طَاهر القرمطي برد الْحجر الْأسود إِلَى مَكَانَهُ فَرده فِي سنة سبع وَثَلَاثِينَ وثلاثمائة

ابی طاہر القرامطی کی موت کے بعد امیر قرامطہ احمد بن ابی سعید نے سن ۳۳۷ ھ میں واپس کیا

جب واپس کرنے لگے تو الکامل فی التاریخ از ابن اثیر کے مطابق جب قرامطہ حجر واپس کرنے لگے تو اس کو کوفہ لائے اور اس کو جامع کوفہ میں لٹکا دیا

فَلَمَّا أَرَادُوا رَدَّهُ حَمَلُوهُ إِلَى الْكُوفَةِ، وَعَلَّقُوهُ بِجَامِعِهَا حَتَّى رَآهُ النَّاسُ، ثُمَّ حَمَلُوهُ إِلَى مَكَّةَ

کتاب تاریخ ابن الوردی کے مطابق

.، وَقبل إِعَادَته علقوه بِجَامِع الْكُوفَة ليراه النَّاس وَالله أعلم

اور واپس کرنے سے پہلے حجر کو جامع کوفہ میں لٹکا دیا کہ لوگ دیکھیں

کتاب نزہۃ الأنظار فی عجائب التواریخ والأخبار کے مطابق واپس کرتے وقت سنبر بن الحسن القرمطی جو قرامطہ کا سفیر تھا اس نے خود اس کو واپس کعبہ میں نصب کیا

حنبلی عالم ابی بکر الجراعی المتوفی ۸۸۳ھ کتاب تحفۃ الراکع والساجد بأحکام المساجد میں لکھتے ہیں

إنهم باعوه [أي القرامطة] من الخليفة المقتدر بثلاثين ألف دينار. ولما أرادوا تسليمه، أشهدوا عليهم ألا تسلّموا الحجر الأسود، وقاله لهم بعد الشهادة: يا من لا عقل لهم، من علم منكم أن هذا هو الحجر الأسود ولعلنا أحضرنا حجرا أسودا من هذه البرية عوضة، فسكت الناس، وكان فيهم عبد الله بن عكيم المحدث، فقال لنا في الحجر الأسود علامة، فإن كانت موجودة : فهو هو، وإن كانت معدومة، فليس هو، ثم رفع حديثا غريبا أن الحجر الأسود يطفو على وجه الماء ولا يسخن بالنار إذا أوقدت عليه، فأحضر القرمطي طستا فيه ماء ووضع الحجر فيه فطفى على الماء، ثم أوقدت عليه النار فلم يحس بها فمد عبد الله المحدث يده وأخذ الحجر وقبله وقال: أشهد أنه الحجر الأسود، فتعجب القرمطي من ذلك، وقال: هذا دين مضبوط بالنقل. وأرسل الحجر إلى مكة

قرامطہ نے خلیفہ المقتدر سے معاہدہ کیا کہ ۳۰ ہزار درہم میں اس حجر کو دیں گے .... (جب وہ دینے لگے تو کہا) اے احمقوں تم کو کیسے پتا کہ یہ ہی حجر الاسود ہے؟ اور ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی زمین سے کوئی کالا پتھر لے آئیں ہوں اور دے دیں - پس لوگ چپ ہو گئے - ان میں محدث عبد اللہ بن عکیم تھے انہوں نے کہا کہ اس حجر الاسود کی ہمارے پاس ایک نشانی ہے اگر اس میں ہوئی تو یہی ہے اور اگر نہیں تو یہ وہ نہیں ہو سکتا - پھر ایک غریب حدیث بیان کی کہ اگر حجر الاسود کو پانی

میں ڈالو تو ڈوبے گا نہیں اور اگ میں ڈالو تو گرم نہیں ہو گا پس… (یہ سب کیا گیا)…. اور محدث
عبد اللہ نے کہا میں شہادت دیتا ہوں یہی حجر الاسود ہے پس ابو طاہر کو تعجب ہوا اور بولا یہ دین
روایت میں بہت مظبوط ہے پس حجر کو واپس مکہ بھیجا گیا

ابی بکر الجراعی یہ بھی کہتے ہیں کہ ابن دحیہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عکیم نامعلوم ہیں- البتہ اصلی
حجر الاسود کو کیسے ثابت کیا گیا کہ وہی حجر اسود ہے کسی اور روایت میں نہیں- افسوس کہ مسلمانوں
نے اپنی تاریخ کو صحیح قلمند نہ کیا- الغرض حجر الاسود جنت کا پتھر ہے اور اس کو رکن کہا جاتا ہے
اسی قدر معلوم ہو سکا ہے

شہاب ثاقب کے پتھر پانی میں ڈوب جاتے ہیں اور لاوا LAVA والے کچھ پتھر پانی میں کچھ
عرصے تیرتے ہیں لیکن وہ بھی بعد میں ڈوب جاتے ہیں جن کو پومس PUMICE کہا جاتا
ہے- یہ صرف حجر الاسود ہے کہ ہزاروں سال بعد بھی تیر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کو اس دنیا
کا نہیں سمجھا جاتا تھا اور عربوں کو اس کا پتا تھا

ماضی و مستقبل میں حبشیوں کے بیت اللہ پر حملے

عرب میں یہودی کعبہ کی تعظیم کرتے تھے اور مشرکین مکہ کو ہر سال کعبہ کو کسوہ بھی
بجھواتے تھے- یمن میں یہود اور نصرانیوں کا جھگڑا تھا - ولادت النبی سے قبل ان کی آپس
میں جنگیں بھی ہوئیں - حبشہ کے نصرانی یمن پر قبضہ کرنا چاہتے تھے - ابرہہ ایک حبشی
جنرل تھا جو وائس رائے کے طور پر مملکت اکثوم نے یمن میں مقرر کیا لیکن ابرھہ نے بغاوت
کی اور خود مختار حاکم بن گیا- اس کے بعد اس نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا- سورہ

بروج میں ذکر ہے ایک بادشاہ نے مومنوں کو زندہ جلایا- بعض مفسرین کی رائے میں یہ کام نصرانییوں نے کیا تھا جنہوں نے یہود کو زندہ جلایا تھا- ابرھہ نے تہیہ کیا کہ ہر اس چیز کو تباہ کرے گا جس کی تعظیم یہودی کرتے ہوں لہذا اس نے ہاتھی لئے اور مکہ کا رخ کیا- ایک حکایت میں بیان ہوا ہے کہ ابرھہ نے ایک کلیسا تعمیر کیا اور وہ چاہتا تھا کہ لوگ کعبہ کو چھوڑ کر اس کے کلیسا کا حج کریں- اس کے کلیسا میں کسی عرب نے پاخانہ کر دیا- ابرھہ ایک جنونی قاتل نصرانی حبشی تھا اور اس کے عمل کو نہ امن پسند نصرانی پسند کرتے تھے نہ حبشہ والے نہ- یاد رہے کہ بعد میں حبشہ کے نصرانیوں نے ہی مسلمانوں کی کفار عرب سے حفاظت کی تھی –ابرھہ ہاتھیوں کو لے بیت اللہ کو ڈھانے نکلا لیکن مقام مزدلفہ پر پہنچ کر ابرھہ کے لشکر کو پرندوں نے گھیر لیا اور کنکریاں پھینکیں یہاں تک کہ اس کا لشکر بھس بن گیا اور ابرہہ اسی عذاب میں یمن پہنچ کر مرا- اس کا ذکر سورہ الفیل میں ہے

ایک منکر روایت بیان کی جاتی ہے کہ حبشی ایک دن کعبہ کو ڈھا دیں گے-یہ روایت عبد اللہ بن عمرو اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی سند سے المُعْجَمُ الكَبِير للطبراني ، مسند البزار، سنن أبي داود آئی ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ، فَيَسْلُبُهَا حُلِيَّهَا وَيُجَرِّدُهَا مِنْ كِسْوَتِهَا، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ أُصَيْلِعَ أُفَيْدِعَ، يَضْرِبُ عَلَيْهَا بِمِسْحَاتِهِ وَمِعْوَلِهِ "

عَبۡدِ اللہِ بۡنِ عَمۡرٍو رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعبہ کو (دو پتلی پنڈلیوں والا یا) دو چادروں والا حبشہ میں سے خراب کرے گا اس کی آرائش کو لے گا اور اس کے غلاف کو گویا کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں[9]

مُجَاہِدٍ کا عبد اللہ بن عمرو سماع سے ثابت نہیں ہے[10]۔ راقم اس سند کو ضعیف کہتا ہے

سنن اِبِی داود میں یہ روایت ایک دوسری سند سے بھی ہے

---

[9]

اس راویت کا ترجمہ کیا جاتا ہے دو پتلی پنڈلیوں والا حبشی

النهاية في غريب الحديث والأثر از ابن الأثير (المتوفى: 606هـ) کے مطابق

السُّوَيْقَة تصْغيرُ السَّاق، وهِيَ مُؤَنثة، فَلِذَلِكَ ظَهَرت التاءَ فِي تصْغيرها. وَإِنَّمَا صَغَّر السَّاقَ لأنَّ الغالبَ عَلَى سُوقِ الحبَشة الدِّقَّةُ والحُموشَة.

السُّوَيْقَة (کا لفظ) السَّاقِ کی تصغیر ہے اور یہ مونث ہے اس لئے اس کے ساتھ التاءَ ہے تاکہ تصغیر ہو اور یہ پنڈلی کا چھوٹا ہونا ہے کہ اکثر حبشیوں کی پنڈلیاں کم ہوتی ہیں

ابن حبان صحیح میں لکھتے ہیں السويقتين: الكسائين یعنی دو چادروں والا

[10]

كتاب جامع التحصيل في أحكام المراسيل از العلائي (المتوفى: 761هـ) کے مطابق

واختلف في روايته عن عبد الله بن عمرو فقيل لم يسمع منه قلت أخرج له البخاري عنه حديثين

اور مجاہد کا عبد اللہ بن عمرو سے روایت کرنے میں اختلاف ہے کہا جاتا ہے انہوں نے ان سے نہیں سنا میں کہتا ہوں اس سے بخاری نے دو حدیثیں لی ہیں

حدَّثنا القاسِمُ بن أحمد البغداديُّ، حدَّثنا أبو عامرٍ، عن زُهير ابن محمدٍ، عن موسى بنِ جُبير، عن أبي أمامة بن سهل بن حُنيفٍ عن عبد الله بن عمرو، عن النبي - صلَّى الله عليه وسلم - قال: "اتركوا الحبشةَ ما تركوكم، فإنه لا يستخرجُ كَنزَ الكعبةِ إلاَّ ذو السُّوَيْقَتَينِ من الحبشة"

عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حبشیوں کو چھوڑ دو جو انہوں نے چھوڑ

دیا ہے کیونکہ کعبہ کا خزانہ کوئی نہیں نکالے گا سوائے دو پتلی پنڈلیوں (یا دو چادروں) والے کے

مصنف عبد الرزاق کی روایت ہے جس میں کعبہ کے خزانے کا ذکر ہے لیکن اسکی سند میں صَالِحٍ، مَوْلَى التَّوْأَمَةِ ابو ہریرہ کا قول نقل کرتا ہے کہ اس کو گمان ہے یہ حدیث ہے

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ صَالِحٍ، مَوْلَى التَّوْأَمَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ رَفَعَهُ أَظُنُّهُ قَالَ: «اتْرُكُوا الْحَبَشَةَ مَا تَرَكُوا، فَإِنَّهُ لَا يَسْتَخْرِجُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ إِلَّا ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ

ابی ہریرہ نے گمان ہے مرفوع روایت کیا تھا کہ حبشہ کو چھوڑ دو اس پر جو انہوں نے چھوڑا ہے کیونکہ کعبہ کوئی نہیں نکالے گا سوائے پتلی پنڈلیوں والا حبشی

مسند احمد میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کو نبی سے نہیں سنا بلکہ ابو قتادہ سے سنا تھا

حَدَّثَنَا يَزِيدُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَمْعَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يُخْبِرُ أَبَا قَتَادَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُبَايَعُ لِرَجُلٍ مَا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، وَلَنْ يَسْتَحِلَّ الْبَيْتَ إِلَّا أَهْلُهُ،

فَإِذَا اسْتَحَلُّوهُ فَلَا تَسْأَلْ عَنْ هَلَكَةِ الْعَرَبِ، ثُمَّ تَأْتِي الْحَبَشَةُ فَيُخَرِّبُونَهُ خَرَابًا لَا يَعْمُرُ بَعْدَهُ أَبَدًا، وَهُمُ الَّذِينَ يَسْتَخْرِجُونَ كَنْزَهُ

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ایک شخص کی رکن و مقام کے درمیان بیعت ہو گی اور اس (میں قتل کرنا) حلال نہیں کیا جائے گا مگر بیت اللہ کے اہل کے (یعنی اس کے منتظمین کے فتووں سے) پس جب اس کو حلال کر دیا جائے گا تو عرب ہلاک ہوں گے پھر حبشی آئیں گے وہ اس کو خراب کریں گے اس بعد اس کی تعمیر نہ ہو گی اور یہ حبشی کعبہ کا خزانہ نکال لیں گے

الذہبی نے میزان میں لکھا ہے کہ اس روایت کا راوی سعید مجہول ہے جس کو ازدی نے ضعیف کہا ہے

سعيد بن سمعان [د، س، ت] . عن أبي هريرة. فيه جهالة. ضعفه الأزدي، وقواه غيره

روایت متنا صحیح نہیں ہے تاریخا غلط ہے - کعبہ کا خزانہ نکل چکا ہے لٹ چکا ہے اور یہ واقعہ فتنہ الافطس کہلاتا ہے

کعبہ کے اندر ایک گڑھا تھا جس میں تحفے میں ملنے والا سونا ڈالا جاتا تھا اور یہ روایت زمانہ جاہلیت سے چلی آ رہی تھی

تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۱۹۸ کے مطابق

وقد وجد رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح مكة في الجب الذي كان فيها، سبعين ألف أوقية من الذهب، مما كان الملوك يهدون للبيت قيمتها ألف ألف دينار مكررة مرتين بمائتي قنطار وزناً

جس روز فتح مکہ ہوئی تو رسول اللہ کو کعبہ میں اس کے الجب (گڑھے) سے جو اس میں ہے ستر ہزار أوقية سونا ملا جو بادشاہوں نے بیت اللہ کے لئے تحفتا دیا تھا جس کی قیمت ہزار ہزار دینار مکرر دو دفعہ، سو قنطار وزن کے حساب سے تھی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے خزانہ کو صدقہ نہیں کیا اور یہ اسی میں سن ۱۹۹ھ تک رہا۔
ابن خلدون تاریخ میں لکھتے ہیں

وأقام ذلك المال إلى أن كانت فتنة الأفطس، وهو الحسن بن الحسين بن علي بن علي زين العابدين سنة تسع وتسعين ومائة، حين غلب على مكة عمد إلى الكعبة فأخذ ما في خزائنها وقال: ما تصنع الكعبة بهذا المال موضوعاً فيها لا ينتفع به، نحن أحق به نستعين به على، حربنا، وأخرجه وتصرف فيه وبطلت الذخيرة من الكعبة من يومئذ

اور یہ مال ، فتنة الأفطس تک کعبہ ہی میں رہا اور وہ فتنہ ہے حسن بن حسین بن علی بن علی بن زین العابدین کا سن ۱۹۹ ھ میں ،جب وہ مکہ پر وہ غالب ہوا اور کعبہ کا خزانہ نکالا اور کہا کعبہ اس مال کا کیا کرے گا جس کا کوئی فائدہ بھی نہیں، ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں اس سے اپنی لڑائی میں مدد چاہیں گے ، - اس نے خزانہ نکالا اور اس زور کعبہ کا خزانہ ضائع ہو گیا

ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ کی روایت الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ کی سند سے اور ثور بن زيد الديلي عن سالم أبو الغيث مولى عبد الله بن مطيع العدوي عَن أَبِي هُرَيرة کی سند سے بھی بہت کی کتب میں آئی ہے لیکن اس کے متن میں صرف یہ ہے

يخرَبُ الكعبةَ ذُو السّوَيْقَتَيْنِ منَ الحبَشةِ

كعبه کو حبشہ کا ذُو السّوَيْقَتَيْنِ خراب کرے گا

یہ کب ہو گا؟ کسی صحیح سند روایت میں وقت کا تعین نہیں ہے[11] ۔ لہذا اس کو قیامت کی نشانی نہیں کہا جا سکتا۔

دوسری طرف حبشیوں کو خوف تھا کہ مسلمانوں کی خلافت یمنیوں کے ہاتھ لگ جائے گی۔ امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں ذِی مِخْمَر الحَبَشيّ کی ایک روایت بیان کی ہے

قَالَ أَبو اليَمان: حدَّثنا حَرِيز بْنُ عُثمان، عن راشد، عن أَبِي حَيّ المُؤَذن، عَنْ ذي مخبَر الحَبشِي، عَنِ النَّبِي صَلى اللَّهُ علَيه وسَلم: كَانَ هَذا الأَمر فِي حمير، فَنَزَعَهُ اللَّهُ منهُم، وجَعَلَهُ فِي قُرَيش، وسَيَعُودُ إِلَيهِم

رسول اللہ نے فرمایا یہ خلافت حمیر میں تھی، پس اللہ نے ان سے جھگڑا کیا اور اس کو قریش کے لئے کر دیا اور پھر یہ ان میں واپس پلٹ جائے گی

---

[11]

مصنف عبد الرزاق ، مسند البزار کی روایت میں الفاظ ہیں فِي آخرِ الزَّمَانِ یعنی آخری زمانہ میں یہ ہو گا لیکن معمر مدلس ہیں اور ان کا سماع الزہری سے ہر سند کے لئے ثابت نہیں- اگرچہ صحیح بخاری میں ان کی اس سند سے روایات ہیں لیکن یقینا معمر نے ان پر تحدث کا اشارہ دیا ہو گا – اس مخصوص روایت کو وہ ان کے الفاظ کے ساتھ عن سے ہی نقل کرتے ہیں لہذا یہ معمر کے مدلس ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں - مسند البزار کی ایک دوسری سند میں ہے يظهر في آخر الزمان جس میں اسکو أحمد بن أبان القُرَشِيّ نے بیان کیا ہے اور الفاظ زیادت ہیں – الفرائد على مجمع الزوائد ترجمة الرواة الذين لم يعرفهم الحافظ الهيثمي میں الهيثمي جیسے متساہل لوگ تک کہتے ہیں میں ان کو نہیں جانتا لہذا یہ مجهول راوی ہیں

حمیر یمن کی ریاست تھی جو یہودی تھی اور حبشہ کے نصرانیوں کی ان سے جنگ تھی۔اس تناظر میں اس روایت دیکھا جائے تو یہ بات کہ یہ خلافت قریش سے نکل کر حمیر میں واپس جائے گی ایک منکر قول ہے لہذا اس کو بیان نہیں کیا جاتا۔روایت پسندوں کے اصول پر یہ صحیح السند ہے۔ لیکن وہ اس کو چھپا کر رکھتے ہیں کہ امر خلافت قریش سے نکل کر حمیری یمنیوں کے پاس جائے گا ایسا ایک قول نبوی روایت کیا جاتا تھا[12]۔

12

راقم کہتا ہے حبشیوں کا یہ خوف کہ حمیری یمنی خلافت پر قبضہ کر سکتے ہیں یہ چیز خلافت علی میں ظاہر ہونے لگی کہ قریش کے مخالف بیشتر یمنی قبائل تھے یہاں تک کہ یمنی قحطانی قبیلہ سے متعلق ایک منکر روایت صحیح بخاری میں بھی ہے کہ

لا تقوم الساعة حتى يخرج رجل من قحطان يسوق الناس بعصاه

قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ قحطان سے ایک مرد نکلے گا جو لوگوں کو ڈنڈے سے ہانکے گا
–

مسند احمد اور صحیح بخاری کی روایت ہے

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، يُحَدِّثُ أَنَّهُ بَلَغَ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ عِنْدَهُ فِي وَفْدٍ مِنْ قُرَيْشٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَيَكُونُ مَلِكٌ مِنْ قَحْطَانَ، فَغَضِبَ مُعَاوِيَةُ، فَقَامَ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ [ص:65] رِجَالًا مِنْكُمْ يُحَدِّثُونَ أَحَادِيثَ لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ، وَلَا تُؤْثَرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أُولَئِكَ جُهَّالُكُمْ، فَإِيَّاكُمْ وَالْأَمَانِيَّ الَّتِي تُضِلُّ أَهْلَهَا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ فِي قُرَيْشٍ، لَا يُنَازِعُهُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَكَبَّهُ اللَّهُ عَلَى وَجْهِهِ، مَا أَقَامُوا الدِّينَ»

امام الزُّهْرِيِّ کہتے ہیں کہ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ نے بتایا کہ وہ معاویہ کے پاس پہنچے اور وہ ایک قریشی وفد کے ساتھ تھے – عبد الله بن عمرو نے کہا کہ عنقریب بادشاہت قحطان میں سے ہو گی اس پر معاویہ غضب ناک ہوئے اور کہا الله کی حمد کی جس کا وہ اہل ہے پھر کہا پس مجھے پہنچا ہے کہ تم میں سے بعض مرد ایسی احادیث بیان کرتے ہو جو کتاب الله میں نہیں ہیں نہ ہی اثر میں ہیں جو رسول الله صلی الله علیہ وسلم سے ملا ، یہ لوگ تمہارے جاہل ہیں ان سے بچو اور انکی خواہشات سے جس سے گمراہ ہوئے پس میں نے رسول الله صلی الله علیہ وسلم سے سنا ہے انہوں نے کہا یہ امر قریش میں رہے گا

اس میں کسی کا جھگڑا نہ ہو گا سوائے اس کے کہ وہ اوندھآ ہو جائے گا اپنے چہرے پر – جب تک یہ دین قائم کریں

اسکی سند میں بِشْرُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ ہے جو اپنے باپ سے روایت کر رہا ہے محدثین کا اس پر اختلاف ہے کہ اس نے اپنے باپ سے سنا یا نہیں- امام یحیی ابن معین اور امام احمد کے مطابق نہیں سنا- یعنی مسند احمد کی یہ روایت خود امام احمد کے نزدیک منقطع ہے لیکن امام بخاری نے اس کو متصل سمجھ لیا ہے-حدیث منکر ہے خلافت قریش سے نکل کر منگول اور ترکوں میں چلی گئی اور قحطانیوں کو نہ ملی جیسا کہ گمان تھا-امام احمد ، امام بخاری و مسلم کے دور میں خلافت عباسیوں یعنی قریشیوں کے پاس ہی تھی ان کو نہیں پتا تھا کہ سینٹرل ایشیا کی اقوام کو منتقل ہو جائے گی-الذھبی سیر الاعلام النبلاء ج ١٠ ص ٦٠٥ میں اس روایت کے تحت لکھتے ہیں

وَرَوَاهُ: شُعْبَةُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، فَقَالَ: كَانَ مُحَمَّدُ بنُ جُبَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فِي الأُمَرَاءِ، فَقَالَ صَالِحٌ جَزَرَةُ، وَالزُّهْرِيُّ: إِذَا قَالَ: كَانَ فُلاَنٌ يُحَدِّثُ، فَلَيْسَ هُوَ بِسَمَاعٍ.

امام شُعْبَةُ، امام الزُّهْرِيِّ سے روایت کرتے ہیں کہ محمد بن جبیر ، معاویہ رضی الله عنہ سے روایت کرتا ہے وہ نبی صلی الله علیہ وسلم سے امراء کے بارے میں (رجل قحطانی والی روایت) اس پر صالح جَزَرَةُ اور الزہری نے کہا جب یہ روایت کرے کہ فلاں نے بیان کیا تو سمجھ لو سماع نہیں ہے

الذھبی مزید کہتے ہیں

قُلْتُ: خَبَرُ الأُمَرَاءِ غَرِيْبٌ، مُنْكَرٌ، وَالأَمْرُ اليَوْمَ لَيْسَ فِي قُرَيْشٍ

میں کہتا ہوں الأُمَرَاءِ والی خبر منکر ہے اور آج امر (خلافت) قریش کے پاس نہیں ہے

اسی قحطانی والی روایت کے تحت ٢٨ نومبر سن ١٩٧٩ میں بیت اللہ پر ایک سعودی مطوہ ، محمد بن عبد اللہ القحطانی نے اپنے سالے جھیمان العتیبی کے ساتھ قبضہ کی کوشش کی- محمد بن عبد اللہ القحطانی نے المهدي المنتظر کا دعوی اسی اوپر والی روایت کے تحت کیا تھا - اس فتنہ سے افواج پاکستان نے اللہ کی مدد سے نجات دی

ان صحابی کے نام کا بھی گھپلا ہے- ایک اور روایت میں ان صحابی کا نام الگ لیا گیا ہے- کوئی (ابو داود، صحیح ابن حبان) ذي مخْبَرِ کہتا ہے تو کوئی (ابن ماجہ، مسند احمد) ذي مخمَرِ سند میں کہتا ہے- صحیح ابن حبان کے مطابق یہ صحابی حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے بھتیجے تھے –اور سنن ابو داود کے مطابق یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے- سنن ابو داود کی حدیث ۴۴۵ کے مطابق عَنْ ذي مخْبَرِ الْحَبَشِيّ وَكَانَ يَخْدُمُ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- یہ رسول اللہ کے خدمت گزار تھے اور صحیح ابن حبان ٦٧٠٩ کے مطابق ذَا مخْبَرِ ابْنَ أخي النَّجَاشيّ ہیں گویا حبشہ کے شاہی خاندان سے تھے- راقم کہتا ہے یہ تضاد ہے کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے کے محترم افراد کو خادم یا ملازم کر دیا ہو- اگر یہ حبشی تھے تو ان کا نام عربی میں کیسے ہے؟ ذی مخبر کا مطلب ہے خبر والا –یہ نام ہے یا کنیت یا لقب کچھ واضح نہیں ہے

مکہ میں پراپرٹی خرید کر قبضہ کرنا

قرآن سورہ حج میں ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِىْ جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ

بے شک جو کافر ہیں وہ لوگوں کو اللہ کے راستہ اور مسجد حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے بنایا ہے کہ وہاں اس جگہ کا رہنے والا اور باہر والا دونوں برابر ہیں، اور جو وہاں ظلم سے کجروی کرنا چاہے تو ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے

عبد اللہ بن عمر کی روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مکۃ مناخٌ لا تُبَاع ربا عھا و لا تؤ اجر بیوتھا، ”مکّہ مسافروں کے اُترنے کی جگہ ہے، نہ اس کی زمینیں بیچی جائیں اور نہ اس کے مکان کرائے پر چڑھائے جائیں“۔

حاکم اور بیہقی اس کو روایت کرتے ہیں۔ بیہقی اور امام الذھبی دونوں اس میں راوی إسماعیل بن إبراہیم بن مہاجر کو ضعیف کہتے ہیں۔ بیہقی کہتے ہیں اس کا باپ إبراہیم بن مہاجر بھی ضعیف ہے

ابراہیم نَخعی کی مُرسَل روایت ہے

نبیؐ نے فرمایا: مکۃ حرمھا اللہ لا یحل بیع رباعھا ولا اجارۃ بیوتھا،

مکّہ کو اللہ نے حرم قرار دیا ہے، اس کی زمین کو بیچنا اور اس کے مکانوں کا کرایہ وصول کرنا حلال نہیں ہے

واضح رہے کہ ابراہیم نخعی کی مُرسَلات حدیث مرفوع کے حکم میں ہیں، کیونکہ اُن کا یہ قاعدہ مشہور و معروف ہے کہ جب وہ مرسَل روایت کرتے ہیں تو دراصل عبداللہ بن مسعُودؓ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں

شرح معانی الآثار میں مجاہد کا قول ہے

حدثنا فهد قال ثنا بن الأصبهاني قال أخبرنا شريك عن إبراهيم بن مهاجر عن مجاهد أنه قال : مكة مباح لا يحل بيع رباعها ولا إجارة بيوتها وخالفهم في ذلك آخرون فقالوا لا

بأس ببيع أرضها وإجاراتها وجعلوها في ذلك كسائر البلدان وممن ذهب إلى هذا القول أبو يوسف واحتجوا في ذلك بما

یہاں بھی إبراہیم بن مہاجر ہے جو ضعیف ہے

مصنف ابن ابی شیبہ میں مجاہد نے مرفوع روایت کیا ہے

حدثنا أبو بكر قال حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن مجاهد قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم مكة حرم حرمها الله لا يحل بيع رباعها ولا اجارة بيوتها

لیکن یہاں اعمش ہے جو مدلس ہے عن سے روایت کر رہا ہے- مجاہد کا سماع نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے-

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے

حدثنا أبو بكر قال حدثنا عيسى بن يونس عن عمر بن سعيد بن أبي حسين عن عثمان بن أبي سليمان عن علقمة بن نضلة قال كانت رباع مكة في زمان رسول الله صلى الله عليه و سلم وزمان أبي بكر وعمر تسمى السوائب من احتاج سكن ومن استغنى اسكن

عَلْقمہ بن نَضْلَہ کی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں مکّے کی زمینیں سوائب (افتادہ زمینیں یا شاملات) سمجھی جاتی تھیں، جس کو ضرورت ہوتی وہ رہتا تھا اور جب ضرورت نہ رہتی دوسرے کو ٹھیرا دیتا تھا

ابن حجر کے مطابق علقمہ صحابی نہیں ہیں

سنن الکبری بیہقی میں ہے

(وأخبرنا) أبو عبد الله الحافظ ثنا على بن حمشاذ وأبو جعفر بن عبيد الحافظ قالا ثنا محمد بن المغيرة السكرى ثنا القاسم بن الحكم العرنى ثنا أبو حنيفة عن عبيدالله بن أبي زياد عن أبي بخيج عن عبد الله بن عمرو قال قال النبي (2) صلى الله عليه وسلم مكة حرام وحرام بيع رباعها وحرام اجر بيوتها - كذا روى مرفوعا ورفعه وهم والصحيح انه موقوف

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکہ حرمت کی جگہ ہے اور اس میں بچنا حرام ہے اور اس کے گھروں پر اجر (کرایہ) لینا حرام ہے

اس قول کو صحابی کا قول کہا گیا ہے-یہی سند مستدرک میں ہے جہاں الذھبی کہتے ہیں عبید اللہ بن إبي زیاد لین کمزور ہے

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے

حدثنا أبو بكر قال حدثنا إسماعيل بن عياش عن بن جريج قال أنا قرأت كتاب عمر بن عبد العزيز على الناس بمكة ينهاهم عن كراء بيوت مكة ودورها

عمر بن عبد العزیز کا فرمان امیر مکّہ کے نام کہ مکّے کے مکانات پر کرایہ نہ لیا جائے کیونکہ یہ حرام ہے۔

یہاں ابن جریج مدلس ہیں اور عن سے روایت ہے

مصنف ابن ابی شیبہ میں عطا کا قول ہے

حدثنا أبو بكر قال حدثنا حفص عن حجاج عن عطاء أنه كان يكره أجور بيوت مكة

عطا بن ابی رباح اس سے کراہت کرتے کہ مکہ کے گھروں کا کرایہ لیا جائے

الغرض بیشتر تابعین کا موقف ہے کہ مکہ میں پراپرٹی پر کرایہ نہیں لیا جا سکتا -اکثر فقہاء اس قول پر ہیں- طحاوی کہتے ہیں

وخالفهم في ذلك آخرون فقالوا لا بأس ببيع أرضها وإجاراتها وجعلوها في ذلك كسائر البلدان وممن ذهب إلى هذا القول أبو يوسف واحتجوا في ذلك بما

ان روایات کی دوسروں نے مخالفت کی ہے کہ مکہ کی زمین بیچنے میں اور کرایہ میں کوئی برائی نہیں ہے اور اس کو دوسرے شہروں کی طرح کیا اور جو اس قول کی طرف گئے ہیں ان میں امام ابو یوسف ہیں

طحاوی مزید کہتے ہیں

قال أبو جعفر فذهب قوم إلى هذه الآثار فقالوا لا يجوز بيع أرض مكة ولا إجاراتها وممن قال بهذا القول أبو حنيفة ومحمد وسفيان الثوري رحمه الله وقد روى ذلك أيضا عن عطاء ومجاهد

مکہ کی زمین بیچنا جائز نہیں ہے نہ اس کا کرایہ جائز ہے اور جو اس قول پر گئے ہیں ان میں امام ابو حنیفہ امام محمد امام سفیان اور یہی عطا اور مجاہد کا قول ہے

بیشتر فقہا بشمول امام مالک اور امام احمد کے نزدیک مکہ کی زمین نہ بیچی جائے گی نہ اس کا کرایہ لیا جائے گا البتہ کہا جاتا ھے امام شافعی کے نزدیک بیچا اور کرایہ لیا جا سکتا ہے- بحوالہ كتاب البيع من الشرح الممتع على زاد المستقنع للشيخ العثيمين- یہی فتوی وہابی علماء نے اپنی حکومت کو دیا ہے جبکہ یہ مسلک میں حنبلی ہیں-

دابہ الارض مکہ میں صفا سے نکلے گا

سورہ نمل میں ہے

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ

اور جب ہمارا قول ان پر واقع ہو گا ہم نکالیں گے دابہ الارض کو جو لوگوں سے کلام کرے گا کہ یہ ہماری نشانیوں پر ایمان نہیں لاتے

المقصد العلي في زوائد أبي يعلى الموصلي از الهيثمي (المتوفى: 807هـ) کی روایت ہے

حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَامِرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَذَكَرَ بِهَذِهِ التَّرْجَمَةِ أَحَادِيثَ يَقُولُ فِيهَا: وَبِهِفَمِنْهَا: عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: أَلا أُرِيكُمُ الْمَكَانَ الَّذِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ دَابَّةَ الأَرْضِ تَخْرُجُ مِنْهُفَضَرَبَ بِعَصَاهُ الشِّقَّ الَّذِي فِي الصَّفَا

ابْنِ عُمَرَ نے کہا میں تم کو مکان دکھا دوں جس کے لئے رسول اللہ نے فرمایا یہاں سے دابہ الارض نکلے گا پس انہوں نے کوہ صفا پر اپنے عصا سے ضرب لگائی

اس کی سند صحیح ہے-اخبار مکہ از أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن العباس المكي الفاكهي (المتوفى: 272هـ) کی روایت ہے

وَحَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ قَالَ: ثنا أَبُو شِبْلٍ مُهَنَّا عَنْ حَمَّاد، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ كَرِيزٍ، وَقَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَخَذَ نَعْلَهُ وَقَالَ: " لَوْ شِئْتُ أَنْ لَا أَنْتَعِلَ حَتَّى أَضَعَ رِجْلَيَّ حَيْثُ تَخْرُجُ الدَّابَّةُ مِنْ قِبَلِ أَجْيَادَ مِمَّا يَلِي الصَّفَا

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو نے کہا دابہ الارض ان چٹانوں سے نکلے گا جو کوہ صفا سے ملی ہیں

اس سند میں انقطاع ہے-أخبار مكة وما جاء فيها من الأثار از أبو الوليد بالأزرقي (المتوفى: 250هـ) کی روایت ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عِمْرَانَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: تَخْرُجُ الدَّابَّةُ مِنْ تَحْتِ الصَّفَا

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو نے کہا دابہ الارض کوہ صفا کی تہہ سے نکلے گا

اس کی سند بطور شاہد صحیح ہے

واختلف في روايته عن عبد الله بن عمرو فقيل لم يسمع منه قلت أخرج له البخاري عنه حديثين

اس میں اختلاف ہے کہ مجاہد کا سماع عبداللہ بن عمرو سے ہے یا نہیں البتہ امام بخاری نے ان کی روایت صحیح میں لی ہے

یہ اقوال ثابت کرتے ہیں کہ دابہ الارض ،مکہ سے نکلے گا-واللہ اعلم

حرمت والے مہنیوں میں جنگ کرنا

کعبہ اللہ کی وجہ سے سال کے چار ماہ حرمت والے ہیں کیونکہ ان کا تعلق حج سے ہے صحیح بخاری کے مطابق یہ چار ماہ ذوالقعدۃِ، وذوالحِجّۃِ، والمحرّمِ، ورجبُ ہیں کیونکہ ذوالقعدۃِ، وذوالحِجّۃِ، والمحرّمِ میں حج کا سفر اور حج ہوتا ہے اور رجب میں عمرہ کیا جاتا ہے

یہ مہینے عربوں میں معروف تھے اور ہر شخص کے علم میں انکی حرمت تھی لیکن مشرکین خود انکی پاسداری نہیں کرتے تھے وہ مہینوں کو النسی سے بدل دیتے تھے لہٰذا جو حرمت وقت کی قید میں بندھی ہے وہ انسانی ہاتھوں میں تبدیل ہوتی رہی تھی —رسول اللہ صلی اللہ عالیہ وسلم کی مدینہ آمد پر ان مہینوں کی حرمت کی پابندی وقتی ہٹا دی گئی[13]

سورہ البقرہ میں ہے

13

مکہ کے ساتھ ساتھ عرفات و منی میں حج کا حکم کیوں ہے ؟ اس سوال کا جواب اہل سنت کی احادیث میں نہیں ملا – البتہ الکافی از کلینی میں ہے

علي بن محمد، عن سهل بن زياد، عن منصور بن العباس، عن صالح اللفائفي عن أبي عبدالله (ع):
قال: إن الله عزوجل دحى الارض من تحت الكعبة إلى منى ثم دحاها من منى إلى عرفات ثم دحاها من عرفات إلى منى فالارض من عرفات وعرفات من منى ومنى من الكعبة.
اللہ تعالی نے زمین کو پھیلایا تو کعبہ کی زمین کو منی تک پھیلایا، پھر منی کو عرفات تک، پھر عرفات کو واپس منی تک پھیلایا، پس جو منی کی زمین ہے وہ عرفات کی بھی ہے اور جو عرفات کی زمین ہے وہ منی کی بھی ہے اور منی کعبہ میں سے ہے
یعنی تخلیق کے وقت جب اللہ تعالی زمین کو پھیلا رہا تھا تو کعبہ ، منی ، عرفات کی زمین ایک تھی – اس بنا پر یہ تمام علاقہ حرم بن گیا

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا

ترجمہ: آپ سے حرمت والے مہینے میں لڑائی کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دو اس میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے اور اللہ کے راستہ سے روکنا اور اس کا انکار کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو اس میں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بڑا گناہ ہے اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی بڑا جرم ہے اور وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر ان کا بس چلے۔

سورہ البقرہ سن ۲ ہجری میں نازل ہوئی ہے اس میں گنجائش پر بحث ہے کہ حرمت والے مہینے میں قتال کیوں جائز کیا جا سکتا ہے۔اس کا جواب دیا گیا کہ مشرکین مکہ کسی قاعدے کا احترام نہیں کر رہے لہذا اس لئے ایسا کیا جا رہا ہے لیکن ان مہینوں کی حرمت مسلمہ ہے۔آیات میں مضمر ہے کہ وقت آنے پر اس حکم کو تبدیل کیا جائے گا لہٰذا بعد میں سن 9 ہجری کے ذوالحجہ میں ان مہینوں میں قتال پر پابندی لگا دی گئی کیونکہ مکہ فتح ہوا اور مشرکین کا نظم باقی نہ رہا لہٰذا واپس وہی نظم الہی حدود حرم پر نافذ کر دیا گیا سورہ التوبہ میں ہے

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ

بے شک اللہ کے ہاں ۱۲ ماہ ہیں جس دن سے اللہ نے زمیں و آسمان کو خلق کیا ان میں چار حرمت والے ہیں

سورہ المائدہ قرآن کی آخر میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے جو دس ہجری میں نازل ہوئی ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿ المائدة٢ ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کو حلال نہ سمجھو اور نہ حرمت والے مہینے کو اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کو اور نہ ان جانوروں کو جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہوں اور نہ حرمت والے گھر کی طرف آنے والوں کو جو اپنے رب کا فضل اور اس کی خوشی ڈھونڈتے ہیں اور جب تم احرام کھول دو پھر شکار کرو اور تمہیں اس قوم کی دشمنی جو کہ تمہیں حرمت والی مسجد سے روکتی تھی اس بات کا باعث نہ بنے کہ زیادتی کرنے لگو اور آپس میں نیک کام اور پرہیزگاری پر مدد کرو اور گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

سورہ التوبہ سن 9 ہجری میں حج کے موقعہ پر نازل ہوئی ہے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مہینوں میں لشکر کشی پر لوگوں کو 9 ہجری تک بھیجا۔کتاب الأغصان الندية شرح الخلاصة البهية بترتيب إحداث السيرة النبوية از ابو إسماء محمد بن طه کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷۳ لشکر کشیاں کیں۔ جب مشرکین کا نظم حدود حرم پر باقی نہ رہا تو واپس وہی نظم الٰہی حدود حرم پر نافذ کر دیا گیا جو شروع سے حکم تھا کہ چار مہینوں کی حرمت قائم کی جائے

کعبہ کی تعمیر دوم اور مناسک حج کا آغاز

جبلہ ، بابل یا عراق میں اپنے علاقے سے خروج کرنے کے بعد ابراہیم علیہ السلام کنعان میں آ کر آباد ہوئے - ان کے ساتھ لوط علیہ السلام بھی نکلے تھے لیکن ان کو نبی مقرر کر کے یروشلم کے پاس شہر سدوم بھیجا گیا-

ابراہیم علیہ السلام کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی وہ بوڑھے ہو رہے تھے تو ان کی بیوی سارہ علیہا السلام نے ان کو اپنی لونڈی ہاجر علیہا السلام دیں جو رستے میں ایک حاکم نے سارہ علیہا السلام کو تحفتا دی تھیں —ابراہیم علیہ السلام نے ہاجر علیہا السلام کو آزاد کر کے بیوی بنایا[14] —پھر اللہ تعالی نے حکم دیا کہ ہاجر اور ان

---

[14]

ابراہیم علیہ السلام کی چار زوج یا لونڈیاں تھیں
اول سارہ علیہ السلام – ان پر تمام ابراہیمی ادیان کا کہنا ہے کہ بیوی تھیں بابل کی تھیں
دوم ہاجر (أم إسمعيل) علیہ السلام ان پر یہود و نصاری کا کہنا ہے کہ یہ لونڈی تھیں جو شاہ مصر نے تحفتا دی – یہ شاہ مصر وہی ہے جو کذب ثلاثہ والی حدیث میں ظالم بادشاہ تھا اور بائبل اور حدیث کا بیان ایک ہے – البتہ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ ہاجر (أم إسمعيل) بیوی تھیں
سوم قطورا ان کا ذکر بائبل میں ہے – حدیث میں ان کا ذکر نہیں ملا البتہ مسلمان مورخین نے ان کا ذکر کیا ہے
چہارم حجورا ان کا ذکر مورخین نے کیا ہے

قطورا پر ایک قول ہے کنعان سے تھیں
المعارف از ابن قتیبہ میں ہے
وتزوّج إبراهيم امرأة من الكنعانيين، يقال لها: قطورا، فولدت له أربعة نفر [1] . وتزوّج أخرى يقال لها: حجورا، فولدت له سبعة نفر./ 18/ فكان جميع ولد إبراهيم ثلاثة عشر رجلا. وعاش إبراهيم مائة وخمسا وسبعين سنة [2] .

ابن اسحاق اور ابن اثیر اور ابن خلدون کا کہنا ہے کنعان کی تھیں نام دیا ہے
قطورا بنت یقطن

کے بیٹے کو بکہ (موجودمکہ) میں چھوڑ دیا جائے -اللہ تعالی نے فیصلہ کر لیا تھا کہ بنی اسمٰعیل کو بنی اسحاق سے الگ ایک قوم بنایا جائے گا

اللہ تعالی کے حکم پر ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی اور بیٹے اسمٰعیل کو مکہ میں چھوڑا - پھر کچھ عرصے بعد خواب دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں - ابراہیم کنعان سے مکہ گئے اور اسمٰعیل سے خواب کا ذکر کیا تو بیٹے نے کہا اگر اللہ کا حکم ہے تو اس کو کریں - پس اللہ نے اس عمل کو قبول کیا اور اسمٰعیل کے بدلے ایک جانور ذبح کیا گیا -

یہودیوں کا عیسیٰ علیہ السلام کے دور کا ایک فرقہ قمران میں آباد تھا جو بحر مردار پر ایک مقام ہے -انہوں نے ۷۰ ع میں رومیوں سے اپنی کتابیں بچانے کے لئے مرتبانوں میں رکھیں اور آس پاس کے غاروں میں چھپا دیں -۱۹۴۷ میں یہ کتابیں دریافت ہوئیں اور اس وقت دینا کی قدیم توریت بھی انہی میں سے ہے -کاربن ڈیٹنگ اور دوسرے سائنسی نتائج سے یہ ثابت ہو چکا ہے یہ کتب عیسیٰ کے زمانے میں کم و بیش سو سال کے اندر کی ہیں - ان کو بحر مردار کے طومار کہا جاتا ہے

Dead Sea Scrolls

قطورا پر ایک قول ہے یمنی جرهم سے تھیں
البدء والتاريخ
المؤلف: المطهر بن طاهر المقدسي (المتوفى: نحو 355هـ)
المعارف از ابن قتیبہ میں ہے
وتزوّج إبراهيم امرأة من الكنعانيين، يقال لها: قطورا، فولدت له أربعة نفر . وتزوّج أخرى يقال لها: حجورا، فولدت له سبعة نفر./ 18/ فكان جميع ولد إبراهيم ثلاثة عشر رجلا. وعاش إبراهيم مائة وخمسا وسبعين سنة.
قطورا سے ٤ - حجورا سے ٧ - ایک ھاجر (أم إسمعيل) سے- ایک سارہ سے
ابن قتیبہ کے مطابق کل ملا کر ١٣ لڑکے ہوئے -

اس کی ایک کتاب میں یہ تفصیل ملی کہ

Abraham's travel east to the Euphrates and the Persian Gulf region, then around the coast of Arabia to the Red Sea, and finally to the Sinai desert and then to his home

ابراہیم علیہ السلام نے مشرق میں فرات تک سفر کیااور خلیج عرب کااور بحیرہ احمر کے ساحل پر عرب کا سفر کیااور دشت سیناتک آئے

(Geza Vermes, The Complete Dead Sea Scrolls, Genesis Apocryphon 448–459).

راقم کے علم میں یہ پہلی یہودی کتاب ہے جس میں یہ کہا گیاہے کہ ابراہیم کبھی بحیرہ احمر کے ساحل تک گئے کیونکہ موجودہ تورات میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ کتاب جوبلی بحر مردار کے طومار میں موجود ہے لیکن ابھی تک اس کا ترجمہ شائع نہیں ہوا ہے

ابراہیم علیہ السلام نے جب اسمٰعیل اور ھاجر علیہما السلام کو مکہ میں چھوڑا تو وہ ایک بے آب وادی تھی وہاں سے ایک عرب قافلہ اتفاقاً گزرا جو بنو جرہم سے تھا انہوں نے وہاں پرندے دیکھے اور زمزم کی وجہ سے وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔ بخاری کی روایت ہے

قال ابن عباس رضي الله عنهما: قال النبي صلى الله عليه وسلم: " يرحم الله أم إسماعيل، لو تركت زمزم - أو قال: لو لم تغرف من الماء - لكانت عينا معينا "، وأقبل جرهم فقالوا: أتأذنين أن ننزل عندك؟ قالت: نعم، ولا حق لكم في الماء، قالوا: نعم

ابن عبّاس کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ام اسمٰعیل پر رحم کرے اگر وہ زمزم کو چھوڑ دیتیں یا کہا پانی پر بند نہیں باندھتین تو وہ چشمہ کی طرح بہتا اور جرہم والے ان کے پاس آئے اور کہا کیا آپ اجازت دیں گی کہ ہم یہاں رکیں کہا ہاں لیکن تمہارا پانی پر حق نہ ہو گا انہوں نے کہا جی

کتاب تَارِيخ العَوْتَبِي از أبو المنذر سلمة بن مسلم بن إبراهيم الصحاري العوتبي (المتوفى: 511ھ-) کے مطابق قبیلہ جرہم کا تعلق

جُرْهُم بن قَحْطان، وهم يومئذ بمكة، ولم يزل اللسان العربيْ في ولد إرم بن سام بن نوح إلى زمن هودِ عليه السلام

جُرْہُم بن قَحْطان... عربی زبان نہیں چھوڑی إرم بن سام بن نوح سے لے کر ہودٍ علیہ السلام کے زمانے تک

معلوم ہوا کہ عرب قوم ابراہیم علیہ السلام سے پہلے سے موجود تھی اور ابراہیم کو عربوں کا جد امجد کہنا صحیح نہیں کیونکہ ابراہیم اور اسمٰعیل عرب نہیں تھے-البتہ ھاجر علیہ السلام کا تعلق مصر سے تھا اور ممکن ہے وہ عربی سے واقف ہوں-اسمٰعیل علیہ السلام نے اسی قبیلہ کی ایک خاتون سے نکاح کیا اور اس طرح ابراہیم علیہ السلام کی عربوں سے رشتہ داری شروع ہوئی-بخاری کی حدیث میں ہے

وَشَبَّ الْغُلاَمُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ

اور لڑکا (اسمٰعیل) جوان ہوا اور ان (قبیلہ جرھم) سے عربی (بھی) سیکھ لی

قرآن میں سورہ ابراہیم میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے کہ انہوں نے کہا

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ

اللہ کی تعریف ہے جس نے بڑھاپے میں مجھ کو اسمعیل اور اسحاق دیے بے شک میرا رب دعا سنتا ہے

شاید یہی وجہ ہے کہ پہلے بیٹے کا نام اسمٰعیل رکھا یعنی جس کی ایل (اللہ) سنے- اس دوران اللہ تعالی نے فیصلہ کیا کہ اہل سدوم کو ہم جنس پرستی کی پاداش میں فنا کر دیا جائے گا- فرشتے انسانی شکل میں آئے اور پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے- علم غیب سے عاری ابراہیم علیہ السلام نے ان فرشتوں کو انسان سمجھ کر کھانا پیش کیا- لیکن جب دیکھا کہ ان رجال کا انداز انسانوں جیسا نہیں ہے وہ خائف ہوئے اور فرشتوں نے ظاہر کیا کہ وہ ایک بچہ کی خوش خبری لائے ہیں- سارہ علیہ السلام نے خوشی میں اپنا چہرہ پیٹا کہ اب اس عمر میں میں ماں بنوں گی؟ فرشتوں نے کہا ایسا ہی ہو گا

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِاِسْحَاقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحَاقَ يَعْقُوْبَ (71)

اور اس کی عورت کھڑی تھی تب وہ ہنس پڑی پھر ہم نے اسے اسحاق کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی، اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔

قَالَتْ يَا وَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ (72)

وہ بولی اے افسوس کیا میں بوڑھی ہو کر جنوں گی اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے، یہ تو ایک عجیب بات ہے۔

قَالُـوٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّـٰهِ ۖ رَحْـمَتُ اللّـٰهِ وَبَـرَكَاتُهٝ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۚ اِنَّهٝ حَـمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (73)

انہوں نے کہا کیا تو اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو، تم پر تو اے اہل بیت اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، بے شک وہ تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔

قرآن میں ہے کہ سارہ علیہ السلام کو جب بیٹے کی بشارت ملی تو

فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ

اس کی بیوی آگے بڑھی، اپنے چہرہ پر (خوشی و حیرت میں) ہاتھ مارتی ہوئی اور بولی : بوڑھی بانجھ

اس بیٹے کا نام اسحاق رکھا گیا جس کا مطلب عبرانی میں ہے ہنسنے والا - سورہ الصافات میں ترتیب میں پہلے بیٹے کا ذکر ہے جس کی قربانی کا حکم دیا گیا جو ظاہر ہے اسمٰعیل ہیں اس کے بعد کہا گیا کہ اسحاق کی بھی بشارت دی تا کہ بتایا جائے کہ قربانی والا واقعہ اسمٰعیل کے ساتھ ہوا

بیت اللہ کی تعمیر نو کا حکم

سورہ بقرہ میں ذکر ہے کہ اللہ تعالی نے بیت اللہ کا مقام بکہ میں مقرر کیا

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِى بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَ هُدًى لِّلْعَالَمِينَ

بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو بکہ میں ہے برکت والا اور

سارے جہان کا راہنما

زبور میں ہے

Blessed is the man whose strength is in thee; in whose heart are the ways ofthem.Who passing through the valley of Baca make it a well; the rain also filleth the pools

بابرکت ہے وہ شخص جس کی طاقت اللہ کی طرف سے ہو، جس کے ہاتھ میں ان سب کے

قلوب ہیں- وہ جو بکہ سے گرزا اس میں کنواں بنایا اور بارش سے اس کو بھرا

بکہ یقینا بے آب و گیاہ مقام ہے جہاں کنواں اللہ کے حکم سے بنا- آجکل اہل کتاب کہتے ہیں کہ بکہ کوئی مقام ہو گا یروشلم میں یا گلیل میں یا سینا میں- مزید یہ کہ ان کے مترجم بھی بکہ کا نام چھپاتے ہیں مثلا بعض اس کا ترجمہ کرتے ہیں وادی جہاں رونا ہو- بعض ترجمہ کرتے ہیں Balsam کے درخت- غور کریں کہ ایک مقام جہاں کنواں سے پانی نکالا جاتا ہو وہاں درختوں کا جنگل کیسے ہو سکتا ہے؟ دوم توریت کتاب پیدائش باب ۳۵ میں موجود ہے کہ وہ کاروان جو بنی اسمٰعیل کا تھا جس نے یوسف علیہ السلام کو مصر میں بیچا وہ اسی درخت سے نکلنے والے مرہ (گوند بخور) کو فروخت کے لئے لے جا رہا تھا-

As they sat down to eat their meal, they looked up and saw a caravan of Ishmaelites coming from Gilead. Their camels were loadedwith spices,

balm and myrrh, and they were on their way to take them down to Egypt.

اگر بنی اسمٰعیل عرب سے مرہ کو درخت سے نکال سکتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ یہ درخت عرب میں موجود تھے اور آج بھی ہیں- عربی میں البکاء کہتے ہیں رونے کو اور یہی لفظ عبرانی میں بھی بولا جاتا ہے- اس طرح یہ بکہ کو البکاء سے بدل دیتے ہیں، لیکن حقیقت چھپ نہیں سکتی-

مکہ کو حرم اللہ تعالی نے قرار دیا ہے اس کی وجہ سے سال کے چار ماہ حرمت والے ہیں اس دن سے جس دن زمین و آسمان بنے- قرآن میں سورہ توبہ ایۃ ۳۶ ہے

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ

اللہ کے نزدیک مہینے ۱۲ ہیں جو کتاب اللہ میں ہیں، اس روز سے جب زمیں و آسمان خلق ہوئے، ان میں سے چار حرمت والے ہیں

صحیح مسلم میں ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

اس شہر مکہ کو اللہ نے حرم قرار دیا اس روز جب آسمان و زمین خلق ہوئے

قرآن میں ہے

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا ۖ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (125)

اور جب ہم نے بیت کو لوگوں کے لیے عبادت گاہ اور امن کی جگہ بنایا، (اور فرمایا) مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ، اور ہم نے ابراھیم اور اسماعیل سے عہد لیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔

وَاِذْ قَالَ اِبْـرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَـدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَـهٝ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْـهُـمْ بِاللّـٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۖ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٝ قَلِيْلًا ثُـمَّ اَضْطَرُّهٝٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْـرُ (126)

اور جب ابراهيم نے کہا اے میرے رب اسے امن کا شہر بنا دے اور اس کے رہنےو الوں کو پھلوں سے رزق دے جو کوئی ان میں سے اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے، فرمایا اور جو کافر ہوگا سو اسے بھی تھوڑاسا فائدہ پہنچاؤں گا پھر اسے دوزخ کے عذاب میں دھکیل دوں گا، اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْـرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْـمَاعِيْلُ ۖ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِـيْمُ (127)

اور جب ابراھیم اور اسماعیل بیت کی بنیادیں اٹھا رہے تھے، اے ہمارے رب ہم سے قبول کر، بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۖ وَاَرِنَا مَنَاسِكَـنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْـمُ (128)

اے ہمارے رب ہمیں اپنا فرمانبردار بنا دے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنا فرمانبردار بنا، اور ہمیں ہمارے حج کے طریقے بتا دے اور ہماری توبہ قبول فرما، بے شک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِـيْهِـمْ رَسُوْلًا مِّنْـهُـمْ يَتْلُوْا عَلَيْـهِـمْ اٰيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُـمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّـيْـهِـمْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِـيْمُ (129)

اے ہمارے رب! اور ان میں ایک رسول انہیں میں سے بھیج جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انہیں کتاب اور دانائی سکھائے اور انہیں پاک کرے، بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

آیات میں موجود ہے کہ ابراہیم و اسمٰعیل نے کعبہ کی بنیادوں کو بلند کیا نہ کہ نئے سرے سے اس کی بنیاد رکھی – بنیاد تو آدم علیہ السلام اس کی رکھ چکے تھے

مستدرک حاکم کی روایت ہے جس کو حاکم اور الذھبی مسلم کی شرط پر کہتے ہیں

حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُحَمَّد الصَّيْرَفِيُّ، بِمَرْوَ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ مُلَاعِبِ بْنِ حَيَّانَ، ثنا عُبَيْدُ الله بْنُ مُوسَى، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ، قَالَا: ثنا إِسْرَائِيلُ، ثنا خَالِدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ خَالِد بْنِ عَرْعَرَةَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ عَلِيًّا رَضِيَ الله عَنْهُ عَنْ {أَوَّلَ بَيْت وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا} [آل عمران: 96] أَهُوَ أَوَّلُ بَيْت بُنِيَ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنَّهُ أَوَّلُ بَيْت وُضِعَ فِيهِ الْبَرَكَةُ وَالْهُدَى، وَمَقَامُ إِبْرَاهِيمَ، وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا، وَلِإِنْ شِئْتَ أَنْبَأْتُكَ كَيْفَ بَنَاهُ الله عَزَّ وَجَلَّ، إِنَّ الله أَوْحَى إِلَى إِبْرَاهِيمَ أَنِ ابْنِ لِي بَيْتًا فِي الْأَرْضِ فَضَاقَ بِهِ ذَرْعًا، فَأَرْسَلَ الله إِلَيْهِ السَّكِينَةَ، وَهِيَ رِيحٌ خَجُوجٌ، لَهَا رَأْسٌ، فَاتَّبَعَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ حَتَّى انْتَهَتْ، ثُمَّ تَطَوَّقَتْ إِلَى مَوْضِعِ الْبَيْتِ تَطَوُّقَ الْحَيَّةِ، فَبَنَى إِبْرَاهِيمُ فَكَانَ يَبْنِي هُوَ سَاقًا كُلَّ يَوْمٍ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَكَانَ الْحَجَرِ، قَالَ لِابْنِهِ: أَبْغِنِي حَجَرًا فَالْتَمَسَ ثَمَّةَ حَجَرًا حَتَّى أَتَاهُ بِهِ، فَوَجَدَ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ قَدْ رُكِّبَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُهُ: مِنْ أَيْنَ لَكَ هَذَا؟ قَالَ: جَاءَ بِهِ مَنْ لَمْ يَتَّكِلْ عَلَى بِنَائِكَ جَاءَ بِهِ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ فَأَتَمَّهُ «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ»

خَالِدِ بْنِ عَرْعَرَةَ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ إِوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكً میں کیا یہ زمین پر بننے والا پہلا گھر ہے ؟ علی نے کہا نہیں لیکن پہلے گھر میں برکت اور ہدایت ہے اور مقام ابراہیم ہے جو اس میں داخل ہوا امن میں ہے اور اگر چاہو تو میں تمہیں خبر دوں کہ اللہ نے یہ کیسے بنوایا بے شک اللہ نے ابراہیم پر الہام کیا کہ زمین پر میرے لئے گھر بناؤ پس ان کا دل تنگ ہوا پس اللہ نے سکینہ کو بھیجا جو ایک تند و تیز ہوا تھی جس کا سر

بھی تھا پس اس کے پیچھے ابراہیم کا ایک ساتھی لگا یہاں تک کہ وہ رک گئی اور بیت اللہ کا ایک زندہ کی طرح طواف کرنے لگی پس ابراہیم اس مقام پر روز بیت اللہ بناتے یہاں تک کہ (بنیاد کھودتے ہوئے) کہ ایک (بڑے) پتھر تک پہنچ گئے پس انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا یہ پتھر دو اور انہوں نے اس کو اٹھایا تو اس کے نیچے حجر الاسود تھا- ابراہیم نے اس کو نصب کر دیا تھا تو ان کے بیٹے نے کہا یہ آپ کو کہاں سے ملا؟ یہ ان سے ملا جن تک تمہاری نگاہ نہیں جاتی — جبریل آسمان سے لائے اور یہ پورا کیا

یہ روایت تفسیر طبری میں بھی نقل ہوئی ہے- اس روایت میں سکینہ کا ذکر ہے -

جبل إلال یا جبل عرفات

مناسک میں جبل عرفات کے پاس جمع ہونے کا حکم بھی ہے-

فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُواْ اللّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّآلِّينَ

پھر جب تم عرفات سے پھرو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کو یاد کرو، اور اس کی یاد اس طرح کرو کہ جس طرح اس نے تمہیں بتائی ہے، اور اس سے پہلے تو تم گمراہوں میں سے تھے۔

عرفات کا لفظ عبرانی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ عبرانی ناموں سے ملتا جلتا ہے-

کتاب المطلع علی إلفاظ المقنع از البعلی کے مطابق

، وسمي عرفات؛ لأن جبريل عليه السلام كان يري إبراهيم عليه السلام، المناسك، فيقول: عَرَفْتَ عَرَفْتُ

عرفات کہا جاتا ہے کیونکہ جبریل نے ابراہیم کو مناسک بتائے اور ابراہیم نے کہا جان گیا جان گیا

اس کی سند ہی نہیں- دوسرا قول ہے

الواحدي عن عطاء ، وقيل: لأن آدم عليه السلام، تعارف هو وحواء عليها السلام بها.
وكان آدم أهبط بالهند، وحواء بجدة،

الواحدی نے عطاء بن دینار الہذلی سے نقل کیا کہ کہا جاتا ہے یہاں آدم و حوا نے ایک دوسرے کو پہچانا کیونکہ آدم ہند میں تھے اور حوا جدہ میں

یہ قول ضعیف ہے- عرفات اغلبًا ابراہیم علیہ السلام کی زبان کا لفظ ہے یہ لفظ عربی نہیں ہے کیونکہ اسم پر الف لام ہونا چاہیے دوم وہ الفاظ جو ت پر ختم ہوتے ہیں وہ عربی نہیں ہوتے مثلا طاغوت یا جالوت یا تابوت یہ سریانی کے الفاظ ہیں- جبل رحمت دور جدید کا لفظ ہے اس کو جبل عرفات یا جبل الال کہا جاتا تھا- کتاب العین از الفراہیدی البصری (المتوفى: 170ھ) کے مطابق

إِلالٌ: جبل بمكة هو جبل عرفات

کتاب المحبر از ابو جعفر البغدادی کے مطابق ایام جاہلیت کا شاعر العامری کہتا ہے

فأُقسم بالذي حجتْ قريشْ ... وموقف ذي الحجيج إلى إلال

اور حاجیوں کا وقوف الال پر ہے

الال عبرانی کا لفظ ہے اس کا ذکر کتاب المفصل فی تاریخ العرب قبل الإسلام میں الدکتور جواد علی کرتے ہیں

وذكر العلماء أن لفظة "الآل" بمعنى الربوبية، واسم الله تعالى. وأن كل اسم آخره "أل" أو "إيل" فمضاف إلى الله تعالى

اور علماء نے ذکر کیا کہ لفظ الال کا مطلب ربوبیت ہے اور یہ الله کا اسم ہے ہر وہ اسم جس کا آخر ال ہو یا ایل ہو وہ الله کی طرف مضاف ہے

پھر اس کی مثال ہے ومنہ "جبرائیل" و "میکائیل - اس میں جبریل ہے اور میکائل ہے

اسی کتاب میں جواد علی کہتے ہیں

في الأسماء الأعجمية إيل، مثل إسرافيل، وجبريل، وميكائيل، وإسرائيل، وإسماعيل". وقيل: الإلّ: الربوبية

اور عجمی اسماء میں سے ہے ایل مثلا اسرافیل اور جبریل اور میکائیل اور اسرائیل اور اسمعیل اور کہا جاتا ہے الال یعنی ربوبیت

یہ بات قرین قیاس ہے کیونکہ جبل الال عرفات کے بیچ میں ہے اور اس کی خبر ابراہیم نے دی جو لفظ ایل بولتے تھے- اللہ کا لفظ عربی میں سریانی سے آیا ہے جو ابراہیم کے بعد کی زبان ہے لہٰذا اس پہاڑ کا اصل نام جبل الال ہے نہ کہ جبل الرحمہ

سورہ توبہ کی آیت ۸ کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں

كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَى قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ

.قال قتادة " الإِلَّ ": الله، و " الذِّمَّةِ ": العهد

. وقال مجاهد " الإلَّ ": الله، و " الذِّمَّةُ ": العهد

ابو عبید البغدادی (المتوفی: 224ھ-) نے غریب الحدیث میں اس آیت کا ذکر کر کے آراء نقل کیں پھر کہا

. [قَالَ أَبُو عُبَيْد -] : فالإل ثَلَاثَة أَشْيَاء: اللَّه تَعَالَى والقرابة والعهد

پس الال تین چزیں ہیں اللہ تعالی اور قرابت اور عہد

کتاب معجم مقاييس اللغة از احمد بن فارس بن زكرياء القزويني الرازی، ابو الحسین (المتوفی: 395ھ-) کے مطابق

قَالَ الْمُفَسِّرُونَ: الْإِلُّ: اللَّهُ جَلَّ ثَنَاؤُهُ

لیکن ابن حجر فتح الباری ج ٦ ص ٢٦٧ میں کہتے ہیں (علماء میں سے بعض اب) ایک سے زائد اس کا انکار کرتے ہیں کہ یہ الال سے مراد اللہ ہے

وَعَنْ مُجَاهِدٍ الْإِلُّ اللَّهُ وَأَنْكَرَهُ عَلَيْهِ غَيْرُ وَاحِدٍ

یعنی آہستہ آہستہ جب لوگوں کو احساس ہوا کہ الال عربی کا لفظ ہی نہیں تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا کہ یہ اللہ کا نام ہے اور اسی طرح جبل الال کا نام بھی بدل دیا گیا جو عھد قدیم سے چلا آ رہا تھا

راقم کہتا ہے یہ غلط ہوا ابراہیم و اسمٰعیل کو عرب نہ کہا جائے نہ عربوں کا باپ کہا جا سکتا ہے عرب نسل ابراہیم سے پہلے سے ہے اور عربی زبان بھی ان انبیاء سے قدیم ہے لہذا جو ان انبیاء سے ملا ہے اس کو چھپانے کے بجائے ان کی عبرانیت کو قبول کیا جانا چاہیے-

بیت اللہ کے پاس قربانی کا حکم

قربانی کا تعلق اللہ تعالی کے شکر سے ہے جس کا تعلق حج سے ہے اور جو حج نہیں کر رہے ان کو بھی اللہ کی کبریائی بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے-سورہ حج میں اس کی یہی وجہ بیان کی گئی ہے-سورہ حج مدنی سورہ ہے اور یہ غزوہ بدر سے قبل نازل ہوئی ہے اس میں حج کی رسوم کو ابراہیم کے ذریعہ جاری کرنے کی تفصیل ہے کیونکہ کعبہ سے متعلق ان کی دعا تھی

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ

سورہ البقرہ

ہم کو اس کے مناسک سکھا

پھر سورہ سورہ الحج میں ہے

ذَلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ

یہی حکم ہے اور جو اللہ کی معزز چیزوں کی تعظیم کرے گا سو یہ اس کے لیے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے، اور تمہارے لیے مویشی حلال کر دیے گئے ہیں مگر وہ جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں، پھر بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرو۔

اور

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ

اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی مقرر کر دی تھی تاکہ اللہ نے جو چارپائے انہیں دیے ہیں ان پر اللہ کا نام یاد کیا کریں، پھر تم سب کا معبود تو ایک اللہ ہی ہے پس اس کے فرمانبردار رہو، اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔

اور

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

اور ہم نے تمہارے لیے قربانی کے اونٹ کو اللہ کی نشانیوں میں سے بنایا ہے تمہارے لیے ان میں فائدے بھی ہیں، پھر ان پر اللہ کا نام کھڑا کرکے لو، پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں تو ان میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور سائل کو بھی کھلاؤ، اللہ نے انہیں تمہارے لیے ایسا مسخر کر دیا ہے تاکہ تم شکر کرو۔

یعنی جانوروں کو ذبح کرنا اللہ کا شکر ادا کرنا ہے- اسلام اور ہدایت پر جو عربوں کو ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے ملی اور اس کی تجدید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوئی، جو حاجی ہے اس پر یہ فرض ہے اور مقیم پر واجب ہے

ایک شخص کا کہنا ہے کہ قربانی کا تعلق صرف حج سے ہے —راقم کہتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل سنت سے معلوم ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی ہے اور ان کے اصحاب نے بھی کی ہے جبکہ حج رسول اللہ نے صرف ایک ہی کیا ہے- حج سے متعلق احکام میں ہے کہ اس کے مہینوں میں جنگ نہ کی جائے تو کیا یہ حکم حاجیوں کے لئے ہے عام مسلمانوں کے لئے نہیں ہے ؟ ظاہر ہے یہ حکم سب کے لئے ہے- اسی طرح سورہ حج میں جب قربانی کا ذکر ہے تو کہا گیا ہے
ولتکبروا الله على ما هداكم ولعلكم تشكرون اور اللہ کی تکبیر کرو اِس ہدایت پر جو اس نے دی

اور شکر کرو- سورہ حج میں تکبیر کا حکم ہے اور ہدایت ہم سب کو ملی چاہے حاجی ہو یا غیر حاجی اس لئے قربانی پر تکبیر کہے جائے گی اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے

ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ

ابراہیم علیہ السلام کے دور میں قبلہ کا کوئی تصور نہیں تھا- عبادت کے لئے مشرق و مغرب میں کہیں بھی رخ کیا جا سکتا تھا البتہ جب ابرہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی تو آپ علیہ السلام ، مقام ابراہیم کے پاس کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جس کا رخ بیت المقدس کی مخالف سمت میں ہوتا تھا- **قرآن میں اللہ تعالی کا** فرمان ہے

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًاوَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ   ال عمران

سب سے پہلا گھر جو انسانوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا وہ، وہ ہے جو بکہ میں ہے،.برکت والا اور عالمین کے لیے ہدایت ہے

قرآن میں اللہ تعالی کا فرمان ہے

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْـرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْـمَاعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

اور جب ابراھیم بیت اللہ کی بنیاد کو بلند کر رہا تھا اور اسمٰعیل –اے رب ہم سے اس (عمل) کو قبول کر بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے

سورہ بقرہ میں مدینہ میں بتایا گیا کہ ابراہیم کو حکم دیا گیا تھا

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى

مقام ابراہیم کا مصلی کرنے کا مطلب ہے کہ امام کعبہ کے سامنے جنوب مغرب میں رخ کرے اور یروشلم کو قبلہ نہ کرے بلکہ اس کی مخالف سمت میں نماز پڑھنے کے مقام کو لے- یہ سب تحویل قبلہ کے تناظر میں کہا گیا ہے- آجکل مقام ابراہیم کعبہ سے دور ہے لیکن مورخین کے مطابق دور نبوی میں اس چٹان کو کعبہ کی دیوار سے ملا کر رکھا گیا تھا- کعبہ کا دروازہ شمال و مشرق میں جو دیوار ہے اس میں ہے [15]

نمبر تین وہ جگہ ہیں جہاں اصل مقام ابراہیم کعبہ کے ساتھ رکھا ہوا تھا

مقام ابراہیم کو مصلی بنانے کا حکم اصل میں امام کے لئے ہے کہ وہ مقام ابراہیم کے پاس کھڑا ہو گا- کعبہ کی اس دیوار کی طرف جہاں پر دروازہ ہے یعنی امام کا منہ جنوب مغرب کے بیچ میں ہو گا- یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اگر کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تو انہوں نے بیت المقدس کی طرف رخ نہیں کیا-

---

15 کعبہ کا دروازہ بالکل مشرق میں نہیں کھلتا جس طرح یہود کا دعوی ہے کہ ہیکل سلیمانی کا دروازہ مکمل مشرق میں کھلتا تھا-

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْـهَدْىَ وَالْقَلَآئِدَ ۚ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَاوَاتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْـمٌ

(97)

اللہ نے کعبہ کو محترم گھر بنایا (مقرر کیا) ہے لوگوں کے لیے قیام کا باعث کر دیا ہے اور عزت والے مہینے کو بھی اور حرم میں قربانی والے جانور کو بھی اور وہ جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر کعبہ کو لے جائیں، یہ اس لیے ہے تا کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ کو معلوم ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اس آیت میں جعل کا لفظ ہے جس کا مطلب بنایا ہوتا ہے یا مقرر کرنا یعنی اس مقام کو اللہ نے بیت اللہ کے طور پر مقرر کیا ہے۔ یہی حکم بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا، تحویل قبلہ میں اس کا ذکر کیا گیا کہ اب بنی اسرائیل کے قبلہ کی طرف نہیں بلکہ اس کی مخالف سمت میں رخ کرو۔

مقام ابراہیم کو مقام ابراہیم اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس چٹان پر ان کے پیر کا نشان معجزاتی انداز موجود تھا۔ روایات اہل بیت ہیں جو بتاتی ہیں کہ یہ نشان اس وقت بنا جب ابراہیم ایک موقعہ پر اسمٰعیل سے ملنے آئے ان کی بہو ملی اس سے بات ہوئی تو ابراہیم نے زمین پر قدم نہیں رکھا اور کہا میں اسمٰعیل کے لئے آیا ہوں۔ بہو نے کہا کہ آپ اگر زمین پر قدم نہیں رکھیں تو کم از کم چٹان پر رکھیں میں یہاں آپ کے پیر دھو دیتی ہوں۔ اس وقت اللہ کے حکم سے یہ نشان چٹان پر بن گیا تا کہ اسمٰعیل کے لئے نشانی بن جائے کہ واقعی ابراہیم یہاں تک آئے تھے۔ اسمٰعیل سے ملے بغیر ابراہیم واپس چلے گئے اس واقعہ کا ذکر صحیحین میں نہیں ہے لیکن تاریخ طبری میں ہے

انْزِلْ حَتَّى أَغْسِلَ رَأْسَكَ، فَلَمْ يَنْزِلْ، فَجَاءَتْهُ بِالْمَقَامِ فَوَضَعَتْهُ عَنْ شِقِّهِ الأَيْمَنِ، فَوَضَعَ قَدَمَهُ عَلَيْهِ فَبَقِيَ أَثَرُ قَدَمِهِ عَلَيْهِ

اسمٰعیل کی دوسری بیوی نے ابراہیم سے کہا سواری سے اتریے اور سر دھو لیں لیکن ابراہیم نہ اترے اور مقام تک آئے ہے اس ...پر ان کے قدم کا اثر رہ گیا

صحیح بخاری میں اس حکایت کا کچھ حصہ ہے کہ ابراہیم نے جاتے جاتے کہا اسمٰعیل کو کہنا چوکھٹ باقی رکھو یعنی اس بہو کو نکاح میں رکھو- اس چٹان کو کعبہ کی دیوار سے ملا کر باب کعبہ کے ساتھ رکھا جاتا تھا- اللہ تعالی نے حکم دیا کہ اس دیوار کی طرف منہ کر کے امام کھڑا ہو گا جس میں کعبہ کا دروازہ ہے

مقام ابرہیم کا ٹوٹنا

ایک زمانے میں مقام ابراہیم کعبہ کی دیوار کے ساتھ تھا لیکن طواف میں آسانی کے لئے اس کو اب دور نصب کر دیا گیا ہے- وہابی مفتی بن باز، فتاوی نور علی الدرب میں کہتے ہیں

مقام إبراهيم حجر كان يقوم عليه يبني، فلما فرغ جعله تحت جدار الكعبة، فلما بُعثَ النبي صلى الله عليه وسلم أُمِرَ بأن يصلي خلفه، أمره الله، قال: {وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى}. وكان قرب الكعبة، فأخره عمر في المكان المعروف، المقصود أنه حجر كان يقوم عليه إبراهيم للبناء عليه الصلاة والسلام، هذا مقام إبراهيم

مقام ابراہیم پتھر ہے اس پر کھڑے ہو کر اس کو بنایا گیا جب اس سے فارغ ہوئے تو اس کو کعبہ کی دیوار کے نیچے کر دیا پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو اللہ نے حکم دیا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھو اور یہ کعبہ کے قریب تھا/ پس اس کو دوسرے مکان جو اب مشہور ہے وہاں بنا دیا گیا ہے اور یہ پتھر ہے جس پر ابراہیم نے تعمیر کی یہی مقام ابراہیم ہے

مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين میں العثيمين کہتے ہیں

لا شك أن مقام إبراهيم ثابت وأن هذا الذي بني عليه الزجاج هو مقام إبراهيم عليه الصلاة والسلام، لكن الحفر الذي فيه، لا يظهر أنه أثر القدمين؛ لأن المعروف من الناحية التاريخية أن أثر القدمين قد

زال منذ أزمنة متطاولة، ولكن حفرت هذه، أو صنعت للعلامة فقط، ولا يمكن أن نجزم بأن هذا الحفر هو موضع قدمي إبراهيم عليه الصلاة والسلام.

بے شک مقام ابراہیم ثابت ہے جس پر اب شیشہ لگا دیا گیا ہے وہی مقام ابراہیم ہے لیکن اس میں جو گڑھے ہیں ان سے اصلی قدم ظاہر نہیں ہوتے کیونکہ تاریخ میں ہے کہ قدم کے نشان کافی عرصہ پہلے ختم ہو چکے تھے لیکن یہ گڑھے صرف علامتی ہیں اور ہم جزم سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کے ہی قدم کے نشان ہیں

کتاب أخبار مكة في قديم الدهر وحديثه از أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن العباس المكي الفاكهي (المتوفى: 272هـ) کے مطابق

وَذَلِكَ أَوَّلُ يَوْمٍ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ أَرْسَلَ عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ إِلَى الْحَجَبَةِ يَأْمُرُهُمْ بِحَمْلِ الْمَقَامِ إِلَى دَارِ الْإِمَارَةِ لِيُرَكِّبُوا عَلَيْهِ الطَّوْقَيْنِ اللَّذَيْنِ عُمِلَا لَهُ عَلَى مَا وَصَفْنَا لِيَكُونَ أَقَلَّ لِزِحَامِ النَّاسِ، فَأَتَوْا بِهِ إِلَى دَارِ الْإِمَارَةِ، وَأَنَا عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ جَمَاعَةٌ مِنَ النَّاسِ مِنْ حَمَلَةِ الْعِلْمِ وَغَيْرِهِمْ فِي ثَوْبٍ يَحْمِلُونَهُ حَتَّى وَضَعُوهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَجَاءَ بِشْرٌ الْخَادِمُ مَوْلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَقَدْ قَدِمَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ عَلَى عِمَارَةِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامُ، وَإِصْلَاحِهِمَا فَأَمَرَ عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ الْفَعَلَةَ أَنْ يُذِيبُوا الْعَقَاقِيرَ فَأَذَابُوهَا بِالزِّئْبَقِ، ثُمَّ أَخْرَجَ الْمَقَامَ، وَمَا سَقَطَ مِنْهُ مِنَ الْحِجَارَةِ، فَأَلْصَقَهَا بِشْرٌ بِيَدِهِ بِذَلِكَ الْعَلَكِ حَتَّى الْتَأَمَتْ وَأَخَذَ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَتَمَسَّحَ النَّاسُ بِالْمَقَامِ وَدَعَوُا اللهَ تَعَالَى وَذَكَرُوهُ وَذَكَرُوا خَلِيلَهُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَقَلَّبُوهُ وَنَظَرُوا وَنَظَرْتُ مَعَهُمْ، فَإِذَا فِي جَوَانِبِ الْمَقَامِ كُلِّهَا كَمَا يَدُورُ خُطُوطًا فِي طُولِ الْجَانِبِ الْمُسْتَدِقِّ مِنْهُ الْبَارِزِ عَنِ الذَّهَبِ سَبْعُ خُطُوطٍ مُسْتَطِيلَةٌ، ثُمَّ [ص:479] تَرْجِعُ الْخُطُوطُ فِي أَسْفَلِهِ حَتَّى تَرْجِعَ إِلَى الْجَانِبِ الْآخَرِ حَتَّى تَسْتَبِينَ فِيهِ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ، وَذَلِكَ فِي التَّرْبِيعِ سِتَّةُ خُطُوطٍ، وَفِيهِ حَفْرٌ قِيَاسُهُ هَذَا الْخَطُّ الَّذِي أَخُطُّهُ، وَذَلِكَ فِي عَرْضِهِ، وَفِيهِ أَيْضًا دَوَاوِيرُ قِيَاسُهَا هَذَا الَّذِي أَخُطُّهُ، وَفِي وَسَطِهِ نُكَيْتَةٌ مِنَ الْحَجَرِ، وَفِيهِ أَيْضًا دَوَّارَةٌ فِي عَرْضِهِ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ، قِيَاسُهَا هَذَا الَّذِي أَخُطُّهُ، وَإِذَا فِيهِ كِتَابٌ بِالْعِبْرَانِيَّةِ، وَيُقَالُ بِالْحِمْيَرِيَّةِ، وَهُوَ الْكِتَابُ الَّذِي وَجَدَتْهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَخَذْتُ ذَلِكَ الْكِتَابَ مِنَ الْمَقَامِ بِأَمْرِ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ بِيَدِي وَحَكَيْتُهُ كَمَا رَأَيْتُهُ مَخْطُوطًا فِيهِ،

ربیع الاول کے پہلے دن علی بن الحسن نے لوگوں کو بھیجا کہ مقام ابراہیم کو دار الامارہ لایا جائے کیونکہ مقام ٹکڑوں میں ہو رہا تھا...اس کو سونے چاندی سے جوڑا گیا.... الفاکھی کہتے ہیں میں نے غور سے مقام کو دیکھا اس پر سات لکیریں ترچھی تھیں جو نیچے سے اوپر جا رہی تھیں ...اس پر عبرانی میں بھی لکھا ہوا تھا..اور کچھ کے خیال میں حمیری زبان میں یہ وہ خطوط سے جن سے قریش جاہلیت میں واقف تھے میں نے اپنے ہاتھ سے وہ تمام خطوط نقل کئے

الفاکھی لکھتے ہیں

فَحَدَّثَنِي أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ الْفَرَائِضِيُّ وَأَخَذَ مِنِّي هَذَا الْكِتَابَ عَلَى الْمَقَامِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو زَكَرِيَّا الْمَغْرِبِيُّ بِمِصْرَ وَقَدْ أَخَذَ مِنِّي هَذِهِ النُّسْخَةَ، يَعْنِي نُسْخَةَ هَذَا الْكِتَابِ، فَقَرَأْتُهَا عَلَيْهِ، فَقَالَ لِي: أَنَا أَعْرِفُ تَفْسِيرَ هَذَا، أَنَا أَطْلُبُ الْبَرَابِيَ، وَالْبَرَابِي كِتَابٌ فِي الْحِجَارَةِ بِمِصْرَ مِنْ كِتَابِ الْأَوَّلِينَ، قَالَ: فَأَنَا أَطْلُبُهُ مُنْذُ

ثَلَاثِينَ سَنَةً، وَأَنَا أَرَى أَيَّ شَيْءٍ هَذَا الْمَكْتُوبَ فِي الْمَقَامِ فِي السَّطْرِ الْأَوَّلِ: " إِنِّي أَنَا اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا، وَالسَّطْرِ الثَّانِي: " مَلِكٌ لَا يُرَامُ " وَالسَّطْرِ الثَّالِثِ: " أصباوت " وَهُوَ اسْمُ اللهِ الْأَعْظَمِ، وَبِهِ تُسْتَجَابُ الدَّعَوَاتُ " قَالَ لِي أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ الْفَرَائِضِيُّ وَفِي تَفْسِيرِ سُنَيْدٍ قَالَ: " لَمَّا خَلَقَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى آدَمَ أَقْعَدَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: " مَنْ أَنَا يَا آدَمُ؟، فَقَالَ: أَنْتَ أصباوت أَدْنَانِي. قَالَ لَهُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: " صَدَقْتَ يَا آدَمُ " يَعْنِي أَنْتَ اللهُ الصَّمَدُ يَقُولُ أصباوت اللهُ الصَّمَدُ، قَالَ لِي أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ: وَزَعَمَ أَنَّ هَذَا الْكِتَابَ الَّذِي فِي الْمَقَامِ بِالْحِمْيَرِيَّةِ

أَبُو زَكَرِيَّا الْمَغْرِبِيُّ نے مصر میں ان خطوط اور تحریر کو دیکھا اور کہا میں اس کی تفسیر جانتا ہوں میں مصری تحریر پڑھ سکتا ہوں جس پر میں تیس سال سے تحقیق کر رہا ہوں ... پہلی سطر میں لکھا ہے: بے شک میں ہی اللہ ہوں کوئی اور الہ نہیں

دوسری سطر میں لکھا ہے: میری بادشاہی کو دوام ہے

تیسری سطر میں ہے: اِصباوت - جو اللہ کا اسم الاُعظَم ہے جس سے دعائیں قبول ہوتی ہیں

اَبُو الْحَسَنِ عَلِيّ بْنُ زَيْدٍ الْفَرَائِضِيّ نے مجھ سے کہا: جب اللہ نے آدم سے پوچھا میں کون ہوں تو انہوں نے کہا اِصباوت اِدْنَانِی

رب تعالی نے کہا سچ کہا اے آدم - آپ اللہ ہیں الصمد، پس کہا أصباوت اللهُ الصَّمَدُ

أَبُو الْحَسَنِ عَلِيّ بْنُ زَيْدٍ الْفَرَائِضِيّ نے مجھ سے کہا کہ میں سمجھتا ہوں یہ حمیری زبان میں لکھا ہے

راقم کہتا ہے خط حمیری Himyaritic Script ہو سکتا ہے کہ قبیلہ جرہم سے آیا ہو کیونکہ ان کا تعلق بھی یمن سے تھا

اس تحریر کو خط المسند کہا جاتا ہے[16]

راقم کہتا ہے اصل میں عبرانی میں Yahweh Sabaoth یا Adonai Tzvaot

(اِصباوت اَدُنَائِی) لکھا تھا جس کا ترجمہ ہے رب الجنود، لشکروں کا رب ہے–یہ بائبل کتاب سموئیل، کتاب سلاطین، زبور، وغیرہ میں متعدد بار آتا ہے - اللہ کی تعریف ہے اور انگریزی میں اس کا ترجمہ

Lord of Hosts

کیا جاتا ہے-

مصنف عبد الرزاق ح ۹۲۱۹ میں ہے

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، - عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: " بَلَغَنِي أَنَّهُمْ وَجَدُوا فِي مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ ثَلَاثَةَ صُفُوحٍ فِي كُلِّ صَفْحٍ مِنْهَا كِتَابٌ فِي الصَّفْحِ الْأَوَّلِ: أَنَا اللَّهُ ذُو بَكَّةَ، صَنَعْتُهَا يَوْمَ صَنَعْتُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ، وَحَفَفْتُهَا بِسَبْعَةِ أَمْلَاكٍ حُنَفَاءَ وَبَارَكْتُ لِأَهْلِهَا فِي اللَّحْمِ وَاللَّبَنِ، وَمَكْتُوبٌ فِي الصَّفْحِ الثَّانِي: أَنَا اللَّهُ ذُو بَكَّةَ خَلَقْتُ الرَّحِمَ، وَشَقَقْتُ لَهَا مِنَ اسْمِي، مَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ، وَفِي الصَّفْحِ الثَّالِثِ: أَنَا اللَّهُ خَلَقْتُ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ، فَطُوبَى لِمَنْ كَانَ الْخَيْرُ عَلَى يَدِهِ، وَوَيْلٌ لِمَنْ كَانَ الشَّرُّ عَلَى يَدِهِ "

امام زہری نے کہا ان کو پہنچا کہ مقام ابراہیم پر تین (جملے) کھدے ہوئے ہیں–ان میں ہر ایک میں لکھا ہوا ہے میں اللہ ہوں بکہ کا مالک ، میں نے اس کو اس دن بنایا جس دن شمس و قمر بنے اور بکہ کی حفاظت کی ... اور اس کے اہل کو گوشت و دودھ میں برکت دی - اور دوسری میں لکھا ہے میں اللہ ہوں بکہ کا مالک میں نے رحم

---

16 https://ar.wikipedia.org/wiki/خط_المسند

(رشتہ داری) کو خلق کیا اور اپنا نام (الرحمان) اس سے جوڑا، جو اس کو جوڑے میں اس کو ملا کر رکھوں گا جو اس کو توڑ دے گا میں اس کو ختم کر دوں گا - اور تیسری تحریر میں لکھا ہے میں اللہ ہوں میں نے خیر و شر کو خلق کیا پس خوشخبری ہو جس کے ہاتھ سے خیر ہو اور بربادی ہو جس کے ہاتھ سے شر ہو

اسی کتاب میں ابن عباس سے مروی ہے

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا يُخْبِرُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: " مَكْتُوبٌ فِي الْمَقَامِ: بَيْتُ اللَّهِ الْحَرَامُ مُبَارَكٌ لِأَهْلِهِ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ، عَلَى اللَّهِ رِزْقُ أَهْلِهِ مِنْ ثَلَاثَةِ سُبُلٍ، لَا يُحِلُّهُ أَوَّلُ مَنْ أَهَلَّهُ "

ابن عباس نے کہا مقام ابراہیم پر لکھا ہے : یہ بیت اللہ حرام ہے اس کے اہل کے لئے گوشت اور پانی مبارک ہے اور اللہ پر ہے اس کے اہل کا رزق

ابن ابی الدنیا کی کتاب القبور لابن إبي الدنيا میں الولید بن مسلم سے مروی ہے

حدثنا محمد بن الحسين ثنا أبو محمد السياط قال سمعت أبا العباس الوليد قال لما هدمت الكعبة أصابوا فيها طوبة مكتوبة فيه بالعبرانية احذروا سكرات الموت واعملوا لما بعده فإن قرصة الموت لا تغلب وساكن الأجداث لا يرجع وملك الموت مأمور لا يعصي.

جب کعبہ منہدم ہوا تو اس میں سے ایک طوبہ نکلا جس پر عبرانی میں لکھا ہوا تھا موت سے ڈرنا

کتاب دلائل النبوہ از بیہقی میں ہے

وَأَخْبَرَنَا أَبُو نَصْرِ بْنُ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ السَّرَّاجُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عُرْعُرَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، بِمَعْنَاهُ زَادَ: قَالَ: فَمَرَّ عَلَيْهِ الدَّهْرُ فَانْهَدَمَ، فَبَنَتْهُ الْعَمَالِقَةُ قَالَ: فَمَرَّ عَلَيْهِ الدَّهْرُ، فَانْهَدَمَ، فَبَنَتْهُ جُرْهُمُ، فَمَرَّ عَلَيْهِ الدَّهْرُ، فَبَنَتْهُ قُرَيْشٌ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ شَابٌّ، فَلَمَّا أَرَادُوا أَنْ يَرْفَعُوا الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ اخْتَصَمُوا فِيهِ، فَقَالُوا: نُحَكِّمُ بَيْنَنَا أَوَّلَ رَجُلٍ يَخْرُجُ مِنْ هَذِهِ السِّكَّةِ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ مَنْ خَرَجَ عَلَيْهِمْ فَقَضَى بَيْنَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي مِرْطٍ، ثُمَّ تَرْفَعُهُ جَمِيعُ الْقَبَائِلِ كُلُّهُمْ

خَالِدِ بْنِ عُرْعُرَةَ نے عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سے روایت کیا کعبہ پر ایک مدت گزری پھر یہ منہدم ہو گیا پھر عمالقہ نے اس کی تعمیر کی پھر ایک مدت گزری منہدم ہوا پھر جرہم نے اس کی تعمیر کی پھر مدت گزری منہدم ہوا اس کو قریش نے تعمیر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں جوان تھے پس جب عربوں نے حجر اسود کو اٹھایا تو ان میں جھگڑا ہوا پس فیصلہ انہوں نے کیا کہ جو پہلا شخص (تنگ راستہ یا) گلی سے نکلے گا وہ کرے پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو نکلے تھے۔ رسول اللہ نے حکم کیا کہ چادر لاو پھر تمام قبائل نے اس کو مل کر اٹھایا

کعبہ کی آخری تعمیر

عثمانی خلیفہ مراد الرابع بن إحمد الأول بن محمد الثالث بن مراد الثالث بن سلیم الثانی نے اپنی وفات سے دس سال قبل سن ۱۶۳۰ع بمطابق سن ۱۰۳۹ھ میں کعبہ کی تعمیر کی تھی جو اب تک باقی ہے

انبیاء کے الگ الگ قبلے

مسلمانوں میں سلفی مکتب فکر اور بعض مفسرین کا موقف ہے کہ مسجد الاقصی کبھی بھی انبیاء کا قبلہ نہیں رہی ہے بلکہ تمام انبیاء کا قبلہ کعبہ اللہ تھا لیکن اپنی سرکشی میں یہود نے مسجد الاقصی کو قبلہ بنالیا- راقم اس موقف کو رد کرتا ہے

اب ہم ایک ایک کر کے اس گروہ کے دلائل کا جائزہ لیں گے تا کہ حقیقت کو سمجھا جاسکے –

اشکال

کعبہ کو تمام بنی اسرائیل کا قبلہ قرار دینے والے کہتے ہیں کہ

کہا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ اللہ کے حج کا اعلان کیا تھا

اور (اے ابراہیم) لوگوں میں حج کا اعلان عام کر۔ وہ تیرے پاس آئیں گے پیدل اور دبلے اونٹوں پر اور ہر دور کے راستے سے آئیں گے

لہٰذا تمام بنی اسرائیل کا قبلہ کعبہ ہی تھا –

جواب

یہ دعوی ضرورت سے زیادہ ہے کیونکہ حج بیت اللہ بنی اسرائیل پر فرض نہیں کیا گیا- اگر یہ ان کا قبلہ ہوتا تو تمام بنی اسرائیل کے لئے کعبہ جانا فرض ہو جاتا- انبیاء نے کعبہ کا حج کیا ہے مثلا موسی و یونس علیہما السلام نے-

صحیح بخاری ، كتاب الحج'باب التلبية اذا انحدر فی الوادی میں اس کا ذکر موجود ہے- کعبہ کا حج کرنے کا یہ مطلب کب ہے کہ قبلہ بیت المقدس نہیں تھا کیونکہ مکہ میں اس سمت میں کھڑا ہوا جا سکتا ہے جس میں کعبہ بھی ہو اور بیت المقدس بھی ہو

قرآن میں ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِــعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۚ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّـٰهُ ۗ وَمَا كَانَ اللّـٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۚ اِنَّ اللّـٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْـمٌ (143)

اور اسی طرح ہم نے تمہیں برگزیدہ امت بنایا تاکہ تم اور لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو، اور ہم نے وہ قبلہ نہیں بنایا تھا جس پر آپ پہلے تھے مگر اس لیے کہ ہم معلوم (الگ) کریں اس کو جو رسول کی پیروی کرتا ہے اس سے جو الٹے پاؤں پھر جاتا ہے، اور بے شک یہ بات بھاری ہے سوائے ان کے جنہیں اللہ نے ہدایت دی، اور اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا، بے شک اللہ لوگوں پر بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

معلوم ہوا کہ مدینہ میں قبلہ کعبہ شروع میں نہیں تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس تھا اور اس کی طرح رخ کر کے ۱۷ ماہ نماز پڑھی گئی-مزید فرمایا

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّـذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِــعٍ قِبْلَـتَـهُـمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُـمْ بِتَابِــعٍ قِبْلَـةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُـمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِيْنَ

اور اگر آپ ان کے سامنے تمام دلیلیں لے آئیں جنہیں کتاب دی گئی تو بھی وہ آپ کے قبلے کو نہیں مانیں گے، اور نہ آپ ہی ان کے قبلہ کو ماننے والے ہیں، اور نہ ان میں کوئی دوسرے قبلہ کو ماننے والا ہے، اور اگر آپ ان

کی خواہشوں کی پیروی کریں گے بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا تو بے شک آپ بھی تب ظالموں میں سے ہوں گے۔

یہود و نصاری کا قبلہ بیت المقدس ہے اور اس کو یہود مزرہ یا "مشرق" کہتے تھے۔آج بھی یہود قبلہ کو عبرانی میں مزرہ یعنی مشرق کہتے ہیں جس سے مراد بیت المقدس ہے۔اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں کہ وہ کس سمت میں ہیں کیونکہ ان کے ہاں مصطلح کے طور پر قبلہ کو المشرق بولا جاتا ہے

Mizrah (Hebrew: מזרח meaning East)

اللہ تعالی نے فرمایا: قُلْ لِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ – کہو مشرق و مغرب اللہ کے ہیں

یعنی کسی بھی طرف قبلہ کرنا اللہ کا حکم ہے۔ اسلام میں فرض نماز قبلہ رخ ہو کر پڑھی جاتی تھیں لیکن رات کے نوافل کو سواری پر بھی پڑھا گیا ہے اور سفر میں قبلہ رخ نہیں کیا جاتا تھا۔ صحیح بخاری میں ہے

باب : سواری پر نفلی نماز (جیسے تہجد وغیرہ) ادا کرنا، چاہیے سواری کا منہ کسی بھی سمت ہو۔

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نفل نماز سوار ہونے کی حالت میں ہی پڑھ لیتے تھے حالانکہ آپ ﷺ قبلہ کی بجائے کسی اور سمت جاتے ہوتے۔

باب : نفل نماز کا گدھے پر سواری کی حالت میں پڑھنا

انسؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے گدھے پر سوار ہو کر نماز پڑھی اور ان کا منہ قبلہ کے بائیں طرف تھا (جب وہ نماز پڑھ چکے) تو پوچھا گیا کہ آپ نے خلاف قبلہ نماز پڑھی ہے؟انھوں نے جواب دیا کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں (کبھی) ایسا نہ کرتا۔

جنگ میں بھی قبلہ رخ نہیں کیا جاتا- سنن البیہقی جلد 3 ص 255 میں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا ہے

إذا اختلطوا فانما هو التكبير والاشارة بالرأس

جب (فوجیں) گتھم گتھا ہو جائیں تو پھر بس تکبیر اور سر سے اشارہ (ہی نماز ادا کرنے کے لیے کافی) ہے

سنن دار قطنی کتاب الصلاۃ باب الاجتھاد فی القبلۃ وجواز التحری فی ذلک، ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل للالبانی حدیث ۲۹۱ ہے

ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آسمان پر (گھرے) بادل چھا گئے تو قبلے کے بارے میں ہمارا اختلاف ہو گیا۔ ہم نے درست سمت معلوم کرنے کی کوشش کی پھر (ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے مطابق) الگ الگ سمت میں نماز پڑھ کر نشان لگا دیا تا کہ صبح معلوم ہو جائے کہ (اس نے) نماز قبلہ رخ پڑھی ہے یا نہیں۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہم نے قبلے کی سمت نماز ادا نہیں کی تھی۔ یہ واقعہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو انہوں نے ہمیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا اور فرمایا

قد اجزات صلاتکم

تمہاری نماز ہو گئی

مصر میں بنی اسرائیل کا قبلہ

موسی علیہ السلام جب مصر میں تھے تو قبلہ مسلمانوں کے گھر تھے

وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى وَأَخِيهِ أَنْ تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ

اور ہم نے موسی اور اس کے بھائی کو الوحی کی کہ اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر کرو اور ان گھروں کو قبلہ بنالو اور نماز قائم کرو اور مومنوں کو بشارت دو (سورہ یونس)

بعض مسلمان راویوں نے اس آیت کے مفہوم کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے لہذا التَّفْسِيرُ الْبَسِيطُ از الواحدی میں ہے کہ

وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً،قال يريد: إلى الكعبة گھروں سے مراد کعبہ ہے

تفسیر ابن جریر طبری میں اس کی سند ہے

حدثنا ابن حميد قال، حدثنا حكام، عن محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن المنهال، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس: (واجعلوا بيوتكم قبلة) ، يعني الكعبة.

جس پر التَّفْسِيرُ الْبَسِيطُ کے عرب محقق کہتے ہیں

من رواية محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن المنهال بن عمرو الأسدي؛ والأول سيء الحفظ جدًا، فاخش الخطأ، كثير المناكير كما في "تهذيب التهذيب" 3/ 627، والثاني صدوق ربما وهم كما في "التقريب" (6918).

اس کی سند میں محمد بن عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ ہے جو خراب حافظہ رکھتا ہے اور فحش غلطیاں کرتا ہے- دوسرا المنھال ہے جو وہمی ہے

وابن جريج عن ابن عباس قال: كانت الكعبة قبلة موسى ومن معه

اور ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ کعبہ موسی اور جو ان کے ساتھ تھے ان کا قبلہ تھا

لیکن التَّفْسِيرُ البَسِيط کے عرب محقق کہتے ہیں اس میں ابن جریج کا عنعنہ ہے اور یہ مدلس ہے

مفسرین میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب ان شاذ اقوال کی بنیاد پر بغوی، بیضاوی، الزمخشري جار الله (المتوفى: 538هـ) ، النسفي (المتوفى: 710هـ) ، الطيبي (المتوفى: 743 هـ) وغیرہ کا کہنا ہے مصر میں گھروں کو نہیں بلکہ کعبہ کو قبلہ کیا گیا

التَّفْسِيرُ البَسِيط میں دوسرا قول ابن عباس سے منسوب ہے

فأمروا أن يتخذوا مساجد في بيوتهم ويصلوا فيها خوفًا من فرعون (3)، وهذا قول ابن عباس في رواية عكرمة (4)، وإبراهيم (5)، وابن زيد (6)، والربيع (7)، وأبي مالك (8)، والسدي (9)، والضحاك (10)، (12). واختيار الفراء (11)، والزجاج

جس کے مطابق مصر میں فرعون کے خوف سے گھروں کو قبلہ کیا گیا تھا یہ ابن عباس کا قول ہے جس کو ۸ شاگردوں نے بیان کیا ہے

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلِيٍّ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: {إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا} قَالَ: كَانَتِ الْبُيُوتُ قِبْلَةً، وَلَكِنَّهُ كَانَ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِعِبَادَةِ اللَّهِ [تَعَالَى] .

علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کے قول قَوْلِهِ تَعَالَى: {إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا پر کہا: گھر قبلہ ہوتے تھے لیکن (کعبہ) پہلا گھر ہے جو عبادت کے لئے بنا

علی رضی اللہ عنہ کا قول مصر میں گھروں کو قبلہ کرنے کے اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہے کہ وہاں گھر قبلہ ہوتے تھے لیکن کعبہ اس وقت بھی موجود تھا جو پہلی عبادت گاہ ہے۔

اشکال

مسجد الاقصی کو قبلہ کرنا یہودی اختراع تھی کہنے والے روایت پیش کرتے ہیں کہ مسند احمد کی روایت ہے کہ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُمَرَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَا أَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ مِنْ الْيَهُودِ فَأَذِنَ لَهُ فَقَالَ السَّامُ عَلَيْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ قَالَتْ فَهَمَمْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ قَالَتْ ثُمَّ دَخَلَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ قَالَتْ ثُمَّ دَخَلَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ السَّامُ عَلَيْكَ قَالَتْ فَقُلْتُ بَلْ السَّامُ عَلَيْكُمْ وَغَضَبُ اللَّهِ إِخْوَانَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيرِ أَتُحَيُّونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا لَمْ يُحَيِّهِ بِهِ اللَّهُ قَالَتْ فَنَظَرَ إِلَيَّ فَقَالَ مَهْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ قَالُوا قَوْلًا فَرَدَدْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَلَمْ يَضُرَّنَا شَيْءٌ وَلَزِمَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِنَّهُمْ لَا يَحْسُدُونَا عَلَى شَيْءٍ كَمَا يَحْسُدُونَا عَلَى يَوْمِ الْجُمُعَةِ الَّتِي هَدَانَا اللَّهُ لَهَا وَضَلُّوا عَنْهَا وَعَلَى الْقِبْلَةِ الَّتِي هَدَانَا اللَّهُ لَهَا وَضَلُّوا عَنْهَا وَعَلَى قَوْلِنَا خَلْفَ الْإِمَامِ آمِينَ)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک یہودی آدمی نے اندر آنے کی اجازت چاہی، نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے اجازت دے دی، اس نے آکر "السام علیک" کہا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صرف "وعلیک" کہہ دیا میں نے کچھ بولنا چاہا لیکن رک گئی، تین مرتبہ وہ اسی طرح آیا اور یہی کہتا رہا، آخر کار میں نے کہہ دیا کہ اے بندروں اور خنزیروں کے بھائی! تم پر ہی موت اور اللہ کا غضب نازل ہو، کیا تم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس انداز میں آداب کرتے ہو، جس میں اللہ نے انہیں مخاطب نہیں کیا، اس پر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میری طرف دیکھ کر فرمایا رک جاؤ، اللہ تعالیٰ فحش کلامی اور بیہودہ گوئی کو پسند نہیں فرماتا، انہوں نے ایک بات کہی، ہم نے انہیں اس کا جواب دے دیا، اب ہمیں تو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی البتہ ان کے ساتھ قیامت تک لے لئے یہ چیز لازم ہو جائے گی، یہ لوگ ہماری

کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کرتے جتنا جمعہ کے دن پر حسد کرتے ہیں جس کی ہدایت اللہ نے ہمیں دی ہے، اور (کعبہ کو) ہمارا قبلہ بنائے جانے پر بھی ہم سے حسد کرتے ہیں اور یہ لوگ اس پر گمراہ ہوئے، اسی طرح یہ لوگ ہم سے امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں۔

جواب

راقم کہتا ہے کہ اول تو یہ روایت کمزور ہے یہاں سند میں علي بن عاصم الواسطي ضعیف ہے۔ دوم متن میں ایسا کچھ نہیں ہے کہ سمجھا جائے کہ یہود نے قبلہ خود مقرر کیا ہو۔

اشکال

مسجد الاقصی کو قبلہ کرنا یہودی اختراع تھی کہنے والے کہتے ہیں کہ امام ابو داود نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں خالد بن يزيد بن معاوية کا قول نقل کیا ہے

لم تجد اليهود في التوراة القبلة، ولكن تابوت السكينة كان على الصخرة، فلما غضب الله على بني إسرائيل رفعه، وكانت صلاتهم إلى الصخرة

یہود کو توریت میں قبلہ نہیں ملا لیکن تابوت سکینہ چٹان پر تھا پس جب اللہ کا غضب ہوا بنی اسرائیل پر وہ اٹھا لیا گیا اور ان کی نماز چٹان کی طرف ہوتی رہی

جواب

راقم کہتا ہے خالد بن يزيد بن معاوية کا قول توریت اور تاریخ سے لا علمی پر مبنی ہے۔ صحراء میں جہاں بنی اسرائیل بھٹک رہے تھے، وہاں تابوت سکینہ ایک خیمہ میں رہا اور پھر بنی اسرائیل کے ساتھ ہی رہا یہاں تک

کہ وہ کنعان میں داخل ہوئے- کئی سو سال تک اسی عالم میں خیمہ میں ہی رہا پھر اس کو فلسطینی مشرکوں نے بنی اسرائیل سے چھینا اور اللہ تعالی نے بنی اسرائیل میں طالوت کو بادشاہ مقرر کیا جن کی سربراہی میں جنگ ہوئی اور طالوت کی من جانب اللہ تقرری کی علامت کے طور پر تابوت سکینہ واپس بنی اسرائیل کو مل گیا- لہٰذا تابوت کا چھن جانا اور مل جانا وقتی چیز تھا جو بطور علامت تقرری طالوت کے لئے کیا گیا-

کتاب الناسخ والمنسوخ-وتنزيل القرآن بمكة والمدينة میں امام الزہری کا قول ہے

وثنا إبراهيم، قال: ثنا أبو يزيد، ثنا الوليد بن محمد قال: حدثني محمد ابن مسلم الزهري قال: أوّل ما نسخ من القرآن من سورة البقرة القبلة

امام زہری نے کہا قرآن میں سب سے پہلے قبلہ منسوخ ہونے کا حکم آیا

اگر قبلہ مقرر کیا جانا من جانب اللہ تھا تو ظاہر ہے یہ اللہ کا حکم تھا اور اللہ تعالی فراڈ پر عمل کا حکم نہیں کرتا—

اشکال

ایک شخص کا کہنا ہے

"بیت المقدس کو اپنا قبلہ قرار دینا یہودیوں کی اختراع ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کی آزمائش کے لیے ان کو وقتی طور پر بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا جس کا تذکرہ بہت ساری روایات میں ملتا ہے۔ اس حکم خداوندی کی رو سے بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ قرار پایا۔ اللہ تعالی کی طرف سے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا جو حکم آپ ؑ پر نازل ہوا تھا اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ پہلی مسلمان امتوں کا قبلہ بیت المقدس تھا "

جواب : راقم کہتا ہے یہ قول تصوراتی و خام خیالی ہے - اللہ تعالی جھوٹ اور فراڈ کو پسند نہیں کرتا نہ اس کی اتباع کا حکم کرتا ہے بلکہ قرآن میں واضح طور پر الگ الگ قبلوں کا ذکر ہے -بیت المقدس کی طرف رخ کے نماز پڑھنے کی وجہ یہودیوں کی اتباع نہیں تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی کی طرف سے یہ ایک حکم تھا کیونکہ اہل کتاب کا قبلہ بیت المقدس کی طرف تھا جو اللہ تعالی کا ہی مقرر کردہ ہے

ابن تیمیہ نے تصور قائم کیا کہ بنی اسرائیل نے قبلہ اپنی اختراع سے مقرر کیا-ابن تیمیہ نے **الرد علی المنطقيين** میں لکھا ہے

والأنبياء -الخليل ومن قبله- إنما كانوا يصلون إلى الكعبة وموسى صلى الله عليه وسلم لم يكن يصلي إلى بيت المقدس بل قالوا أنه كان ينصب قبة العهد إلى العرب ويصلي إليها في التيه فلما فتح يوشع بيت المقدس بعد موت موسى نصب القبة على الصخرة فكانوا يصلون إليها فلما خرب بيت المقدس وذهبت القبة صارت اليهود يصلون إلى الصخرة

ابراہیم خلیل اللہ اور ان سے ما قبل کے تمام انبیاء کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور خود موسی بھی بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ موسی خیمہ عھد کو عرب کی طرف رخ کر کے نصب کرتے تھے اور صحرا میں اس خیمہ کی طرف رخ کر نماز پڑھتے تھے جب یوشع بن نون نے بیت المقدس کو فتح کر لیا تو خیمہ کو صخرہ پر نصب کیا پس بنی اسرائیل خیمہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے لگے

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ کا تصور ہے کہ بنی اسرائیلی دشت تیہ میں کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے –راقم کہتا ہے یہ ابن تیمیہ کی غلطی ہے- دشت میں بنی اسرائیل پر سمت واضح نہیں تھی وہ ہر وقت بادل کے نیچے تھے اور ستاروں کو نہ دیکھ پانے کی وجہ سے قطبین کا تعین نہیں کر سکتے تھے -اسی وجہ سے وہ

چالیس سال صحرا میں بھٹکتے رہے۔ اس دوران عبادت طبر نقل خیمہ میں ہوتی اور اسی کی طرف رخ کیا جاتا۔
طبر نقل میں تابوت سکینہ رکھا گیا تھا جس کو موسی علیہ السلام نے دشت میں بنایا تھا اس میں توریت کی الواح کو
رکھا گیا تھا اور یہ تابوت خیمہ ربانی یا Tabernacle میں رکھا گیا تھا

ابن قیم نے کتاب بدائع الفوائد میں تصورہ دیا ہے کہ
أن استقبال أهل الكتاب لقبلتهم لم يكن من جهة الوحي والتوقيف من الله بل كان عن مشورة منهم
واجتهاد

اہل کتاب کا اپنے قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا یہ وحی سے یا اللہ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ انھوں نے
اپنا قبلہ آپس کے مشورے اور اجتہاد سے مقرر کیا

راقم کہتا ہے یہ قول ایک خود ساختہ تصور ہے۔ قبلہ مقرر کرنا اللہ تعالی کا کام ہے اور ایسا ممکن نہیں کہ تمام بنی
اسرائیلی غلط سمت پر جمع ہو جائیں جبکہ ان میں انبیاء موسی، ہارون، یوشع، سموئیل، داود علیھما السلام موجود ہوں
۔ اگر ایسا ہوتا تو اس عظیم اختلاف پر بنی اسرائیل بٹ چکے ہوتے۔ بیت المقدس میں مسجد الاقصی میں بھی چٹان
یا صخرہ کو قبلہ کیا جاتا تھا۔ اسی کی طرف منہ کر کے انبیاء، ربانی اہل کتاب اور رسول عیسیٰ علیہ السلام نے نماز
اگر نہیں پڑھی ہوتی تو یہ ایک عظیم خبر ہے اس کا ذکر قرآن میں ہوتا کہ یہ قبلہ نہیں ہے بلکہ کعبہ سب کا قبلہ تھا
۔

قرآن میں سورہ یونس میں ہے کہ موسی علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ مصر میں گھروں کو قبلہ کرو

وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى وَأَخِيهِ أَنْ تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو الوحی کی کہ اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر کرو اور ان گھروں کو قبلہ بنالو اور نماز قائم کرو اور مومنوں کو بشارت دو (سورہ یونس)

کعبہ کو قبلہ موسیٰ کے لئے مقرر نہیں کیا گیا نہ یہ حکم توریت میں ہے اور خود سنت سلیمان پر عمل کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۷ ماہ یروشلم کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے- بائبل کی کتاب سلاطین اول باب ۸ آیت ۳۵ میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے مسجد الاقصیٰ کے افتتاح پر دعا کی جن میں مسجد الاقصیٰ کو قبلہ بنانے کا ذکر کیا-اس آیت سے یہود نے اپنے قبلہ کا استخراج کیا ہے

35 ہو سکتا ہے اسرائیل تیرا اتنا سنگین گناہ کریں کہ کال پڑے اور بڑی دیر تک بارش نہ برسے۔ اگر وہ آخرکار اِس گھر کی طرف رُخ کر کے تیرے نام کی تمجید کریں اور تیری سزا کے باعث اپنا گناہ چھوڑ کر لوٹ آئیں 36 تو آسمان پر سے اُن کی فریاد سن لینا۔ اپنے خادموں اور اپنی قوم اسرائیل کو معاف کر، کیونکہ تُو ہی اُنہیں اچھی راہ کی تعلیم دیتا ہے۔ تب اُس ملک پر دوبارہ بارش برسا دے جو تُو نے اپنی قوم کو میراث میں دے دیا ہے۔

مصر کے بعد قبلہ کیا تھا ؟

اشکال

سورہ مائدہ میں ہے

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يَا قَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰـهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَاٰتَاكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِيْنَ (20)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم میں نبی پیدا کیے اور تمہیں بادشاہ بنایا، اور تمہیں وہ دیا جو جہان میں کسی کو نہ دیا تھا۔

(21) يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِى كَتَبَ اللّـٰهُ لَكُمْ وَلَا تَـرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَـتَنْقَلِبُوْا خَاسِرِيْنَ

اے میری قوم! اس پاک زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے مقرر کر دی اور پیچھے نہ ہٹو ورنہ نقصان میں جا پڑو گے۔

قَالُوْا يَا مُوْسٰٓى اِنَّ فِيْـهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَـهَا حَتّٰـى يَخْرُجُوْا مِنْـهَاۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْـهَا فَاِنَّا دَاخِلُوْنَ (22)

انہوں نے کہا اے موسیٰ! بے شک وہاں ایک زبردست قوم ہے، اور ہم وہاں ہرگز نہ جائیں گے یہاں تک کہ وہ وہاں سے نکل جائیں، پھر اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم ضرور داخل ہوں گے۔

سورہ طہ میں ہے

(11) فَلَمَّآ اَتَاهَا نُـوْدِىَ يَا مُوْسٰى

پھر جب وہ اس کے پاس آئے تو آواز آئی کہ اے موسیٰ۔

(12) اِنِّـىٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۖ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى

میں تمہارا رب ہوں سو تم اپنی جوتیاں اتار دو، بے شک تم پاک وادی طوٰی میں ہو۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کہ موسی تو وادی طوی میں تھے جو پہلے ہی مقدس تھی تو اب وہ اپنی قوم کو کسی اور ارض مقدس کی طرف کیوں لے جا رہے تھے؟

جواب

اس کا جواب راقم دیتا ہے کہ موسی علیہ السلام کی قوم کا مسکن مصر سے نکلنے کے بعد ارض مقدس کنعان کو قرار دیا گیا جو اصل میں ابراہیم و اسحاق و یعقوب کا مسکن تھا اور وہاں ان کو مسجد الاقصی کی تعمیر کرنی تھی

ظاہر ہے اس سے مراد مکہ نہیں جس کو قرآن وادی غیر ذی زرع کہتا ہے

قرآن میں سورہ شعراء میں ہے

(57) فَاَخْرَجْنَاهُـمْ مِّنْ جَنَّاتٍ وَّعُيُوْنٍ

پھر ہم نے انہیں باغوں اور چشموں سے نکال باہر کیا۔

(58) وَكُنُـوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْـمٍ

اور خزانوں اور عمدہ مکانو ں سے۔

(59) كَذٰلِكَ ۖ وَاَوْرَثْنَاهَا بَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ

اسی طرح ہوا، اور ہم نے ان چیزوں کا بنی اسرائیل کو وارث بنایا۔

اللہ نے بنی اسرائیل کو ان سب کا مالک کیا اور ہم کو معلوم ہے یہ مکہ کی خصوصیت نہیں ہے وہاں نہ باغ تھے نہ چشمے

پھر اس ارض مقدس میں جو مسجد الاقصی تھی اس کو دو بار تباہ کیا گیا—اس کا ذکر قرآن میں سورہ الاسراء یا بنی اسرائیل میں ہے—کعبہ کو ظاہر ہے تباہ نہیں کیا گیا اس کی حفاظت کی گئی- موسی وادی مقدس میں تھے لیکن ان کی قوم کے لئے وہ مقام چھوٹا تھا—اللہ کو ان کو ایک بڑی آبادی میں تبدیل کرنا تھا لہذا ان کو کہا گیا کہ اپنے اباو اجداد کے اصل علاقے کی طرف منتقل ہو- حدیث کے مطابق موسی علیہ السلام نے حج کیا ہے لیکن وہ اپنی زندگی

میں اس ارض مقدس میں داخل نہ ہو سکے کیونکہ اللہ نے یہ زمین ۴۰ سال ان پر حرام کر دی اور پھر یوشع بن نون علیہ السلام کے دور میں اس میں داخل ہوئے- الغرض یروشلم ہی ارض مقدس ہے جو قوم موسی کو اللہ نے دی تھی اسی زمین پر انبیاء کا ظہور ہوا ہے اور مکہ میں اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے

مصر کے بعد بنی اسرائیل کے لئے دشت میں خیمہ ربانی قبلہ تھا کیونکہ ۴۰ سال تک ان پر سمت واضح نہیں رہی تھی- پھر فتح یروشلم یا کنعان کے بعد داود علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بیت المقدس تعمیر کریں اور وہ قبلہ ہوا- یہودی روایات کے مطابق خروج مصر سے لے کر داود علیہ السلام کے بادشاہ بننے تک ۴۳۶ سال ہیں- یعنی ۴۳۶ سال تک خیمہ ربانی ہی قبلہ رہا یہاں تک کہ داود علیہ السلام نے یروشلم کو دار الخلافہ کیا اور وہاں مسجد الاقصی تعمیر کی

اشکال مسجد قبلتین کا قیام کب عمل میں آیا ؟

مکہ میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی لیکن مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ یروشلم کی طرف رخ کریں اس کو قبلہ کریں

یہود پر اتمام حجت کے لئے اللہ تعالی نے یہ حکم دیا کہ وہ کہتے تھے ہم اسی کی اتباع کریں گے جو ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے عبادت کرے پھر انہوں نے کہا جو سوختنی قربانی لائے یہ سب سورہ بقرہ میں ہے- اصحاب رسول مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۷ ماہ یروشلم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے –اس وقت تک مسجد النبی اور مسجد قبا دونوں موجود تھیں

مسجد قبلتین بئر رومہ کے قریب واقع ہے – ممکن ہے کہ رسول اللہ کسی کام سے اس مقام پر ہوں جب تحویل قبلہ کا حکم آیا

روایات میں ہے کہ صحابی بشر بن براءؓ بن معرور کے پاس دعوت میں تشریف لے گئے تھے، ظہر کا وقت آیا تو محلّہ بنو سلمہ کی مسجد میں نماز پڑھانے کھڑے ہوئے، ایک روایت کے مطابق دو رکعتیں پڑھا چکے تھے اور دوسری روایت کے مطابق دوسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ تحویل قبلہ کا حکم سورۂ بقرہ کی آیت ۱۴۴ کے ذریعہ نازل ہوا

مورخین کہتے ہیں شعبان یا رجب ۲ ہجری میں یہ حکم آیا تھا یعنی جنگ بدر سے پہلے یہ واقعہ ہوا

دو مسجدوں کی تعمیر میں درمیانی مدت

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

سألت رسول اللہ ﷺ عن أول مسجد وضع فی الأرض قال المسجد الحرام قلت ثم أی قال المسجد الأقصی قلت کم بینهما قال أربعون عاما(۱)

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس روئے زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر کی گئی آپ نے جواب دیا مسجد حرام ' میں نے پھر سوال کیا اس کے بعد کون سی مسجد تعمیر کی گئی تو آپ نے فرمایا مسجد اقصیٰ ' میں نے کہا ان دونوں کی تعمیر کے دوران کل کتنا وقفہ ہے تو آپ نے کہا چالیس سال

یہ بات کہ مسجد الحرام اور مسجد الاقصی کی تعمیر میں ۴۰ سال کا دور تھا– صرف ایک سند سے آئی ہے

الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ

اس میں اعمش کا تفرد ہے جو مدلس ہے اور ذخیرہ احادیث میں اس مخصوص روایت کی ہر سند میں اس نے عن سے ہی روایت کیا ہے- کتاب جامع التحصیل فی إحکام المراسیل از العلائی (المتوفى: 761ھ-) کے مطابق

وقال سفيان الثوري لم يسمع الأعمش حديث إبراهيم في الوضوء من القهقهة منه

سفیان الثوری کہتے ہیں کہ الأعمش نے ابراہیم کی حدیث وضو میں قہقہہ پر نہیں سنی

احمد یہ بات العلل میں کہتے ہیں

.قال سفيان: لم يسمع الأعمش حديث إبراهيم في الضحك

کتاب المعرفة والتاریخ کے مطابق امام احمد کہتے تھے کہ ابراہیم سے روایت کرنے میں اگر اعمش یا منصور غلطی کریں تو فوقیت منصور کو دو

وقال الفضل بن زياد: سمعت أبا عبد الله أحمد بن حنبل، وقيل له: إذا اختلف

منصور، والأعمش، عن إبراهيم فبقول من تأخذ؟ قال: بقول منصور، فإنه أقل سقطاً

تدلیس الإسناد کے حوالے سے علم حدیث کی کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ اسناد میں گڑبڑ ہوئی ہے مثلا ابو عوانة نے عن الأعمش عن إبراهيم التيمي، عن أبيه، عن أبي ذر کی سند سے روایت کیا ہے

.أن النبي – صلى الله عليه وسلم – قال: فلان في النار ينادي، يا حنان يا منان

قال أبو عوانة: قلت للأعمش سمعت هذا من إبراهيم؟ قال: لا، حدثني به حكيم بن جبير عنه.

ابو عوانة کہتے ہیں میں نے اعمش سے پوچھا تم نے یہ روایت ابراہیم سے سنی ہے ؟ بولے نہیں اس کو حکیم بن جبیر نے ان سے روایت کیا ہے دیکھئے معرفة علوم الحدیث ص: 105 پر

اسی طرح العلل دارقطنی میں ہے

وَسُئِلَ عَنْ حَدِيث شُعْبَةَ، عَنِ الْأَعْمَش، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاتَيْنِ تَنْتَطِحَانِ.

فَقَالَ: تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، وَلَا يَثْبُتُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الحديث.

الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ کی سند سے روایت ہے اس کو دارقطنی کہتے ہیں اعمش سے ثابت نہیں ہے

مثالیں موجود ہیں کہ اعمش جب عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ کی سند سے روایت کرتے ہیں تو بعض اوقات انہوں نے تدلیس کی ہے یا ان سے غلطی ہوئی ہے لہذا صحیح کی یہ روایت کہ مسجد الحرام اور مسجد الاقصی کی تعمیر میں صرف چالیس سال کا فرق تھا درست نہیں کیونکہ یہ تاریخا غلط روایت ہے- مسجد الحرام یا کعبہ کی تعمیر ابراہیم علیہ السلام نے کی اس کے بعد سلیمان یا داؤد علیہ السلام کے دور میں مسجد الاقصی تعمیر ہوئی-انبیاء کے ادوار میں جو تفاوت ہے وہ قرآن میں بھی موجود ہے جس سے کسی بھی طرح اس حدیث کی تطبیق قرآن سے نہیں ہو سکتی- الغرض روایت اعمش کی غلطی ہے اس میں تدلیس کی گئی ہے جس طرح انھوں نے ابراہیم عن ابیہ عن ابی ذر کی دوسری روایات میں کی ہے

قرآن، بائبل میں موجود ہے کہ ابراہیم کے بعد اسحاق پھر یعقوب پھر یوسف پھر ایک طویل مدت بعد موسی پھر چالیس سال کی مدت بعد یوشع پھر متعدد انبیاء اور پھر داود علیہ السلام کا دور آتا ہے-ظاہر ہے یہ کئی سو سالوں کی مدت ہے –

بعض لوگوں نے اس حدیث کی طرح تطبیق دی ہے کہ مسجد الحرام آدم علیہ السلام نے تعمیر کی لیکن اس صورت میں انبیاء کے درمیان فاصلہ گھٹنے کے بجائے اور بڑھ جاتا ہے- خود نوح علیہ السلام نے ۹۵۰ سال تبلیغ کی ہے-

اشکال

قرآن میں ہے موسی علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا

يٰقَوْمِ ادْخُلُوْا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِىْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ   المائدہ

اے قوم ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ، یہ اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے

اس آیت سے یہ استخراج کیا جاتا ہے کہ ارض مقدس پہلے سے موجود تھی لہذا اس میں کسی موقعہ پر مسجد تعمیر ہوئی ہو گی – کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے صدیوں پہلے اس سر زمین میں بیت المقدس تعمیر ہو چکا تھا- لہذا اس روشنی میں اگر صحیح کی روایت دیکھی جائے تو مطلب ہوا کہ کعبہ جو آدم نے تعمیر کیا اس میں اور مسجد اقصی بھی جو آدم نے تعمیر کی اس میں ۴۰ سال کا فرق تھا

جواب

یہ دلیل نہیں بلکہ محتاج دلیل قول ہے – آدم علیہ السلام کا بیت اللہ تعمیر کرنا تو قرآن سے ثابت ہے لیکن ارض مقدس شام میں ان کا کچھ تعمیر کرنا قرآن میں نہیں اور کسی صحیح حدیث میں بھی نہیں –

اشکال

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن حجر نے حوالہ دیا ہے کہ ابن ہشام کی کتاب التیجان میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام کعبہ تعمیر کر چکے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بیت المقدس کی صرف جانے کا حکم دیا-

جواب

اس کتاب کا مکمل نام التيجَان في مُلوك حِمْيَرْ ہے جو عبد الملک بن ہشام بن ایوب المعافری ابو محمد کی سند سے وھب بن منبہ کے اسرائیلیات پر مبنی اقوال کا مجموعہ ہے – کتاب کی نسبت وھب بن منبہ سے ثابت نہیں ہے [17]

17

کتاب التیجان جو مرکز الدراسات والأبحاث اليمنية نے چھاپی ہے اس میں کتاب کی سند ہے
حدثنا أبو محمد عبد الملك بن هشام عن أسد بن موسى عن أبي إدريس ابن سنان عن جده لأمه وهب بن منبه

اس سند میں تحریف ہے اور اس میں ابو ادریس بن سنان مجھول الحال ہے – تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ تفسیر ابی حاتم کے مطابق ادریس بن سنان اصل میں ابو الیاس ابن بنت وھب بن منبہ ہے – إدريس بن سنان الصنعاني، سبط وهب بن منبه ہے – دارقطنی کہتے ہیں یہ متروک ہے اور اس کا بیٹا عَبد المنعم بن إدريس ہے جس پر امام بخاری کا کہنا ہے کہ یہ حدیث سے نکلا ہوا ہے – اور امام الذھبی کا کہنا ہے یہ محض قصہ گو ہے ليس يعتمد عليه تركه غير واحد ناقابل اعتماد ہے اور ایک سے زائد محدثین نے اس کو رد کیا ہے

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسند احمد کی روایت ہے

عن ابن عباس قال لمامر رسول اللہ ﷺ بوادی عسفان حین حج قال یا ابا بکرای واد هذا قال وادی عسفان قال لقدمر بہ هود وصالح علی بکرات حمر خطمها اللیف ازرهم العباء واردیتهم النمار یلیون یحجون البیت العتیق۔ (مسند امام احمد فتح ربانی جز ۲۰، ص۴۲)

ابن عباس نے کہا ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج پر وادی عسفان سے گزرے، تو آپ نے فرمایا، اے ابو بکر یہ کون سی وادی ہے، انہوں نے کہا یہ وادی عسفان ہے، آپ نے

سمعتُ ابن حماد يقول: قال البُخارِيّ عَبد المنعم بن إدريس ذاهب الحديث.
وعبد المنعم بن إدريس صاحب أخبار بني إسرائيل كوهب بن منبه وغيره لا يعرف بالأحاديث المسندة.

امام احمد کہتے ہیں
قال أحمد: يكذب على وهب
یہ وهب بن منبہ پر جھوٹ بولتا ہے

یعنی عبد المنعم جو ابن ادریس بن سنان تھا اس نے اپنے نانا وهب سے گھڑ کر روایت کیا تھا اور اس طرح کتاب کی سند میں ابو ادریس کی بجائے ابن ادریس ہوا

حدثنا أبو محمد عبد الملك بن هشام عن أسد بن موسى عن أبن إدريس ابن سنان عن جده لأمه وهب بن منبه

طبرانی اوسط کی ایک سند سے معلوم ہوا ہے کہ اسد بن موسی کا سماع بھی عبد المنعم سے براہراست نہیں ہے – طبرانی کی ایک روایت کی سند میں ہے
عن مقدام بن داود، ثنا أسد بن موسى، ثنا يوسف بن زياد، عن عبد المنعم ابن إدريس-
معلوم ہوا اسد بن موسی اور ابن ادریس کے درمیان راوی یوسف بن زیاد ہے- اس طرح کتاب التیجان کی سند منقطع ہے اور راوی مجھول و متروک ہیں

فرمایا، یہاں سے ہود اور صالح علیہ السلام بھی سرخ اونٹنیوں پر گزرے ہیں... وہ حج کرتے تھے اس بیت عتیق (یعنی کعبہ) کا۔

تصور قائم کیا جاتا ہے کہ ہود اور صالح علیہ السلام پیغمبروں کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہے، لہذا کعبہ ابراہیم سے پہلے بھی موجود تھا۔ دوسری طرف مسند احمد کی اس روایت کی سند ہے

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ وَهْرَامَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَادِي عُسْفَانَ حِينَ حَجَّ، قَالَ: «يَا أَبَا بَكْرٍ، أَيُّ وَادٍ هَذَا؟» قَالَ: وَادِي عُسْفَانَ، قَالَ: «لَقَدْ مَرَّ بِهِ هُودٌ، وَصَالِحٌ عَلَى بَكَرَاتٍ حُمْرٍ خُطُمُهَا اللِّيفُ، أُزُرُهُمُ الْعَبَاءُ، وَأَرْدِيَتُهُمُ النِّمَارُ، يُلَبُّونَ يَحُجُّونَ الْبَيْتَ الْعَتِيقَ»

کتاب موسوعة أقوال الإمام أحمد بن حنبل في رجال الحديث وعلله کے مطابق راوی سلمة بن وہرام الیمانی پر عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں

سلمة بن وهرام اليماني. قال عبد الله بن أحمد: سألته (يعني أباه) ، عن سلمة بن وهرام. فقال: روى عنه زمعة أحاديث مناكير، أخشى أن يكون حديثه حديثاً ضعيفاً. «العلل» (3479)

میں نے اپنے باپ سے سلمۃ بن وہرام الیمانی کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا زمعۃ ان سے منکر روایات نقل کرتا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ اس کی حدیث ضعیف ہے

قرآن کہتا ہے

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ   ال عمران

سب سے پہلا گھر جو انسانوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا وہ، وہ ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور عالمین کے لیے ہدایت ہے

معلوم ہوا ابراہیم سے بھی پہلے آدم علیہ السلام نے بیت اللہ تعمیر کیا تھا لیکن ان کا مسجد الاقصی تعمیر کرنا کسی صحیح السند روایت میں نہیں آیا-

یہود کی جانب سے کعبہ کی تعظیم

قرآن کہتا ہے

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ – فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا

بے شک، پہلا بیت، جو لوگوں (کی تطہیر) کے لئے بنایا گیا وہ جو بکہ (مکہ) میں ہے، مبارک ہے اور تمام عالم کے لئے ہدایت ہے اس میں واضح نشانیاں، مقام ابراہیم ہے، اور جو اس میں داخل ہو امن میں ہے

بیت اللہ کی عظمت و حرمت ایک دور میں اہل کتاب میں مسلمہ تھی –خاص طور پر دوسرے ہیکل کے دور کی یہودیوں کی ایک کتاب، کتاب جوبلی کے نام سے مشہور ہے- جو بہت قدیم کتاب ہے اور اس کا مکمل متن اتھوپیا کی زبان میں ملا ہے –اس کتاب کو اہل کتاب آجکل جھوٹی قرار دیتے ہیں- لیکن یہ بات اب علمائے اہل کتاب قبول کرتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں بعض یہودی

فرقوں کی ایک مستند کتاب تھی اور خاص کر عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں یہ ہیکل کے فریسی یہودی فرقے کی مخالف جماعتوں میں ایک مستند کتاب مانی جاتی تھی- اس کتاب میں مقام ابراہیم کا ذکر موجود ہے کتاب کے باب ۲۲ کی آیت ہے کہ اللہ نے ابراہیم کو ایک گھر بنانے کا حکم دیا جس کو مقام ابراہیم کہا جائے گا

24 This house have I built for myself that I might put my name upon it in the earth: [it is given to you and to your seed forever], and it will be named the house of Abraham; it is given to you and to your seed forever; for you will build my house and establish my name before YAHWEH forever: your seed and your name will stand throughout all generations of the earth.

یہ بیت (یا مقام) جس کو میں نے اپنے لئے بنایا ہے کہ میں اس سے ارض پر اپنا نام (باقی) رکھوں اس کو (بیت) مقام ابراہیم کہا جائے گا جو تم کو اور اولاد ابراہیم کو ملے گا ہمیشہ کے لئے کیونکہ تم ہی اس بیت کو بناؤ گے اور میرا نام ی ھ و ھ (ا) کو ہمیشہ رکھو گے اور تمہاری نسل اور تمہارا نام اس سے منسلک رہے گا، ارض کی نسلوں میں

اس کتاب کے ۲۲ویں باب میں لکھا ہے کہ ابراہیم کی وفات کا علم اسمٰعیل کو مقام ابراہیم میں آواز سے ہوا

And the voices were heard in the house of Abraham, and Ishmael his son arose, and went to Abraham his father, and wept over Abraham his father, he and all the house of Abraham, and they wept with a great weeping.

اور بیت ابراہیم میں آوازیں سنی گئیں اور اسمٰعیل اس کا بیٹا اٹھا اور اپنے باپ ابراہیم کے پاس گیا اور سارا کٹم خوب رویا

واضح رہے کہ بیت ابراہیم اور ہیکل سلیمانی دو الگ عبادت گاہیں ہیں – اسمٰعیل یقینا یروشلم سے بہت دور تھے کہ ان کو غیبی اشارہ ملا اور ابراہیم کے پاس گئے

یہودیوں کا عیسیٰ علیہ السلام کے دور کا ایک فرقہ قمران میں آباد تھا جو بحر مردار پر ایک مقام ہے- انہوں نے ۷۰ ع میں رومیوں سے اپنی کتابیں بچانے کے لئے مرتبانوں میں رکھیں اور آس پاس کے غاروں میں چھپا دیں – ۱۹۴۷ میں یہ کتابیں دریافت ہوئیں اور اس وقت دینا کی قدیم توریت بھی انہی میں سے ہے – کاربن ڈیٹنگ اور دوسرے سائنسی نتائج سے یہ ثابت ہو چکا ہے یہ کتب عیسیٰ کے زمانے میں کم و بیش سو سال کے اندر کی ہیں- ان کو بحر مردار کے طومار کہا جاتا ہے

Dead Sea Scrolls

اس کی ایک کتاب میں یہ تفصیل ملی کہ

Abraham's travel east to the Euphrates and the Persian Gulf region, then around the coast of Arabia to the Red Sea, and finally to the Sinai desert and then to his home

(Geza Vermes, The Complete Dead Sea Scrolls, Genesis Apocryphon 448–459).

ابراہیم علیہ السلام نے مشرق میں فرات تک سفر کیا اور خلیج عرب کا اور بحیرہ احمر کے ساحل پر عرب کا سفر کیا اور دشت سینا تک آئے

یہ پہلی کتاب ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ابراہیم کبھی بحیرہ احمر کے ساحل تک گئے کیونکہ موجودہ تورات میں اس کا ذکر نہیں ہے

کتاب جو بلی بحر مردار کے طومار میں موجود ہے لیکن ابھی تک اس کا ترجمہ شائع نہیں ہوا ہے

مملکت حمیر (۱) قدیم یمن میں ایک حکومت رہی جس نے ایک وقت میں تمام یمن اور حضر الموت پر حکومت کی

Ḥimyarite Kingdom or Ḥimyar

مملکت حمیر کا آغاز ۱۱۰ قبل مسیح سے ہوا۔ مملکت سبا پر ۲۵ بعد مسیح میں اس نے قبضہ کیا، مملکت قتبان پر ۲۰۰ بعد مسیح میں اور قریب ۳۰۰ بعد مسیح میں حضر الموت پر انہوں نے قبضہ کیا — یہ تمام علاقے قدیم یمن میں تھے۔ تیسری صدی بعد مسیح میں اس میں مملکت السبئیون بھی شامل ہو گئی۔

یہ ابتداء میں مشرک قبائلی مملکت تھی جو حجاز تک اثر ورسوخ رکھتی تھی۔اسی کے آس پاس دور میں سمندر پار افریقہ میں ایک مممکت اکثوم نے عیسائی مذھب اختیار کیا

مملکت حمیر Himyar کے ایک بادشاہ أبو كرب أسعد يا أسعد أبو كُرَيْب بن مَلْكيكرب يا اسعد الكامل يا التبع نے حمیر پر ۳۹۰ سے ۴۲۰ع تک حکومت کی۔کہتے ہیں اس نے یثرب پر حملہ کیا تاکہ وہاں بڑھتے ہوئے عیسائی باز نیطی اثر کو ختم کرے۔اس جنگ میں یہودیوں نے بھی مملکت حمیر کا ساتھ دیا۔لیکن التبع وہاں بیمار ہو گیا حتی کہ کسی چیز سے شفایاب نہ ہو سکا۔یہ ایک مشرک تھا لیکن یثرب کے یہودیوں احبار نے اس کو جھاڑا اور یہ ٹھیک ہو گیا۔اس سے متاثر ہو کر اس نے یہودی مذھب قبول کیا۔اس طرح مملکت حمیر ایک یہودی ریاست بن گئی۔

اس کی قوم کا قرآن الدخان ۳۷ میں ذکر ہے

اللہ تعالی کہتا ہے: أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ

کیا یہ (مشرکین مکہ) بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو ان سے قبل گزرے جن کو ہم نے ہلاک کیا یہ سب مجرم تھے

اور سورہ ق ۱۲ سے ۱۴ میں ہے

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ . وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ . وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ

ان (مشرکین مکہ) سے قبل قوم نوح اور اصحاب الرس اور ثمود اور عاد اور فرعون اور قوم لوط اور اَصحابُ الاَیکَۃِ اور قَومُ تُبَّعٍ کو ہلاک کیا سب نے رسولوں کا انکار کیا پس ان پر وَعِید ثبت ہوئی

ابو داود کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا أدري تبع لعينًا كان أم لا

میں نہیں جانتا کہ تبع، مردود ہے یا نہیں

یعنی تبع کے اس تبدیلی ایمان میں وہ صحیح تھا یا نہیں اس کی خبر نہیں دی گئی لیکن اس کی قوم کو برا کہا گیا ہے۔ کعب الاحبار کا قول ہے ذم اللہ تعالی قومہ ولم یذمہ اللہ نے اس کو برا نہیں کہا اس کی قوم کو کہا ہے

تبع نے کعبہ کو غلاف دینے کا رواج ڈالا کیونکہ مسجد اقصی میں ہیکل سلیمانی میں قدس الاقدس پر بھی غلاف تھا اس کا ذکر انجیل میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی مزموعہ صلیب کے وقت مقدس کا غلاف یا کسوہ پھٹ گیا

At that moment the curtain of the temple was torn in two from top to bottom. The earth shook, the rocks split

http://biblehub.com/matthew/27-51.htm

اس وقت کسوہ الاقصی اوپر سے نیچے تک پھٹ گیا زمین ہلی اور چٹانیں چیخ گئیں

مسلمان مورخین کے اس بیان پر کہ تبع نے سب سے پہلے غلاف کعبہ دیا۔ مستشرقین کا کہنا ہے کہ کعبہ اصل میں ایک یہودی پروجیکٹ تھا جس کا مقصد عربوں کو عبادت گاہ دینا تھا راقم کہتا ہے یہ بات باطل ہے یہ محض مفروضہ ہے

دور نبوی واصحاب رسول میں نسطوری نصرانی نے اپنی تحریر میں اقرار کیا ہے کہ کعبہ ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ ہے اگرچہ نسطوری نصرانی نے کعبہ کو قبہ (گنبد) سمجھا

Seeing Islam as others saw it by Robert G. Hoyland, Darwin press 1997

Nestorian Chronicler from Khuzistan (ca 660)

Regarding the dome of Abraham, we have been unable to discover what it is except that, because the Blessed Abraham grew rich in property and wanted to

get away from the envy of the Cannanites he chose to live in the distant and spacious parts of the desert. Since he lived in Tents, he built that place for the worship of God and for the offerings of sacrifices. It took its present name from what it had been, since the memory of the place was preserved with the generations of their race. Indeed, it was no new thing for the Arabs to worship there, but goes back to antiquity, to their early days, in that they show honor to the father of the head of their people.....Hasor which scriptures call head of kingdoms belong to Arabs while Medina is named after Midian Abraham's fourth son by Keturah it is also called Yathrib and Doma-tul-Jndal (belong to them) and territory of Hagaraye right which is rich in water, palm trees and fortified buildings. The territory of Hatta situated by the sea in the vicinity of islands of Qatar is rich in the same way

قبہ ابراہیم (الكعبةإبراهيم) کو ہم جان نہیں سکے کیا ہے سوائے اس کے کہ بابرکت ابراہیم امیر ہو گئے تھے اور کنعانیوں کے حسد کی وجہ سے صحرا میں جا ٹھہرے—وہ خیموں میں رہتے تھے انہوں نے عبادت و قربانی کے لئے ایک جگہ بنائی - اس کا نام وہی چلا آ رہا ہے جو شروع سے تھا کیونکہ اس کی یادداشت و خبر ان کی نسلوں میں موجود ہے - حقیقت میں یہ کوئی نئ بات عربوں کے لئے نہیں ہے کہ وہ وہاں عبادت کر رہے ہیں بلکہ یہ تو قدامت سے ہو رہا ہے جب یہ اپنے آباواجداد کو اس مقام پر عزت دیتے تھے - .... حصور جس کو صحیفے کہتے ہیں کہ یہ عرب مملکت تھی اور مدینہ بھی ابراہیم کے بیٹے مدیان کے نام پر ہے جو قطورہ سے چوتھے بیٹے تھے

قرآن سورہ البقرہ ١٤٦ میں عالم الغیب اللہ تعالی نے خبر دی کہ کعبہ کو یہ اہل کتاب جانتے ہیں

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ

وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی تھی وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، اور بے شک کچھ لوگ ان میں سے حق کو چھپاتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔

خیمہ ربانی سے لے کر مسجد الاقصی کے درمیان

مسجد الاقصی کی تعمیر سے قبل اہل کتاب کا قبلہ ایک خیمہ تھا جس کو طبر نقل Tabernacle کہا جاتا ہے- اس خیمہ میں تابوت سکینہ رکھا ہوا تھا جس میں انبیاء موسی وہارون علیھما السلام کی اشیاء رکھی ہوئی تھیں–

توریت کے مطابق موسی علیہ السلام نبی ضرور تھے لیکن اس مسجد کے امام ہارون علیہ السلام کی نسل کے لوگ ہوں گے–صرف اسی نسل کے لوگ طبر نقل و تابوت سکینہ اور بعد میں مسجد الاقصی کے منتظم ہے سکتے ہیں

یہود کے مطابق اگرچہ موسی کو کتاب اللہ ملی لیکن موسی لوگوں پر امام نہیں تھے–امام ہارون تھے لہذا دشت میں خیمہ ربانی

Tabernacle

میں صرف بنی ہارون کو داخل ہونے کا حکم تھا

Then bring near to you Aaron your brother, and his sons with him, from among the people of Israel, to serve me as priests—Aaron and Aaron's sons, Nadab and Abihu, Eleazar and Ithamar."

Exodus. 28:1

تم بنی اسرائیل کے ہاں سے صرف ہارون اور اس کے بیٹے میرے قریب آئیں کیونکہ یہ امام بنیں گے۔ہارون اور اس کے بیٹے ندب اور ابیہو، علیعیضر اور اتمار

توریت کے مطابق

Book of Leviticus, chapter 10:

Aarons sons Nadab and Abihu took their censers, put fire in them and added incense; and they offered unauthorized fire before the Lord, contrary to his command. So fire came out from the presence of the Lord and consumed them, and they died before the Lord. Moses then said to Aaron, This is what the Lord spoke of when he said: Among those who approach me I will be proved holy; in the sight of all the people I will be honoured. Aaron remained silent.

ہارون کے بیٹے ندب اور ابیھو نے اپنے اپنے دیے لئے اس میں اگ جلائی اور اس ممنوعہ اگ کو رب پر پیش کیا اس کے حکم کے بر خلاف۔لہٰذا اگ رب کے پاس سے نکلی اور ان کو کھا گئی اور وہ دونوں رب کے سامنے مر گئے۔موسی نے ہارون سے کہا یہ وہ بات ہے جس کا ذکر اللہ نے کیا

تھا کہ تمہارے درمیان جو میرے پاس آئے میری پاکی بیان کرے –لوگوں کی نگاہ میں میں محترم ہوں –ہارون اس پر چپ رہے

واضح رہے کہ توریت کی کتاب لاوی کے مطابق ہارون کے بیٹوں کی یہ المناک وفات ہارون کی زندگی ہی میں ہوئی اور ان کا نام ندب اور ابہو ہے - اسلامی لٹریچر میں ان کے نام شبر و شبیر بیان کیے جاتے ہیں - یہود کے ایک مشہور حبر راشی Rashi کے بقول ندب اور ابیہو کا یہ بھیانک انجام شراب پینے کی بنا پر ہوا

AND THERE WENT OUT FIRE —— Rabbi Eleizer said: the sons of Aaron died only because they gave decisions on religious matters in the presence of their teacher, Moses (Sifra; Eruvin 63a). Rabbi Ishmael said: they died because they entered the Sanctuary intoxicated by wine. You may know that this is so, because after their death he admonished those who survived that they should not enter when intoxicated by wine (vv. 8——9). A parable! It may be compared to a king who had a bosom friend, etc., as is to be found in Leviticus Rabbah (ch. 12; cf. Biur).

http://www.sefaria.org/Rashi_on_Leviticus.10.3?lang=en

اہل سنت کی تفسیر روح البیان از ابو الفداء (المتوفی : 1127ھ-) کے مطابق

وكان القربان والسرج فى ابني هارون شبر وشبير فامرا ان لا يسرجا بنار الدنيا فاستعجلا يوما فاسرجا بنار الدنيا فوقعت النار فاكلت ابني هارون

اور قربانی اور دیا جلانا بنی ہارون میں شبر اور شبیر کے لئے تھا پس حکم تھا کہ کوئی دنیا کی اگ سے اس کو نہ جلائے لیکن ایک روز ان دونوں نے علجت کی اور اس کو دنیا کی اگ سے جلایا جس پر اگ ان دونوں کو کھا گئی

شیعہ عالم الحسین بن حمدان الخصیبی المتوفی ۳۵۸ھ کتاب الھدایۃ الکبری میں بتاتے ہیں ایسا کیوں ہوا

وان شبر وشبیر ابنی ہارون (علیہ السلام) قربا قربانا ثم سقیاہ الخمر وشرا باہا ووقفا یقربان، فنزلت النار علیہما واحرقتہما ائن الخمر فی بطونہما فقتلا بذلک.

اور شبر اور شبیر بنی ہارون میں سے انہوں نے قربانی دی پھر شراب پی لی اور قربانی کو وقف کیا پس اگ آسمان سے نازل ہوئی اور اگ نے ان دونوں کو جلا ڈالا کیونکہ شراب ان کے پیٹوں میں تھی اس بنا پر یہ قتل ہوئے

تفسیر قرطبیؔ سورہ الاعراف کی آیت ۱۵۵ میں کی تفسیر میں قرطبیؔ المتوفی ۶۷۱ھ روایت پیش کرتے ہیں

أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحيَى بْنُ سَعِيد الْقَطَّانُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عَبد عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: انْطَلَقَ مُوسَى وَهَارُونُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِمَا وَانْطَلَقَ شَبَّرٌ وَشَبِيرٌ- هُمَا ابْنَا هَارُونَ- فَانْتَهَوْا إِلَى جَبَلٍ فِيهِ سَرِيرٌ، فَقَامَ عَلَيْهِ هَارُونُ

فَقُبِضَ رُوحُهُ. فَرَجَعَ مُوسَى إِلَى قَوْمِه، فَقَالُوا: أَنْتَ قَتَلْتَهُ، حَسَدْتَنَا عَلَى لِينِه وَعَلَى خُلُقِه، أَوْ كَلِمَة نَحْوَهَا، الشَّكّ مِنْ سُفْيَانَ، فَقَالَ: كَيْفَ أَقْتُلُهُ وَمَعِي ابْنَاهُ! قَالَ: فَاخْتَارُوا مَنْ شِئْتُمْ، فَاخْتَارُوا مِنْ كُلِّ سِبْطٍ عَشَرَةً. قَالَ: فَذَلِكَ قَوْلُهُ:" وَاخْتَارَ مُوسى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِمِيقاتِنا" فَانْتَهَوْا إِلَيْه، فَقَالُوا: مَنْ قتلك يا هارون؟ قال: ما قتلني أَحَدٌ وَلَكِنَّ اللَّهَ تَوَفَّانِي. قَالُوا: يَا مُوسَى، مَا تُعْصَى

عُمَارَةَ بْنِ عَبْدٍ، علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ موسی اور ہارون چلے اور ان کے ساتھ شبر و شبیر چلے پس ایک پہاڑ پر پہنچے جس پر تخت تھا اس پر ہارون کھڑے ہوئے کہ ان کی جان قبض ہوئی پس موسی قوم کے پاس واپس لوٹے – قوم نے کہا تو نے اس کو قتل کر دیا! تو حسد کرتا تھا… موسی نے کہا میں نے اس کو کیسے قتل کیا جبکہ اس کے بیٹے شبیر اور شبر میرے ساتھ تھے پس تم جس کو چاہو چنو اور ہر سبط میں سے دس چنو کہا اسی پر قول ہے وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِمِيقَاتِنَا پس وہ سب ہارون کی لاش تک آئے اور ان سے پوچھا: کس نے تم کو قتل کیا ہارون؟ ہارون نے کہا مجھے کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے وفات دی

یعنی قرطبی نے تفسیر میں اس قول کو قبول کیا کہ شبر و شبیر ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام تھے

روایت میں عُمارة بْن عَبد، الكُوفيُّ ہے العلل میں احمد کہتے ہیں

قال عبد الله بن إحمد: سألته (يعني إباه): عن عمارة بن عبد السلولي، قال: روى عنه إبو إسحاق. «العلل» (4464).

یہ کوفہ کے ہیں – لايروى عنه غير إبي إسحاق. «الجرح والتعديل صرف إبي إسحاق روایت کرتا ہے

امام بخاری کہتے ہیں اس نے علی سے سنا ہے جبکہ امام ابی حاتم کہتے ہیں مجھول لا یحتج بہ، قالہ ابو حاتم. یہ مجھول ہے دلیل مت لو-

الغرض یہود اور مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہوا کہ ال ہارون میں سے دو بیٹوں کی ہلاکت عذاب سے ہوئی –اس قصہ کی صحت تک پہنچنا ممکن نہیں ہے- البتہ علیعیضر اور اثمار کی نسل سے ال ہارون بنے جن کو لاوی کہا جاتا ہے اور انہی میں سے ہیکل کے پروہت و منتظم ہوتے تھے – آگے جا کر بنی ہارون میں Zadokite Priesthood کی مکمل ایک شاخ پیدا ہو گئی-

صحراء میں بھٹکنے کے دوران بنی اسرائیل خمیہ ربانی پر ہی جمع ہوتے عبادت کرتے - یہاں تک کہ پہلے ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا پھر موسی علیہ السلام کا –دونوں انبیاء ارض مقدس کنعان میں داخل نہ ہو سکے- اس کے بعد یوشع علیہ السلام نبی ہوئے اور اللہ تعالی نے حکم دیا کہ ارض مقدس میں داخل ہو کہ حالت سجدا والی ہو –مفسرین کہتے ہیں یعنی جھک کر عاجزی سے اس میں داخل ہو - لیکن بنی اسرائیل نے الفاظ کا مذاق بنایا اور اللہ کا عذاب بھی آیا- بہر حال یہ خیمہ ربانی اور تابوت کو لے کر ارض مقدس جا پہنچے- وہاں ایک عرصہ تک خیمہ ربانی پر ہی قبلہ رہا- پھر فلسطینی قوم نے ان پر حملہ کیا جو مشرک تھے اور انہوں نے تابوت سکینہ چرا لیا

اس دوران ہر قبیلہ چاہتا کہ اس میں سے بادشاہ ہو لیکن وقت کے نبی نے خبر دی کہ اللہ نے طالوت کو شاہ مقرر کیا ہے اور اس کی سر براہی میں تابوت واپس ملے گا –یہ قرآن میں ہے- لیکن بائبل میں ہے کہ تابوت جب فلسطینی لے گئے تو ان میں بیماری اور وبا پھوٹ پڑی گھبرا کر انہوں نے ایک بیل گاڑی پر تابوت رکھا اس کو بنی اسرائیل کی طرف ہانک دیا-

جنگ میں طالوت حاکم تھے لیکن جالوت کا قتل داود علیہ السلام نے کیا۔ طالوت کے بعد داود علیہ السلام حاکم ہوئے

مسجد الاقصی

یہود مسجد الاقصی کو ہیکل سلیمان بولتے تھے اور ہیں – مسجد عربی کا لفظ ہے جس کا مطلب عبادت کا مقام ہے اور الاقصی بھی عربی کا لفظ ہے جس کا مطلب دور و بعید ہونا ہے – یہ دور و بعید ہونا اصل میں مکہ سے دوری کے طور پر بولا گیا تھا جب واقعہ معراج کا ذکر اللہ تعالی نے سورہ بنی اسرائیل میں کیا

سُبْحَانَ الَّذِىٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِىْ بَارَكْنَا حَوْلَـهٝ لِنُرِيَهٝ مِنْ اٰيَاتِنَا ۚ اِنَّهٝ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (1)

پاک ہے وہ (رب) جو لے گیا سفر میں اپنے بندے کو رات میں مسجد الحرام سے مسجد الاقصی جس کا ماحول ہم نے بابرکت کیا ہے کہ اس کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بے شک وہ (اللہ) سننے دیکھنے والا ہے

الاَقْصَى اصل میں فاصلے پر نسبت ہے کہ اتنی دور ایک رات میں ہی لے کر گئے-ظاہر ہے دور سلیمان و داود علیہما السلام میں اور اس کے بعد بھی یروشلم میں رہنے والے احبار و ربانی اہل کتاب اس مسجد کو مسجد الاقصی نہیں بولتے ہوں گے-بنی اسرائیل کی تاریخ کے مطابق اس مسجد کو ہیکل سلیمان کے نام سے یاد کیا جاتا تھا

ہیکل کا لفظ عربی اور عبرانی دونوں میں مستعمل ہے اور عربی لغت تاج العروس من جواہر القاموس میں بھی موجود ہے

الهَيْكَلُ: الضَّخْمُ مِنْ كُلِّ شَيْء يعنی کسی بھی چیز کا بڑا ہونا – ہیکل سلیمان کا مطلب ہے مسجد الاقصی بہت بڑی تھی

لغت مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار از جمال الدين، محمد طاہر بن علی الصدیقی الہندی الفَتَّنِي الكجراتی (المتوفى: 986ھ) میں ہے

الهيكل – ذو الضخامة والشرف، ثم استعمل فيما يكتب من الأسماء الإلهية والأدرعة الربانية ونحو ذلك

الہیکل –بہت عظمت و شرف والا پھر اس لفظ کا استعمال ہوا اگر اسماء الہی وغیرہ لکھے ہوں

ظاہر ہے یہ لفظ عربی میں بھی موجود ہے تو مسجد الاقصی کو اگر ہیکل کہا جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں کیونکہ دور سلیمان میں ظاہر ہے اس کو الاقصی نہیں کہا جا سکتا – سلیمان علیہ السلام کی مملکت ارض مقدس میں تھی

ہیکل سلیمانی کا مطلب ہے سلیمان علیہ السلام کا بنایا ہوا ہیکل Heikal جس میں ایک چٹان یا الصخرہ تھی اس کو یہودی زمین کا سب سے مقدس مقام سمجھتے ہیں اور ان کے مطابق زمین کا آغاز اسی چٹان سے ہوا اور مسلمان ہونے والے یمنی یہودیوں کے مطابق اس کے نیچے تمام دنیا کی ہوائیں اور نہریں ہیں جیسا کہ ایک روایت میں ہے- یہود کے مطابق اس چٹان پر تابوت سکینہ رکھا ہوا تھا اور معلوم ہوا ہے کہ اس ہیکل پر کسوہ کعبہ کی طرح کا ایک غلاف بھی ہوتا تھا اس کے سامنے ایک الاو Altar تھا جس کو وقربان گاہ کہا جاتا تھا -اس میں قربانی کا گوشت جلا کر اللہ کی نذر کیا جاتا تھا اور خون کو قربان گاہ پر چھڑکا جاتا -اس قربان گاہ کے دائیں اور بائیں حجرات

تھے جن میں منتظم سامان رکھتے اور اس مسجد کے صحن سے بھی زمزم کی طرح ایک چشمہ ابلتا تھا جس کو جیحوں Gihon کہا جاتا ہے

مسلمان مورخین کے مطابق تبع نے بعثت نبوی سے کئی سو سال پہلے سب سے پہلے غلاف کعبہ دیا ۔ تبع (المتوفی ۴۲۰ بعد مسیح عیسوی) ایک یمنی یہودی بادشاہ تھا جس نے کعبہ کو سب سے پہلے غلاف دیا کیونکہ مسجد اقصی میں ہیکل سلیمانی میں قدس الاقدس پر بھی غلاف تھا اس کا ذکر انجیل میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی مزموعہ صلیب کے وقت مقدس کا غلاف یا کسوہ پھٹ گیا

مسجد الاقصی کی تعمیر اول

بائبل کے مطابق داود علیہ السلام نے اصل مسجد الاقصی کی بنیاد اس مقام پر رکھی تھی جہاں فصلوں کو چھٹائی کی جاتی تھی۔ بائبل کتاب سموئیل دوم باب ۲۴ میں اس کا ذکر ہے

اوندھے منہ جھک گیا۔ **21** اُس نے پوچھا، ”میرے آقا اور بادشاہ میرے پاس کیوں آ گئے؟“ داؤد نے جواب دیا، ”مَیں آپ کی گاہنے کی جگہ خریدنا چاہتا ہوں تاکہ رب کے لئے قربان گاہ تعمیر کروں۔ کیونکہ یہ کرنے سے وبا رُک جائے گی۔“

22 ارَوناہ نے کہا، ”میرے آقا اور بادشاہ، جو کچھ آپ کو اچھا لگے اُسے لے کر چڑھائیں۔ یہ بیل بھسم ہونے والی قربانی کے لئے حاضر ہیں۔ اور اناج کو گاہنے اور بیلوں کو جوتنے کا سامان قربان گاہ پر رکھ کر جلا دیں۔ **23** بادشاہ سلامت، مَیں خوشی سے آپ کو یہ سب کچھ دے دیتا ہوں۔ دعا ہے کہ آپ رب اپنے خدا کو پسند آئیں۔“

24 لیکن بادشاہ نے انکار کیا، ”نہیں، مَیں ضرور ہر چیز کی پوری قیمت ادا کروں گا۔ مَیں رب اپنے خدا کو ایسی کوئی بھسم ہونے والی قربانی پیش نہیں کروں گا جو مجھے مفت میں مل جائے۔“

چنانچہ داؤد نے بیلوں سمیت گاہنے کی جگہ چاندی کے 50 سکوں کے عوض خرید لی۔ **25** اُس نے وہاں رب کی تعظیم میں قربان گاہ تعمیر کر کے اُس پر بھسم ہونے والی اور سلامتی کی قربانیاں چڑھائیں۔ تب رب نے ملک کے لئے دعا سن کر وبا کو روک دیا۔

اصل مسجد الاقصی فصل گاہنے کی جگہ تعمیر کی گئی جو ظاہر ہے کوئی پہاڑ نہیں ہو سکتا۔اہل کتاب نے اس حقیقت کو چھپا کر دعوی کیا کہ مسجد پہاڑ موریا Moriah پر تھی لیکن آج یہود کہتے ہیں کہ کوہ موریا داود کے شہر سے باہر جنوب میں وادی جہنم میں ہے جس ایک نام جبل سیحون Zion ہے- سیحون یا صیحون / صیہون کو سب سے پہلے داود علیہ السلام نے فتح کیا تھا[18]۔

بائبل کتاب تواریخ باب ۳ میں ہے

رب کے گھر کی تعمیر

3 سلیمان نے رب کے گھر کو یروشلم کی پہاڑی موریاہ پر تعمیر کیا۔ اُس کا باپ داؤد یہ مقام مقرر کر چکا تھا۔ یہیں جہاں پہلے اُرنان یعنی ارَوناہ یبوسی اپنا اناج گاہتا تھا رب داؤد پر ظاہر ہوا تھا۔ **2** تعمیر کا یہ کام سلیمان کی حکومت کے چوتھے سال کے دوسرے ماہ اور اُس کے دوسرے دن شروع ہوا۔

راقم کہتا ہے فصل گاہنے کا مقام کبھی بھی پہاڑ پر ممکن نہیں ہے اور جبل موریا خود بعض اہل کتاب اب وادی جہنم میں بتاتے ہیں—پھر بقول ان کے اسی جبل پر ابراہیم نے اسحاق کو قربان

18 اس نام کو بعض یہودیوں نے پچھلے سو سال میں اپنے سیاسی ایجنڈا کے لئے پسند کیا ہے – ۱۸۹۷ سے سیحون /صیہون کا لفظ یہودی قوم پرستانہ نظریات اور نسلی تفاخر پر منبی یہودی چربہ کے لئے دنیا میں مشہور ہے-

کرنے لٹایا تھا- مسلمانوں کا موقف ہے کہ اصل میں یہ جبل موریا نہیں بلکہ جبل مروہ تھا جو مکہ میں ہے لیکن اہل کتاب نے بدل کر جبل موریا کر دیا اور اسمٰعیل کا نام اسحاق سے بدل دیا

کتاب پیدائش توریت باب ۲۲ میں ہے

ابراہیم کی آزمائش

22 کچھ عرصے کے بعد اللہ نے ابراہیم کو آزمایا۔ اُس نے اُس سے کہا، ''ابراہیم!'' اُس نے جواب دیا، ''جی، مَیں حاضر ہوں۔'' **2** اللہ نے کہا، ''اپنے اکلوتے بیٹے اسحاق کو جسے تُو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر موریاہ کے علاقے میں چلا جا۔ وہاں مَیں تجھے ایک پہاڑ دکھاؤں گا۔ اُس پر اپنے بیٹے کو قربان کر دے۔ اُسے ذبح کر کے قربان گاہ پر جلا دینا۔''

یعنی ایک طرف تو یہ دعوی ہے کہ جبل موریا شہر سے باہر تھا پھر دعوی ہے کہ اس پر ہیکل سلیمانی تھا - پتھریلی زمین پر فصل کی چھٹائی نہیں کی جاتی - اب جبل موریا کہا جا رہا ہے کہ یروشلم میں وادی جہنم پر ہے - یہ تمام زمینی حقائق کو بدل کر کھینچ تان کر کے صرف ثابت یہ کرنا ہے کہ موجودہ قبہ صخرہ جو پہاڑ پر ہے وہ ہیکل سلیمانی کا مقام تھا لیکن یہ ثابت نہیں ہو پاتا بلکہ معاملہ اور الجھ جاتا ہے

اشکال

مسجد الاقصی پر ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے

وَفِي الطَّبَرَانِيّ مِنْ حَدِيثِ رَافِعِ بْنِ عُمَيْرَةَ أَنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ابْتَدَأَ بِبِنَاءِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ أَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ إِنِّي لَأَقْضِي بِنَاءَهُ عَلَى يَدِ سُلَيْمَانَ

طبرانی میں حدیث ہے کہ داؤد نے بیت المقدس کی تعمیر کے لیے بنیادیں رکھیں پھر اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی کی کہ میں مسجد اقصی کی تعمیر سلیمان کے ہاتھوں مکمل کرواؤں گا۔

جواب: اِنیسُ السَّاری فی تخریج وَ تحقیق الاَحادیث التی ذکرہاالحَافظ ابن حَجر العسقلانی فی فَتح البَاری کے محقق: نبیل بن مَنصور بن یَعقوب البصارۃ نے اس سند پر تحقیق کی ہے اور حکم دیا ہے کہ یہ روایت موضوع یا گھڑی ہوئی ہے

اس کا ذکر الموضوعات میں ابن جوزی نے کیا ہے اور ابن حبان نے مجروحین میں کیا ہے

الملل والنحل از ابوالفتح محمد بن عبد الکریم بن ابی بکر احمد الشہرستانی (المتوفى: 548هـ) میں ہے

بيت المقدس الذي بناه داود وأتمه سليمان عليهما السلام، ويقال إن سليمان هو الذي بناه، والمجوس يقولون إن الضحاك بناه، وقد عظمه اليونانيون تعظيم أهل الكتاب إياه.

بیت المقدس جس کی تعمیر داود نے کی اور تکمیل سلیمان علیہما السلام نے کی اور کہا جاتا ہے سلیمان نے اس کو بنایا، اور مجوس کہتے ہیں بیت المقدس کو الضحاك نے بنایا تھا اور یونانی اس شہر کی تعظیم کرتے ہیں اور اہل کتاب ان سے بڑھ کر

بیت المقدس کی تعمیر کے بعد سلیمان علیہ السلام کو حکمت ملی؟

سنن نسائی کتاب المساجد، باب فضل المسجد الأقصى والصلاة فيه کی روایت ہے

أخبرنا عمرو بن منصور قال حدثنا أبو مسهر قال حدثنا سعيد بن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد عن أبي إدريس الخولاني عن ابن الديلمي عن عبد الله بن عمرو عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أن سليمان بن داود صلى الله عليه وسلم لما بنى بيت المقدس سأل الله عز وجل خلالا ثلاثة سأل الله عز وجل حكما يصادف حكمه فأوتيه وسأل الله عز وجل ملكا لا ينبغي لأحد من بعده فأوتيه وسأل الله عز وجل حين فرغ من بناء المسجد أن لا يأتيه أحد لا ينهزه إلا الصلاة فيه أن يخرجه من خطيئته كيوم ولدته أمه

أَبِي بُسْرٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمایا سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر پر تین دعائیں کیں

اول اِن کہ حکمت ملے - پس اللہ نے عطا کی

دوم ان کو مملکت ملے جو ان سے قبل کسی کو نہ ملی۔پس اللہ نے عطا کی

سوم اللہ تعالی سے سوال کیا کہ جب بھی کوئی شخص اس مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے آئے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو کر نکلے جیسے کہ اس کی ماں نے اس کو جنا ہو۔

صحیح ابن خزیمہ میں آخری دعا پر ہے

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَمَّا اثْنَتَانِ فَقَدْ أُعْطِيَهُمَا، وَأَنَا أَرْجُو أَنْ يَكُونَ قَدْ أُعْطِيَ الثَّالِثَةَ".

رسول اللہ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ کہ ان کو تیسری دعا بھی ملی

یہ روایت صحیح کہی گئی ہے ابن حجر کی جانب سے اور البانی نے بھی صحیح کہہ دیا ہے – راقم کہتا ہے اس کا متن شاذ ہے خلاف قرآن ہے – قرآن میں موجود ہے کہ سلیمان کو حکمت دور داود میں ہی ملی ہوئی تھی – سورہ انبیاء میں اس کا ذکر ہے

وَدَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ (78) فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ۚ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فَاعِلِينَ

اور داؤد اور سلیمان کو جب وہ کھیتی کے جھگڑا میں فیصلہ کرنے لگے جب کہ اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت جا پڑیں، اور ہم اس فیصلہ کو دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے وہ فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا، اور ہر ایک کو ہم نے حکمت اور علم دیا تھا، اور ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑ اور پرندے تابع کیے جو تسبیح کیا کرتے تھے، اور یہ سب کچھ ہم ہی کرنے والے تھے۔

قرآن میں اس طرح خبر دی گئی کہ سلیمان کو حکمت و مملکت ایک ساتھ نہیں ملیں بلکہ حکمت ان کو بادشاہت سے قبل عطا کی گئی

ابن قیم اور ابن کثیر کے نزدیک سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر نہیں کی اس کی صرف تجدید و آرائش کی۔ راقم کہتا ہے مسجد کی بنیاد ڈالنا ہی اصل کام ہے جو داود علیہ السلام کے دور میں ہوا ۔ کسی صحیح سند سے نہیں آیا کہ اس مسجد کی تعمیر آدم علیہ السلام نے کی ہو ۔ ابن حجر نے ایک مجہول الحال کتاب التیجان از ابن ہشام کا ذکر کیا ہے کہ اس مسجد کی تعمیر آدم علیہ السلام نے کی جبکہ اس کتاب کی سند معلوم نہیں نہ اس کی نسبت ابن ہشام تک ثابت ہے –

سلیمان سے صدقیاہ تک

سلیمان علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے رحبام Rehoboam سن ۹۳۰ ق مسیح میں یہودا کے بادشاہ ہوئے جس نے ۱۷سال حکومت کی۔ اسی دور میں جیروبام Jeroboam نے شمال میں اسرائیل میں حکومت کی۔

مملکت یہودا کے حکمران ------- مملکت اسرائیل کے حکمران

JEROBOAM1
930 - 909/ 928 - 907

Rehoboam
930 - 913/ 928 - 911

Abijam = Abijah
913- 910/ 911 - 908

Asa
910 - 869/ 908 - 867

Nadab
909 - 908/ 907 - 906

BAASHA
908 - 886/ 906 - 883

Elah
886 - 885/ 883 - 882

Zimri
885/882

[*Tibni*]
885 - 880/ 882 - 878

OMRI
885 - 874/ 882 - 871

Ahab
874 - 853/ 873 - 852

Jehoshaphat
872 - 848+/ 870 - 846+

Ahaziah
853 - 852/ 852 - 851

Jehoram
852 - 841/ 851 - 842

Joram
853 - 841+/851 - 831+

Ahaziah = Jehoahaz
841/843 - 842

JEHU
841 - 814/ 842 - 814

[*Athaliah*]
841 - 835/ 842 - 836

Joash = Jehoash
835 - 796/ 836 - 798

Jehoahaz
814 - 798/ 817 - 800

Jehoash
798 - 782/ 800 - 784

Amaziah
796 - 767/ 798 - 769

Azariah = Uzziah

Jeroboam II 793 - 753+/ 788 - 747+	
Zechariah 753 / 747	
shallum 752/747	
MENAHEM 752- 742/ 747 - 737	
Pekah 740 - 732/ 735 - 732	
	Jotham 750- 735/ 759 - 743
	Ahaz=Jehoahaz I 735 - 715/ 743 - 727
Hoshea 732 - 723/ 732 - 724	
	Hezekiah 715 - 686/ 727 - 698
	Manasseh 697 - 642/ 698 - 642
	Amon 642 - 640/ 641 - 640
	Josiah 640 - 609/ 639 - 609
	JehoahazII= Shallum 609/ 609
	Jehoiakim=Eliakim 609 - 598/ 608 - 598
	Jehoiachin=(Je)coniah 598 - 597/ 598
	Zedekiah=Mattaniah 597 - 586/ 596 - 586

یہ سلیمان علیہ السلام سے حشر اول تک کے حکمرانوں کی لسٹ ہے جو مملکت یہودا اور اسرائیل کی الگ الگ ہے۔ اس کو کتاب سلاطین اور تواریخ سے مرتب کیا گیا ہے۔ مملکت اسرائیل قریب ۲۰۰ سال رہی اور مملکت یہودا قریب ۳۴۳ سال رہی

مسجد الاقصی کی پہلی تباہی

سلیمان علیہ السلام (وفات ۱۰۲۲ق م) کے بعد ان کے بیٹے رہوبم یا رحبوم خلیفہ ہوئے اور اس کے بعد مملکت دو حصوں میں ٹوٹ گئی- ایک شمال میں تھی جس کو اسرئیل کہا جاتا تھا اور دوسری جنوب میں تھی جس میں یروشلم تھا اور اس کو یہودا کہا جاتا تھا-

شمال کی ریاست میں دس قبائل

Reuben, Simeon, Dan, Naphtali, Gad, Asher, Issachar, Zebulun, Manasseh, and Ephraim.

مل کر حکومت کرتے تھے لیکن ان میں جھگڑے ہوتے تھے -ان کا دار سلطنت سخم Sechem یا موجودہ نابلس تھا -اس سلطنت کو ۷۱۹ ق م میں اشوری مملکت نے تباہ کیا- راقم کی تحقیق کے مطابق ابن سبا نسلا اسی علاقے کا تھا انہی قبائل سے تھا-

اس مملکت کی ایک اور شخصیت آصف بن برخیا ہے جس کا ذکر بائبل کی کتاب تواریخ میں ہے

Asaph the son of Berechiah, son of Shimea

اس نام کا ایک شخص اصل میں غلام بناجب اشوریوں نے مملکت اسرایل پر حملہ کیا- شمالی سلطنت کو ۷۱۹ قبل مسیح میں اشوریوں نے تباہ کیا—

جنوب میں دو قبائل رہے وہ یہودا اور بن یامین تھے—ان کے حاکم یہودا کے تھے لیکن دونوں اپنا تعلق براہراست داود اور یوسف علیہ السلام سے جوڑتے تھے- شمالی ریاست کے ختم ہونے

کے بعد اگلے ۱۴۳ سال صرف مملکت یہودا رہی لیکن اشوری مملکت کی باج گزار رہی۔ یہاں تک کہ بابل نے اشور سلطنت کو فتح کر لیا۔ وہاں نبوکدنضر (عربی میں بخت نصر) Nebuchadnazzar کی حکومت بن گئی۔

آخری ایام میں یہودا پر صدقیاہ Zedekiah بادشاہ کی حکومت تھی۔ اس کی حکومت بابل کی مرھون منت تھی لیکن اس نے بغاوت کی اور فرعون مصر حوفرا سے اتحاد کر لیا۔ نبوکدنضر طیش میں آیا اور ۱۸ یا ۳۰ ماہ کے لئے یروشلم کا محاصرہ کیا۔ صدقیاہ کی حکومت کا گیارواں سال تھا اور یروشلم کی دیوار میں نقب لگا کر بابل والے اس میں داخل ہو گئے۔ صدقیاہ نے فرار ہونے کی کوشش کی لیکن شہر اریحو کے میدان میں اس کو دھر لیا گیا۔ صدقیاہ کو اندھا کر کے قیدی بنایا گیا۔

تلمود میں یہود نے ایک دردناک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک نبی زکریا کے قتل پر یہ عذاب آیا تھا۔ کتاب تواریخ باب ۲۴ میں ہے

And the spirit of God came upon Zechariah the son of Jehoiada the priest, who stood above the people, and said unto them, Thus says God, Why transgress you the commandments of the LORD, that you cannot prosper? because you have forsaken the LORD, he has also forsaken you

اور اللہ کی طرف سے (مسجد الاقصی کے) منتظم زکریا بن یہویادہ پر روح کا نزول ہوا جو لوگوں کے درمیان کھڑا ہوا اور ان سے کہا : اللہ تعالی کا قول ہے تم احکامات پر سرکشی کیوں

دکھاتے ہو کہ فارغ البال نہیں ہو پا رہے ؟ اس کی وجہ ہے کہ تم نے رب تعالی کو چھوڑ دیا ہے لہٰذا اس نے بھی تم کو چھوڑ دیا ہے

نبی زکریا بن یہویادہ (علیہ السلام) ہیکل اول کے دور کے نبی تھے - وہ نبی جن کا ذکر زکریا (علیہ السلام) کے نام سے سورہ مریم میں ذکر آیا ہے جو دوسرے ہیکل کے دور کے ہیں- افسوس متعدد مسلمان مورخین نے اس میں غلطی کی ہے اور ان دونوں کو ملا دیا ہے-

نبی زکریا بن یہویادہ (علیہ السلام) کے قتل کا یہودی بادشاہ وقت نے حکم دیا اور ان کا قتل مسجد الاقصی کے صحن میں ہی کر دیا گیا- یہود کے مطابق ۲۵۲ سال تک معجزانہ طور پر مسجد الاقصی کے صحن سے زکریا بن یہویادہ (علیہ السلام) کا خون ابلتا رہا یہاں تک کہ حشر اول کے وقت بابلی فوج کا جنرل نبوزردان Nebuzardan مسجد الاقصی میں داخل ہوا- تلمود Talmud Gittin 57b کے مطابق اس نے تمام یہود کو ہیکل یا مسجد الاقصی میں موجود تھے صفوں میں کھڑا کر دیا- جنرل نبوزردان نے یہود سے پوچھا کہ یہ خون کس کا ہے ؟ یہود نے چھپانے کی کوشش کی حتی کہ جنرل نبوزردان نے دھمکی دی کہ اگر درست خواب نہ دیا تو سب کے جسم سے گوشت کو لوہے کی کنگھیوں کی مدد سے ہڈی سے الگ کیا جائے گا- اس خوف سے یہود نے نبی زکریا بن یہویادہ (علیہ السلام) کے قتل کا قصہ سنایا- جنرل نبوزردان نے کہا میں اب زکریا بن یہویادہ کو خوش کروں گا- جنرل نے حکم دیا کہ تمام یہود کو جمع کرو اور قتل کرو اس نے نو لاکھ چالیس ہزار یہودی قتل کر دیے لیکن ہیکل کے صحن سے خون ابلنا بند نہ ہوا- اس پر جنرل نبوزردان نے چلا کر صحن میں کہا :

Zechariah, Zechariah! I have slain the best of them; do you want all of them to be destroyed

زکریا، زکریا میں نے ان کے اچھوں کو قتل کر دیا ہے – کیا تو چاہتا ہے سب کو ہی قتل کر دوں ؟

اس پر صحن پر موجود خون زمین میں اتر گیا[19] –

19
ابن کثیر نے البداية والنهاية میں ذکر کیا ہے کہ سعید بن المسیب تاریخ سے اس قدر لابلد تھے کہ کہتے تھے
وَقَالَ أَبُو عُبَيْد الْقَاسِمُ بْنُ سَلَامٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيد، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ: قَدِمَ بُخْتُ نَصَّرَ دِمَشْقَ فَإِذَا هُوَ بِدَمِ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا يَغْلِي فَسَأَلَ عَنْهُ فَأَخْبَرُوهُ فَقَتَلَ عَلَى دَمِه سَبْعِينَ أَلْفًا فَسَكَنَ
ابن مسیب نے کہا بخت نصر دمشق پہنچا اور یحیی بن زکریا کا خون ابل رہا تھا پس اس پر سوال کیا کہ خبر کرو کس کا خون ہے اور اس قتل نبی کی پاداش میں ستر ہزار کا قتل کیا پھر وہاں رکا
ابن کثیر نے البداية والنهاية میں لکھا
وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ إِلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ وَهُوَ يَقْتَضِي أَنَّهُ قُتِلَ بِدِمَشْقَ وَأَنَّ قِصَّةَ بُخْتُ نَصَّرَ كَانَتْ بَعْدَ الْمَسِيحِ (2) كَمَا قَالَهُ عَطَاءٌ وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ فَاللَّهُ أَعْلَمُ
اس کی سند ابن المسیب تک صحیح ہے اور یہ تقاضہ کرتا ہے کہ یحیی کا قتل دمشق میں ہوا ہو اور بخت نصر کا زمانہ بعد مسیح کا ہے جیسا عَطَاءٌ وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيّ کا قول ہے – اللہ کو پتا ہے
راقم کہتا ہے ابن المسیب نے زکریا بن یہویادہ کو زکریا بن حنا سمجھ لیا ہے اور دوسری غلطی یہ کی کہ یروشلم یا بیت المقدس کو دمشق بنا دیا ہے - پھر مزید غلطی عطا و حسن بصری کی ہے جنہوں نے بخت نصر کو بعد مسیح کا دور بنا دیا ہے

یروشلم پر حملہ میں صرف اہل بابل ہی نہیں تھے بلکہ خود بہت سے یہودی بخت نصر کی فوج میں تھے جن میں ایک بڑی تعداد ال ہارون کے منتظمین مسجد الاقصی کی تھی[20]

Jerusalem Talmud describes how a large number of priests had fought with Nebuchadnezzar against Jerusalem and had been settled in Arabia among sons of Ismael

تلمود یروشلمی میں تفصیل ہے کہ ہیکل کے لاوی کثیر تعداد میں بخت نصر کی فوج میں شامل ہوئے اورانہوں نے یروشلم سے جنگ کی اور بعد میں عرب میں بنی اسمٰعیل کے ساتھ جا کر بس گئے

تابوت سکینہ کا ذکر اور اس کا غائب و فنا ہونا

راقم سے ایک سوال کیا گیا

سوال اس اقتباس پر رائے درکار ہے

مسجد الاقصی میں چٹان پر تابوت سکینہ رکھا ہوا تھا جو سن ۵۸۷ قبل مسیح تک وہاں تھا- یہ شمشاد کی لکڑی کا بنا ھوا ایک صندوق تھا جو آدم علیہ سلام پر نازل ھوا تھا، یہ پوری زندگی آپ کے پاس

---

[20] Talmud, Taanit 4.5, mentioned in Temple Theology an Introducation by Margaret Barker, SPCK, 2004

رھا۔ پھر بطور میراث آپکے اولاد کو ملتا رھا، یہاں تک کہ یہ یعقوب علیہ سلام کو ملا اور آپکے بعد آپکی اولاد بنی اسرائیل کو ملا اور بعد میں یہ موسیٰ علیہ سلام کو ملا جس میں وہ اپنا خاص سامان اور تورات شریف رکھا کرتے تھے۔ یہ بڑا ھی مقدس اور بابرکت صندوق تھا، بنی اسرائیل جب کفار سے جہاد کرتے اور انکو شکست کا ڈر ھوتا تو وہ اس صندوق کو آگے رکھتے تو اس صندوق سے ایسی رحمتوں اور برکتوں کا ظہور ھوتا کہ مجاھدین کے دلوں کو چین آرام و سکون حاصل ھو جاتا اور صندوق وہ جتنا آگے بڑھاتے آسمان سے نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتۡحٌ قَرِیۡبٌ کی بشارت عظمی نازل ھوتی

جواب: قرآن میں ہے

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

اور پیغمبر نے ان سے کہا کہ ان کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تسلی (بخشنے والی چیز) ہو گی اور کچھ اور چیزیں بھی ہوں گی جو موسیٰ اور ہارون چھوڑ گئے تھے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے ایک بڑی نشانی ہے

راقم کہتا ہے تابوت سریانی یا عبرانی کا لفظ ہے اور سکینہ عبرانی کا لفظ ہے- اللہ تعالی کا قول ہے کہ اس تابوت میں سکینہ ہے تو اس سے مراد سکون و اطمینان ہے اس کی موجودگی بنی اسرئیل کے لئے باعث سکون تھی- اس کو موسی علیہ السلام نے دشت میں بنایا تھا اس میں توریت کی الواح کو رکھا گیا تھا اور یہ تابوت خیمہ ربانی یا طبر نقل Tabernacle

میں رکھا گیا تھا موسی علیہ السلام کے بعد ان کا عصا اور ال ہارون کے تبرکات کو اس میں رکھا گیا یھاں تک کہ داود علیہ السلام کے دور میں اس کو فلسطینی چرا کر لے گئے اور حکم ہوا کہ ان سے قتال کرو- اس پر نبی اسرئیل میں شش و پنج ہوا کہ ہم کس کی سر براہی میں قتال کریں ہمارے تو الگ الگ سردار ہیں جس پر اس دور کے نبی جن کا نام بائبل میں سمائل ہے انہوں نے کہا کہ ایک شخص طالوت کو تم پر من جانب اللہ حاکم کر دیا گیا ہے جس کی نشانی یہ ہے کہ جب تم قتل کرو گے تو یہ تابوت تم کو واپس مل جائے گا- یہودی تصوف کے مطابق تابوت میں الواح تھیں جن پر اسم اعظم لکھا تھا یہ اسم بولتا بھی تھا اسی قول کو مسلمان بھی بولنے لگ جاتے ہیں کہ

"بنی اسرائیل میں جب بھی کبھی احتلاف ھوتا تو وہ اسی صندوق سے فیصلہ کراتے۔ صندوق سے فیصلہ کی آواز خود ھی آتی" جو ایک عجیب قول ہے

اس پر راقم کی تفسیر

Two Illuminated Clouds of Quran pg 65

پر تفصیل ہے

The Great Divine Name manifested as an Angel who thinks independent of God. Even Ark of Covenant has power as it was actually the incarnation of Name of God (see 2 Samuel 6:1-2). According to Jews Ark contains Sekinah (feminine version of God's power). God name has lips (Isaiah 30:27)

اللہ کا اسم اعظم ایک فرشتہ کے طور پر ظاہر ہوتا ہے جو اللہ سے الگ حکم کرتا ہے۔ حتی کہ تابوت سکینہ میں بھی قوت ہے کیونکہ یہ اسم اعظم کی تجلی ہے (دیکھئے سموئیل دوم باب ٦) یہود کے مطابق تابوت میں سکینہ رہتی ہے (اللہ تعالی نے ثنویت قوت)۔اعظم کے ہونٹ بھی ہیں یسعیاہ باب ۳۰ میں

یہود کے مطابق اس تابوت میں سکینہ نام کا ایک مونث فرشتہ تھا جو ایک ہوا کی مانند تھا ہمارے محدثین نے سکینہ کا ذکر کیا ہے۔ مستدرک حاکم کی روایت ہے جس کو حاکم اور الذھبی مسلم کی شرط پر کہتے ہیں

حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّيْرَفِيُّ، بِمَرْوَ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ مُلَاعِبِ بْنِ حَيَّانَ، ثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ، قَالَا: ثنا إِسْرَائِيلُ، ثنا خَالِدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عَرْعَرَةَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ {أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا} [آل عمران: 96] أَهُوَ أَوَّلُ بَيْتٍ بُنِيَ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنَّهُ أَوَّلُ بَيْتٍ وُضِعَ فِيهِ الْبَرَكَةُ وَالْهُدَى، وَمَقَامُ إِبْرَاهِيمَ، وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا، وَلَإِنْ شِئْتَ أَنْبَأْتُكَ كَيْفَ بَنَاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، إِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَى إِبْرَاهِيمَ أَنِ ابْنِ لِي بَيْتًا فِي الْأَرْضِ فَضَاقَ بِهِ ذَرْعًا، فَأَرْسَلَ اللهُ إِلَيْهِ السَّكِينَةَ، وَهِيَ رِيحٌ خَجُوجٌ، لَهَا رَأْسٌ، فَاتَّبَعَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ حَتَّى انْتَهَتْ، ثُمَّ تَطَوَّقَتْ إِلَى مَوْضِعِ الْبَيْتِ تَطَوُّقَ الْحَيَّةِ، فَبَنَى إِبْرَاهِيمُ فَكَانَ يَبْنِي هُوَ سَاقًا كُلَّ يَوْمٍ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَكَانَ الْحَجَرِ، قَالَ لِابْنِهِ: أَبْغِنِي حَجَرًا فَالْتَمَسَ ثَمَّةَ حَجَرًا حَتَّى أَتَاهُ بِهِ، فَوَجَدَ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ قَدْ رُكِّبَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُهُ: مِنْ أَيْنَ لَكَ هَذَا؟ قَالَ: جَاءَ بِهِ مَنْ لَمْ يَتَّكِلْ عَلَى بِنَائِكَ جَاءَ بِهِ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ فَأَتَمَّهُ «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ»

خَالِدِ بْنِ عَرْعَرَةَ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اِوَّلَ بَیْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِی بِبَکَّۃَ مُبَارَکً میں کیا یہ زمین پر بننے والا پہلا گھر ہے؟ علی نے کہا نہیں لیکن پہلے گھر میں برکت اور ہدایت ہے اور مقام ابراہیم ہے جو اس میں داخل ہوا امن میں ہے اور اگر چاہو تو میں

تمھیں خبر دوں کہ اللہ نے یہ کیسے بنوایا بے شک اللہ نے ابراہیم پر الہام کیا کہ زمین پر میرے لئے گھر بناو پس ان کا دل تنگ ہوا پس اللہ نے سکینہ کو بھیجا جو ایک تند و تیز ہوا تھی جس کا سر بھی تھا پس اس کے پیچھے ابراہیم کا ایک ساتھی لگا یہاں تک کہ وہ رک گئی اور بیت اللہ کا ایک زندہ کی طرح طواف کرنے لگی پس ابراہیم اس مقام پر روز بیت اللہ بناتے یہاں تک کہ (بنیاد کھودتے ہوئے) کہ ایک (بڑے) پتھر تک پہنچ گئے پس انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا یہ پتھر دو اور انہوں نے اس کو اٹھایا تو اس کے نیچے حجر الاسود تھا-ابراہیم نے اس کو نصب کر دیا تھا، ان کے بیٹے نے کہا یہ آپ کو کہاں سے ملا؟ فرمایا یہ ان سے ملا جن تک تمہاری نگاہ نہیں جاتی — جبریل آسمان سے لائے اور یہ پورا کیا (یعنی اسمٰعیل اس وقت نبی نہیں تھے)

یہ روایت تفسیر طبری میں بھی نقل ہوئی ہے- یہود کے مطابق یہ مونث فرشتہ سکینہ کہلاتی تھی اور یہ تابوت میں تھی اسی کی آواز آتی تھی محققین کے مطابق جب بابل والوں نے حملہ کیا اس دور میں اس فرشتہ کی بطور دیوی پوجا پاٹ بھی شروع ہو چکی تھی - یہودی تصوف یا قبالہ میں سکینہ کی اہمیت ہے اس کو اللہ تعالی کی ایک صفت سمجھا جاتا ہے -

شیعہ عالم سید نعمت اللہ جزائری المتوفی ۱۱۱۲ھ کتاب قصص الانبیاء میں لکھتے ہیں

قوله فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ فإن التابوت كان يوضع بين يدي العدو و بين المسلمين فيخرج منه ريح طيبة لها وجه كوجه الإنسان و عن الرضا ع قال السكينة ريح من الجنة لها وجه كوجه الإنسان

اور اللہ تعالی کا قول اس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ ہے تو پس تابوت مسلمانوں اور دشمن کے درمیان رکھا جاتا اس میں ایک طیب ہوا نکلتی جس کا چہرہ انسان جیسا تھا اور امام الرضا سے روایت ہے کہ سکینہ جنت کی ایک ہوا تھی جس کا چہرہ انسان جیسا تھا

سکینہ کو امریکی فلم

Raiders of lost Ark

میں بھی دکھایا گیا جو خَالِدِ بْنِ عَرْعَرَۃَ کی اسلامی حکایت اور یہودی روایت کے عین مطابق ہے

https://www.youtube.com/watch?v=YcR9k8o4I0w

فلم میں دکھایا گیا کہ ہٹلر کی فوج اور اتحادی افواج دونوں اس تابوت کو حاصل کرنا چاہتی ہیں لیکن ہٹلر کی فوج کو اس تابوت کی طاقت کا صحیح علم نہ تھا وہ اس کو کم علمی میں کھولتے ہیں تو سکینہ انسانی و روحانی صورت میں نکل کر ان کو قتل کر دیتی ہے ۔ راقم کہتا ہے سکینہ ایک ہوا تھی نہ کہ فرشتہ اور اس کا تابوت سے کوئی تعلق نہیں تھا یہ یہودی تصوف تھا جس نے اس سکینہ کو ایک دیوی بنا دیا لہذا تابوت سکینہ کا انسانوں سے کلام کرنا ایک بے سر و پا قول ہے۔ جو اقتباس پیش کیا ہے اس کے مطابق یہ جنت میں آدم علیہ السلام کے پاس بھی تھا جو کوئی یہودی قول لگتا ہے۔ خود یہود کے مطابق یہ ایک اسلامی کتاب قصص الانبیاء یا عرائس المجالس الثعلبی میں لکھا ہے

http://www.jewishencyclopedia.com/articles/1777-ark-of-the-covenant

واضح رہے کہ قصص الانبیاء یا عرائس المجالس الثعلبی ضعیف و موضوع روایات کا ایک مجموعہ ہے۔ راقم کہتا ہے سن ۵۸۷ میں حشر اول سے یہ تابوت لاپتہ ہے اور اغلباً یہ اس روز جل کر معدوم ہو گیا۔ سورہ بنی اسرئیل میں ہے

پھر جب پہلا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے بندے سخت لڑائی والے بھیجے پھر وہ تمہارے گھروں میں گھس گئے، اور اللہ کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا

یعنی جب بابلی افواج نے مسجد اقصی کو تباہ کیا تو اس میں سے ابھی تک کوئی چیز نہیں ملی ہے ظاہر ہے اللہ کا حکم پلٹ نہیں سکتا جو لکھا تھا وہ شدنی تھا لہذا راقم کی رائے میں یہ تابوت اور اس کے تبرکات فنا ہو گئے

یہود کے مطابق یہ معدوم نہیں ہو سکتا، اس کو ہو سکتا ہے حشر اول کے برپا ہونے سے قبل کہیں چھپا دیا گیا ہو گا- یہود کی ایک رائے ہے مصر میں اور مسلمان کہتے ہیں انطاکیہ میں-

بائبل کی کتاب سلاطین باب ۱۴ کی آیات ۲۵ سے آگے میں ہے کہ بابل کے حملہ سے قبل یروشلم پر مصر نے حملہ کیا اس نے مسجد الاقصی کو لوٹا- سیسق یا شیشاق Shishak سن ۹۴۵ سے سن ۹۲۴ ق م تک مصر پر فرعون تھا

یہوداہ کا بادشاہ رحبعام

21 یہوداہ میں رحبعام بن سلیمان حکومت کرتا تھا۔ اُس کی ماں نعمہ عمونی تھی۔ 41 سال کی عمر میں وہ تخت نشین ہوا اور 17 سال بادشاہ رہا۔ اُس کا دارالحکومت یروشلم تھا، وہ شہر جسے رب نے تمام اسرائیلی قبیلوں میں سے چن لیا تاکہ اُس میں اپنا نام قائم کرے۔

22 لیکن یہوداہ کے باشندے بھی ایسی حرکتیں کرتے تھے جو رب کو ناپسند تھیں۔ اپنے گناہوں سے وہ اُسے طیش دِلاتے رہے، کیونکہ اُن کے یہ گناہ اُن کے باپ دادا کے گناہوں سے کہیں زیادہ سنگین تھے۔ **23** اُنہوں نے بھی اونچی جگہوں پر مندر بنائے۔ ہر اونچی پہاڑی پر اور ہر گھنے درخت کے سائے میں اُنہوں نے مخصوص پتھر یا یسیرت دیوی کے کھمبے کھڑے کئے، **24** یہاں تک کہ مندروں میں جسم فروش مرد اور عورتیں تھے۔ غرض، اُنہوں نے اُن قوموں کے تمام گھنونے رسم و رواج اپنا لئے جن کو رب نے اسرائیلیوں کے آگے آگے نکال دیا تھا۔

25 رحبعام بادشاہ کی حکومت کے پانچویں سال میں مصر کے بادشاہ سیسق نے یروشلم پر حملہ کر کے **26** رب کے گھر اور شاہی محل کے تمام خزانے لُوٹ لئے۔ سونے کی وہ ڈھالیں بھی چھین لی گئیں جو سلیمان نے بنوائی تھیں۔ **27** اِن کی جگہ رحبعام نے پیتل کی ڈھالیں بنوائیں اور اُنہیں اُن محافظوں کے افسروں کے سپرد کیا جو شاہی محل کے دروازے کی پہرہ داری کرتے تھے۔ **28** جب بھی بادشاہ رب کے گھر میں جاتا تب محافظ یہ ڈھالیں اُٹھا کر ساتھ لے جاتے۔ اِس کے بعد وہ اُنہیں پہرے داروں کے کمرے میں واپس لے جاتے تھے۔

29 باقی جو کچھ رحبعام بادشاہ کی حکومت کے دوران ہوا اور جو کچھ اُس نے کیا وہ 'شاہانِ یہوداہ کی تاریخ' کی کتاب میں درج ہے۔ **30** دونوں بادشاہوں رحبعام اور یرُبعام کے جیتے جی اُن کے درمیان جنگ جاری رہی۔ **31** جب رحبعام مر کر اپنے باپ دادا سے جا ملا تو اُسے یروشلم کے اُس حصے میں جو 'داؤد کا شہر' کہلاتا ہے خاندانی قبر میں دفنایا گیا۔ اُس کی ماں نعمہ عمونی تھی۔ پھر رحبعام کا بیٹا ابیاہ تخت نشین ہوا۔

تابوت باقی رہا اور گمان ہے کہ مصر میں کہیں موجود ہو اس وجہ سے مصر میں کثیر مقامات پر کھدائی کی گئی

کتاب سلاطین باب ۲۵ میں موجود ہے کہ نبوکد نضر (بخت نصر) شاہ بابل نے جب مسجد اقصی کو تاراج کیا تو اس میں اس نے تابوت سکینہ کا ذکر نہیں ہے

یروشلم اور رب کے گھر کی تباہی

8 شاہِ بابل نبوکدنضر کی حکومت کے 19ویں سال میں بادشاہ کا خاص افسر نبوزرادان یروشلم پہنچا۔ وہ شاہی محافظوں پر مقرر تھا۔ پانچویں مہینے کے ساتویں دن* اُس نے آ کر **9** رب کے گھر، شاہی محل اور یروشلم کے تمام مکانوں کو جلا دیا۔ ہر بڑی عمارت بھسم ہو گئی۔ **10** اُس نے اپنے تمام فوجیوں سے شہر کی فصیل کو بھی گرا دیا۔ **11** پھر نبوزرادان نے سب کو جلاوطن کر دیا جو یروشلم اور یہوداہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ بھی اُن میں شامل تھے جو جنگ کے دوران غداری کر کے شاہِ بابل کے پیچھے لگ گئے تھے۔ **12** لیکن نبوزرادان نے سب سے نچلے طبقے کے بعض لوگوں کو ملکِ یہوداہ میں چھوڑ دیا تاکہ وہ انگور کے باغوں اور کھیتوں کو سنبھالیں۔

13 بابل کے فوجیوں نے رب کے گھر میں جا کر پیتل کے دونوں ستونوں، پانی کے باسنوں کو اُٹھانے والی ہتھ گاڑیوں اور سمندر نامی پیتل کے حوض کو توڑ دیا اور سارا پیتل اُٹھا کر بابل لے گئے۔ **14** وہ رب کے گھر کی خدمت سرانجام دینے کے لئے درکار سامان بھی لے گئے یعنی بالٹیاں، بیلچے، بتی کترنے کے اوزار، برتن اور پیتل کا باقی سارا سامان۔ **15** خالص سونے اور چاندی کے برتن بھی اِس میں شامل تھے یعنی جلتے ہوئے کوئلے کے برتن اور چھڑکاؤ کے کٹورے۔ شاہی محافظوں کا افسر سارا سامان اُٹھا کر بابل لے گیا۔ **16** جب دونوں ستونوں، سمندر نامی حوض اور باسنوں کو اُٹھانے والی ہتھ گاڑیوں کا پیتل تڑوایا گیا تو وہ اِتنا وزنی تھا کہ اُسے تولا نہ جا سکا۔ سلیمان بادشاہ نے یہ چیزیں رب کے گھر کے لئے بنوائی تھیں۔ **17** ہر ستون کی اونچائی 27 فٹ تھی۔ اُن کے بالائی حصوں کی اونچائی ساڑھے چار فٹ تھی، اور وہ پیتل کی جالی اور اناروں سے سجے ہوئے تھے۔

18 شاہی محافظوں کے افسر نبوزرادان نے ذیل کے قیدیوں کو الگ کر دیا: امامِ اعظم سرایاہ، اُس کے بعد آنے والا امام صفنیاہ، رب کے گھر کے تین دربانوں، **19** شہر کے بچے ہوؤں میں سے اُس افسر کو جو شہر کے فوجیوں پر مقرر تھا، صِدقیاہ بادشاہ کے پانچ مشیروں، اُمت کی بھرتی کرنے والے افسر اور شہر میں موجود اُس کے 60 مردوں کو۔ **20** نبوزرادان اِن سب کو الگ کر کے صوبہ حمات کے شہر ربلہ لے گیا جہاں بابل کا بادشاہ تھا۔ **21** وہاں نبوکدنضر نے اُنہیں سزائے موت دی۔

یوں یہوداہ کے باشندوں کو جلاوطن کر دیا گیا۔

یہ گمان امریکی فلم Raiders of Lost Ark میں دکھایا گیا کہ مصر میں کسی مقام سے تابوت سکینہ ملتا ہے اور اس کو نازی اور اتحادی فوجیں حاصل کرنا چاہتی ہیں – امریکی افسانہ نگار گراہم ہنکوک Hancock Graham نے اپنی کتاب

The Sign and the Seal: The Quest for the Lost Ark of the Covenant

میں تصور دیا ہے کہ تابوت سکینہ اس وقت اکسوم حبشہ میں ہے جس کو کسی ایتھوپیا کے چرچ میں رکھا گیا ہے

ظہور مہدی کے منتظرین کے نزدیک یہ تابوت امام مہدی نکالیں گے اور یہودی کہتے ہیں مسیح نکالے گا

تلمود بابلی کے مطابق

The following articles were made and were hidden: The first tabernacle, and the vessels therein contained; the ark, the broken tables and the receptacle of the manna, the staff, the bottle of the oil of anointment; the staff of Aaron, its buds and blossoms; the garments of the first priests and the garments of the anointed priest. But the mortar of the house of btinas, the table, the candelabra of the Temple, the curtain, the golden plate, are still in Rome.

مندرجہ ذیل چیزوں کو بنایا گیا اور چھپایا گیا - ایک طرح نقل اور ان کے مرتبان، تابوت سکینہ، ٹوٹے ہوئے کتبہ (جن پر اصل توریت موسی درج تھی)، من کا برتن، عصا، مسیح کا تیل، ہارون کا عصا، .. پہلے پروہت کا لباس اور مسح کیے جانے والے پروہت کا لباس - لیکن بیت بنتاس، میز، مینورہ، کسوہ، سونے کی پلیٹ اب بھی روم میں ہیں

تلمود بابلی کے مطابق یوسیاہ Josiah کے دور حکومت میں من کا مرتبان، عصا ہارون، اور مقدس تیل کو چھپا دیا تھا [21]

تابوت سکینہ امام مہدی نکالیں گے

نعیم بن حماد کی کتاب الفتن کی روایت ہے

---

[21] Babylonian Talmud, Horayoth 12a, Translationin I, Soncino Press, 1935-148

حدثنا أبو يوسف المقدسي عن صفوان بن عمرو عن عبد الله بن بشر الخثعمي عن كعب قال المهدي يبعث بقتال الروم يعطي فقه عشرة يستخرج تابوت السكينة من غار بأنطاكية فيه التوارة التي أنزل الله تعالى على موسى عليه السلام والإنجيل الذي أنزله الله عز وجل على عيسى عليه السلام يحكم بين أهل التوراة بتوراتهم وبين أهل الإنجيل بإنجيلهم

کعب کہتے ہیں المہدی تابوت السکینہ کو ایک غار سے نکالیں گے جو أنطاكية میں ہے

صنف عبد الرزاق کی روایت ہے

أخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن مطر قال كعب إنما سمي المهدي لأنه لا يهدي لأمر قد خفي قال ويستخرج التوراة والإنجيل من أرض يقال لها أنطاكية

مطر کہتا ہے کعب نے کہا ان کو المہدی اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ خفیہ امر کی طرف ہدایت دیں گے اور توریت اور انجیل کو ایک زمین سے جس کو أنطاكية Antioch کہا جاتا ہے نکالیں گے

تابوت السکینہ سن ۵۸۷ ق م سے لاپتا ہے جب بابلی فوجوں نے مسجد الاقصی کو تباہ کیا تھا- ابھی تک اس کی تلاش جاری ہے لیکن ہماری کتابوں میں موجود ہے کہ اس کو امام المہدی نکالیں گے - یہودی مسیحا اور اسلامی المہدی کے ڈانڈے یہاں آ کر مل جاتے ہیں- محمد ظفر اقبال کتاب اسلام میں امام مہدی کا تصور میں لکھتے ہیں کہ مہدی کی نشانی ہو گی

علامت نمبر ۱۰:

حضرت امام مہدیؒ کے زمانے میں اکثر یہودی مسلمان ہو جائیں گے جس کی وجہ یہ ہوگی کہ امام مہدیؒ کو تابوت سکینہ (جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی بایں طور آیا ہے۔
"وقال لهم نبيهم ان آية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم"
(البقرہ: ۲۴۸) مل جائے گا جس کے ساتھ یہودیوں کے بڑے اعتقادات وابستہ ہیں، اس لیے وہ اس تابوت کو حضرت امام مہدیؒ کے پاس دیکھ کر مسلمان ہو جائیں گے چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

"واز انجملہ آنکہ تابوت سکینہ را از غار انطا کیہ یا از بحیرۂ طبریہ بر آوردہ در بیت المقدس نہد و یہود بدیدن وے مسلمان شوند الا القلیل منہم۔" (آثار القیامہ: ص ۳۶۶) یہی بات (الاشاعۃ: ص ۱۹۹) پر بھی ہے۔")

"منجملہ ان علامات کے ایک علامت یہ بھی ہے کہ امام مہدیؒ تابوت سکینہ کو انطا کیہ کے کسی غار یا بحیرۂ طبریہ سے نکال کر بیت المقدس میں رکھ دیں گے جس کو دیکھ کر سوائے چند ایک کے باقی سارے یہودی مسلمان ہو جائیں گے۔"

راقم امام مہدی کے تصور کا قائل نہیں ہے اور اس سے متعلق روایات پر سیر حاصل تحقیق کر کے یہ ثابت کر چکا ہے کہ یہ امام مہدی ایک سیاسی تصور تھا جس کا اجراء نبو امیہ کی حکومت کے انہدام کے تحت مخالفین کی جانب سے کیا گیا

تابوت کی یہ خبریں مسلمان مجہولین کی دی گئی ہیں لہذا یہ تمام لائق التفات نہیں ہیں

مسجد الاقصی کی دوسری تعمیر

بابل کے حملہ یعنی سن ۵۸۷ قبل مسیح کے بعد مسجد الاقصی کھنڈر کی صورت تباہ حال رہی۔ بابل والے تمام اشرفیہ، ہنر مندوں، شاہی خاندان کے افراد کو غلام بنا کر بابل لے گئے۔ واضح رہے کہ تمام بنی اسرائیل کو غلام نہیں بنایا گیا تھا۔ بعض قبائل وہیں اسرائیل و یہودا میں چھوڑ دیے گئے تھے۔ بابل کا علاقہ موجودہ عراق اور ترکی کا تھا جہاں سن ۵۸۷ سے سن ۵۳۹ ق م تک بنی اسرائیل کی کثیر تعداد وہیں رہی۔ قرآن میں ذکر ہے کہ بابل میں بنی اسرائیل جادو میں مشغول ہوئے جس میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت سے ان کی آزمائش کی گئی

سن ۵۳۹ ق م میں سائرس شاہ آنشان نے بابل فتح کیا تو فارس کی سلطنت میں بابل بھی شامل ہو گیا۔ سائرس نے تمام ان قوموں کو آزاد کیا جن کو بابل نے غلام بنا لیا تھا اور ان کے مندروں کی تعمیر شاہی خزانے سے کی گئی۔ بنی اسرائیل کو بھی اجازت ملی کہ وہ قافلہ در قافلہ واپس جائیں اور یروشلم میں مسجد الاقصی تعمیر کریں۔ سائرس کی جانب سے مسجد الاقصی کے لئے سونے کے برتن دیے گئے اور خطیر رقم دی گئی کہ مسجد الاقصی کی تعمیر کی جا سکے۔ بائبل کی کتاب عذرا میں اس کا ذکر ہے۔ ہیکل پر کام سن ۵۱۵ قبل مسیح میں شروع ہو سکا۔ ہیکل کی دوسری تعمیر زربابل نے کی، جو سلیمان علیہ السلام کی نسل سے تھا۔ زربابل کی حیثیت فارس کی جانب سے مقرر کردہ ایک یہودی گورنر کی سی تھی۔ سائرس کے حکم سے لے کر زربابل کی تعمیر تک ۲۴ سال کی مدت ہے۔ بائبل کی کتب میں تفصیل نہیں ہے کہ تعمیر کیوں ملتوی رہی۔ لیکن کتب زکریا

اور حجی جو اس دور کے دو بنی اسرائیلی نبی کہے جاتے ہیں ان کی کتب میں بغاوت پر اشارات ملتے ہیں-

شروع میں انے والے گروہوں نے مقامی آبادی میں شادیان کرلیں اور مسجد اقصی کو تعمیر بھی کیا—وہاں اس وقت متعین ایک افسر عزیر Ezra بھی تھا جو فارسیوں کا ملازم تھا—نوٹ کیا گیا کہ بنی اسرائیل میں بغاوت کے جذبات آ رہے ہیں وہ نسل داود سے واپس کسی کو بادشاہ مقرر کرنا چاہتے ہیں—اس دوران دو فارس مخالف انبیاء ظاہر ہوئے ایک نام زکریا تھا اور دوسرے کا نام حججی تھا—اسی طرح چند اور لوگوں نے دعوی کیا کہ ان کو بنی اسرائیل کے سابقہ انبیاء کے نام سے کتب ملی ہیں جن میں کتاب یسعیاہ، یرمیاہ، حزقی ایل، عموس وغیرہ ہیں—یعنی یہودی اپس میں لڑنے لگے اور انبیاء کے نام پر کتب ایجاد کیں—یہ بات یہود کی ان کتب انبیاء کو پڑھنے اور تقابل کرنے پر ظاہر ہو جاتی ہے کیونکہ اگر ان کتب کا اپس میں تقابل کیا جائے تو باہم متضاد اور مخالف بیانات ملتے ہیں—انبیاء جھوٹ نہیں بولتے یہ یہودی جھوٹے ہیں جنھوں نے ان کے نام سے کتب کو جاری کیا—یہود میں فارس کے خلاف بغاوت کے جذبات پیدا ہو چلے تھے—فارس کے خلاف بغاوت کی سازش کرنے لگے- اس بغاوت کو کچلنے کے لئے فارسیوں نے ایک افسر نحمیاہ کو بھیجا اور اس نے سختی سے اس بغاوت کو کچل دیا اور میں نبوت کے دعویداروں کا قتل بھی ہوا اور ہیکل کے پروہتوں کا بھی

فرضی نبی زکریا (بن عددو) نے ہر مجدون میں جس رونے پیٹنے کا ذکر کیا ہے وہ اصل میں انہی اپس کے اختلاف پر یہود کا ایک دوسرے کو قتل کرنا ہے—واضح رہے یہ زکریا وہ نبی نہیں جن کا ذکر قرآن میں ہے بلکہ ان کا دور اس فرضی نبی سے کئی سو سال بعد کا ہے

اب عزیر ایک بیورو کریٹ تھا اور نحمیاہ Nehemiah ان کا نیا گورنر تھا۔ عزیر نے ایک نئی توریت یہود کو دی اور الہامی متن کو تبدیل کیا۔توریت اصلا عبرانی میں تھی عزیر نے اس کو بدل کر آشوری میں کر دیا۔ یہود کے اپس کے اس جھگڑے میں لیکن ایک مسیح کا تصور باقی رہ گیا کہ کوئی نسل داود سے آئے گا جو بنی اسرائیل کو غیر قوموں کے چنگل سے نکالے گا۔اس بغاوت کے قریب ۵۰۰ سال بعد اللہ تعالی نے مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو بھیجا۔ اس وقت تک بنی اسرائیل پر رومیوں کا قبضہ ہو چکا تھا لیکن یہود کے معاملات پر وہ حاکم تھے جو عزیر کی دی گئی توریت کو پڑھتے تھے۔عزیر خود یہود کے مطابق اللہ کا نبی نہیں تھا وہ محض ایک سرکاری افسر تھا جو فارس کا مقرر کردہ تھا البتہ بعض یہودی فرقوں نے اس سوال کا جواب کہ اس نے توریت کو آشوری میں کیسے کر دیا اس طرح دیا کہ اس کو اللہ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔جس کو وہ بنو الوھم کہتے تھے یعنی اللہ کے بیٹے جن پر روح القدس کا نزول ہوا اور توریت موسی، اصلی عبرانی سے فارس میں بولی جانے والی آشوری میں بدل گئی

افسوس مسلمانوں نے عزیر کو نبی کہنا دینا شروع کر دیا ہے اور اس کے ساتھ علیہ السلام کا لاحقہ بھی لگایا جاتا ہے جبکہ ابی داود کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا أَدْرِي أَعُزَيْرٌ نَبِيٌّ هُوَ أَمْ لَا

مجھے نہیں پتا کہ عزیر نبی ہے یا نہیں

جیسا عرض کیا کہ یہود نے انبیاء کے نام پر کتب گھڑیں تو وہ ان میں باقی رہ گئیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد انہی کتب کو گمراہ ہونے والے نصرانیوں نے لیا اور انہوں نے ذکر کردہ بغاوت اور نتیجے میں ہونے والی جنگ پر استخراج کیا کہ سابقہ انبیاء سے منسوب کتب میں جس جنگ کا

ذکر ہے وہ نصرانیوں کی جھوٹے مسیح سے جنگ کے بارے میں ہے- دو مسیح کا تصور انہی انبیاء سے منسوب کتب میں اختلاف سے نکلا ہے

ایک داود کی نسل کا اور ایک یوسف کی نسل کا

یا

ایک حاکم مسیح اور ایک منتظم مسجد و روحانی مسیح

یا

ایک اصلی مسیح اور ایک دجال

یہ تصورات یہود میں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے سے آ گئے تھے –ان کی بازگشت بحر مردار کے طومار

Dead Sea Scrolls

میں سنی جا سکتی ہے- حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو بھیجا ہے یعنی وہ مسیح جو کسی نسب کا نہیں ہے نہ داود کی نسل سے ہے نہ یوسف کی نسل سے وہ نبی ہے شاہ نہیں اور مسیح عیسیٰ علیہ السلام کا مشن کسی عالمی جنگ کی سربراہی کرنا نہیں ہے بلکہ توحید کا سبق دینا ہے اصل کامیابی آخرت کی ہے دنیا کی جنگوں نہیں –نزول ثانی پر عیسیٰ علیہ السلام کا مشن جنگیں کرنا نہیں بلکہ گمراہ مسلمان فرقوں کو توحید کی تبلیغ کرنا ہو گا

نحمیاہ کی تعمیر کردہ دیوار

نحمیاہ نے یروشلم کی مقامی آبادی کو دوسری قوموں سے الگ کرنے کے لئے شہر کے گرد دیوار تعمیر کی جس میں تمام شہر نے حتیٰ کہ غیر قوموں نے بھی حصہ لیا—یہ کام ۵۲ دن میں کیا گیا—اس کے بعد نحمیاہ نے ان تمام منتظمین مسجد کو مسجد سے نکال دیا جنھوں نے غیر بنی اسرائیل سے شادی کر لی تھی اور ایک طرح غیر بنی اسرائیل کو دیس نکالا ملا- اس دوران جو ابواب شہر تعمیر کیے گئے ان کا ذکر بھی کتاب نحمیاہ میں موجود ہے—ان میں چند ابواب آج بھی معلوم ہیں البتہ تمام کا علم نہیں ہے

مسجد الاقصی کی تیسری تعمیر

یہود کے مطابق مسجد الاقصی یا ہیکل سلیمانی کی تیسری تعمیر دور ہیرود میں ہوئی جو ایک عرب نژاد عبرانی بولنے والا منتظم تھا ۔ اصل حاکم روم والے تھے ۔ ہیرود کو یہود پر نظر رکھنے کے لئے رکھا گیا تھا جو یہود کے مذہبی امور کو بھی دیکھتا تھا اور ان کے سیاسی بیانات کو بھی لیکن اس کو کیپٹل سزا یعنی قتل کرنے یا سولی دینے کا اختیار نہیں تھا ۔ اس کا نام ہیرود انٹیپس Herod Antipas تھا ۔ موجود اناجیل کے مطابق یہود نے عیسیٰ علیہ السلام پر کفر کا فتوی لگایا اور ان کو پہلے ہیکل سلیمانی میں امام مسجد الاقصی پر پیش کیا گیا جس میں کو نسل صنحدرن Sanhedrin کا اجلاس ہوا — عیسیٰ علیہ السلام سے تفتیشی سوالات کیے گئے — اس کے بعد فیصلہ ہوا کہ ان کو قتل کیا جائے تو معاملہ رومی گورنر پلاٹس Pontius Pilate کے پاس گیا اس نے کہا پہلے ہیرود کا فیصلہ لو ۔ ہیرود نے عیسیٰ کا مذاق اڑایا کہ تم اپنے آپ کو یہود کا شاہ کہتے ہو ۔ ہیرود نے عیسیٰ علیہ السلام کا مقدمہ واپس پلاٹس کے پاس بھیجا ۔ پلاٹس نے عید فسخ کی رسم کے طور پر یہود کو آپشن دیا کہ براباڈا کو کو چھوڑا جائے یا عیسیٰ کو ؟ مجمع نے کہا برابا کو چھوڑ دو اور عیسیٰ کو سولی چڑھا دو ۔

یہود میں ہیرود کو بہت پسند کیا جاتا ہے کیونکہ اس نے مسجد الاقصی میں بہت توسیع کی اور اس کی شاندار تعمیر کی جو تیسری بڑی تعمیر سمجھی جاتی ہے ۔ لیکن اناجیل میں ہیرود کو قاتل یحییٰ و عیسیٰ علیھما السلام کے طور پر پیش کیا گیا ہے

اس دور کی تین اہم عمارات تھیں

اول مسجد الاقصی یا ہیکل سلیمانی، دوم ہیرود کا محل، سوم رومن قلعہ انتونیا

اس میں ہیرود کا محل اور مسجد الاقصی تباہ ہوئیں اور رومن قلعہ باقی رہا

ہیکل سلیمان ، زکریا اور مریم علیہما السلام

قرآن میں ذکر ہے کہ زوجہ عمران نے منت مانی کہ اگر لڑکا ہوا تو میں اس کو اللہ کی نذر کر دوں گی

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

اور جب مریم کی ماں نے کہا اے رب میرے بطن میں جو ہے اس کو نذر کر رہی ہوں وقف کرتے ہوئے پس اس کو قبول کر بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے

اس میں محرر کا لفظ ہے یعنی اب اس بطن میں جو ہے وہ تمام عمر کے لئے وقف نذر ہو چکا ہے – اس نذر کی بنا پر مریم اب کبھی بھی شادی نہیں کر سکتی تھیں- قرآن میں مریم کو اخت ہارون کہا گیا یعنی وہ ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں اور اس طرح ان کے والد عمران بھی نسل ہارون میں سے ہوئے – اہل کتاب کے مطابق ہیکل سلیمان یا مسجد الاقصی میں رسوم کی ادائیگی صرف نسل ہارون والے کر سکتے ہیں – بہر حال زوجہ عمران نے لڑکے کی بجائے ایک لڑکی مریم کو جنا اور ان کو بطور منت کی ادائیگی ہیکل سپرد کر دیا گیا- نذر کا مطلب تورات کتاب گنتی باب ٦ میں موجود ہے

جو اپنے آپ کو مخصوص کرتے ہیں

6 رب نے موسیٰ سے کہا، **2** ”اسرائیلیوں کو ہدایت دینا کہ اگر کوئی آدمی یا عورت مَنت مان کر اپنے آپ کو ایک مقررہ وقت کے لئے رب کے لئے مخصوص کرے **3** تو وہ مَے یا کوئی اَور نشہ آور چیز نہ پیئے۔ نہ وہ انگور یا کسی اَور چیز کا سرکہ پیئے، نہ انگور کا رس۔ وہ انگور یا کشمش نہ کھائے۔ **4** جب تک وہ مخصوص ہے وہ انگور کی کوئی بھی پیداوار نہ کھائے، یہاں تک کہ انگور کے بیج یا چھلکے بھی نہ کھائے۔ **5** جب تک وہ اپنی مَنت کے مطابق مخصوص ہے وہ اپنے بال نہ کٹوائے۔ جتنی دیر کے لئے اُس نے اپنے آپ کو رب کے لئے مخصوص کیا ہے اُتنی دیر تک وہ مقدّس ہے۔ اِس لئے وہ اپنے بال بڑھنے دے۔ **6** جب تک وہ مخصوص ہے وہ کسی لاش کے قریب نہ جائے، **7** چاہے وہ اُس کے باپ، ماں، بھائی یا بہن کی لاش کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اِس سے وہ ناپاک ہو جائے گا جبکہ ابھی تک اُس کی مخصوصیت لمبے بالوں کی صورت میں نظر آتی ہے۔ **8** وہ اپنی مخصوصیت کے دوران رب کے لئے مخصوص و مقدّس ہے۔

اسلام میں بھی معتکف بال نہیں کاٹ سکتا-اس منت کو پورا کرانے کے لئے اقلام ڈالے گئے یعنی قرع اندازی ہوئی کہ کون مریم کی کفالت کرے گا

ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ

یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم الوحی کر رہے ہیں تم ان کے ساتھ نہ تھے جب یہ اقلام پھینک رہے تھے کہ کون مریم کی دیکھ بھال کرے گا اور نہ ساتھ تھے جب یہ اس (کفالت) کے لئے لڑ رہے تھے

ہیکل میں امور سر انجام دینے کے لئے اقلام کیسے ڈالے جاتے تھے اس کا ذکر یہود کی کتاب مشنا میں ہے

The officials of Temple said to them, Come and cast lots to decide who among them would kill the sacrifice, who would sprinkle the blood and who would clear the altar of ashes, who would light the menorah “ *. The room Gazith (Lots casting room) was in form of large Hall. The casting took place from the east side of it. With an elder sitting on the west. The priest stood about in a circle and official grabbed the hat off this or that person, and by this they understood where the lot was to begin

Mishnah Tamid 3.1; see from Jesus Christ in Talmud by J. Lightfoot published in 1658

ہیکل سلیمانی میں خدمت انجام دینے کے لئے مسجد اقصی کے منتظمین کہتے کہ اقلام ڈالو اور ہم فیصلہ کریں کہ کون قربانی کرے گا، کون خون کو چھڑکے گا، کون قربان گاہ کی راکھ کو صاف کرے گا اور کون منورہ میں شمع جلائے گا – ایک بہت بڑا حجرہ غازث (مسجد الاقصی میں) تھا جس میں اقلام ڈالے جاتے تھے اور اس کے مشرق سے اقلام کو شروع کیا جاتا جب ایک عالم کرسی پر بیٹھتا اور تمام خدمت گزار ایک دائرے کی صورت کھڑے ہوتے اور عالم اشارہ دیتا کہ اقلام ڈالنا کہاں سے شروع ہو گا

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقلام ڈالنا مسجد الاقصی میں کیا جاتا تھا اور قرآن میں بھی اس کا ذکر ہے جس سے ظاہر ہے نسل ہارون یا خدمت گزار لوگ جن کو لاوی کہا جاتا تھا اس اقلام ڈالنے میں شریک ہوتے تھے

نصرانیوں میں Infancy Gospel of James کے مطابق مریم علیہ السلام ہیکل سلیمانی میں کسوہ قدس الاقدس کو چرخے پر بن رہی تھیں جب ان پر فرشتہ ظاہر ہوا۔

قرآن میں مزید موجود ہے کہ مریم علیہ السلام جس مقام پر منت کر رہی تھیں وہ المحراب تھی – یہ اس قدر واضح اشارہ ہے کہ شاید ہی کوئی اور اشارہ قرآن میں اس کے سوا ہو کہ یہ اعتکاف مسجد الاقصی میں تھا اور جب اللہ نے اس کا ذکر کیا تو کسی بھی یہودی پر یہ مخفی نہ رہا ہو گا۔ المحراب اصل میں مسجد الاقصی کا ایک حجرہ تھا جو اس کے شمال میں تھا یہ کمرہ خدمت گزاروں کے لئے وقف تھا وہ وہاں رکتے نماز پڑھتے اور اپس میں مسجد کے انتظام کا ذکر کرتے تھے

Bet ha-Moed or Bet Hamoked (Chamber of the Hearth) was the domed chamber in temple, was in north of the ʾAzarah (inner court where burning altar was placed), See Jewish Encyclopedia

بیت ہامعید یا بیت ہموکد ایک گنبد نما حجرہ ہیکل میں تھا جو مسجد اقصی کے صحن کے شمالی سمت میں تھا

This dome-covered structure was the quarters for the priests who performed the services

محراب نما حجرہ متظمین ہیکل کے لئے تھا

Architecture of Herod, the Great Builder by Ehud Netzer, Baker Academic, October 1, 2008

Beth-haMoked, … was built on arches

بیت ہموکد میں محرابیں تھیں

The Temple—Its Ministry and Services by Alfred Edersheim

قرآن میں موجود ہے کہ زکریا علیہ السلام نماز محراب میں پڑھ رہے تھے جب ان پر الوحی ہوئی کہ یحییٰ علیہ السلام کی ولادت ہو گی

فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَن سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا

پس زکریا محراب سے باہر نکل کر قوم کے پاس آیا اور ان کو اشارہ کیا کہ صبح و شام تسبیح کرو

اسی طرح ذکر ہے کہ جب بھی زکریا محراب میں اتے تو مریم کے پاس رزق ہوتا

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا

محراب میں جب بھی زکریا مریم کے پاس داخل ہوتے ان کے پاس رزق پاتے

یعنی یہ محراب ایک بہت بڑا حجرہ تھا جس میں مریم بھی تھیں اور زکریا بھی تھے اور یہاں مریم معتکف تھیں ان کے باقی حجرہ کے درمیان ایک پردہ تھا اور وہ اس حجرہ کے مشرق میں تھیں

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا (16) فَاتَّخَذَتْ مِن دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا

اور الکتاب میں مریم کا ذکر کر جب وہ اپنے اہل کو چھوڑ (محراب میں) شرقی جانب میں (معتکف ہو) گئی اور اپنے اور باقی لوگوں کے درمیان ایک پردہ ڈالا تو ہم نے ایک روح (ناموس یا فرشتہ) اس کی طرف بھیجا جو ایک آدمی کی صورت ظاہر ہوا

یقینا مریم اس اشکال میں ہوں گی کہ وہ ایک لڑکی ہیں اور مسجد الاقصی میں کس طرح ان کا قیام جاری رہے گا — لہذا ان کو خبر دی گئی کہ وہ اب حیض کی حالت میں کبھی نہ جائیں گی — اللہ نے خبر دی

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ

اور فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم اللہ نے اپ کو منتخب کر لیا ہے اور آپ کا طہر کر دیا ہے تمام عالمین کی عورتوں میں سے آپ کو چنا ہے

طہر کا لفظ اشارہ ہے کہ مریم اب کبھی بھی نطفہ سے ماں نہیں بن سکیں گی اور نہ ان کو عام عورتوں کی طرح حیض آئے گا۔ساتھ ہی خبر دی گئی کہ وہ بن بیاہی ماں بن جائیں گی

إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (45)

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم بے شک اللہ اپ کو بشارت دیتا ہے اپنے جانب سے کلمہ کی جس کا نام المسیح عیسیٰ بن مریم ہو گا دنیا و آخرت میں مقربوں میں سے ہو گا

یقیناً مریم اہل کتاب کی اس خواہش کا علم رکھتی ہوں گی جس کا ذکر کتاب یسعیاہ میں ہے کہ ان میں ایک کنواری کے بطن سے مسیح کا ظہور ہو جو مردوں کو زندوں کر دے جو نابینا کو نگاہ دے اور جو اپاہج کو صحیح کر دے۔فرشتوں نے ان کو خبر دی کہ وہ وہ کنواری ہیں جو المسیح کو جنم دے گی۔ اللہ نے اس طرح مسیح کو کسی بھی نسب کا نہ کیا کیونکہ اہل کتاب میں اختلاف چل رہا تھا ایک گروہ کا دعوی تھا کہ مسیح داود کی نسل سے ہو گا اور دوسرے گروہ کا دعوی تھا کہ یوسف کی نسل سے ہو گا۔اللہ نے نسل ہارون کو پسند کیا اس نسل کی لڑکی کو المسیح کی ماں بننے کا شرف ملا اس طرح ان تمام جھگڑوں کو ختم کر دیا جو مسیح کے نسب پر اہل کتاب میں تھا

عیسیٰ علیہ السلام اور یہود کا ان سے برتاؤ

نصرانیوں کے مطابق عیسیٰ کا دور پہلی صدی عیسوی سے لے کر ۳۰ صدی عیسوی تک ہے -
لیکن تلمود کے مطابق یہود کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کا دور اس سے ۱۰۰سال پہلے کا ہے
جبکہ مکابی یہودی بادشاہ

Alexander Jannaeus

کی حکومت تھی - اس وقت یروشلم رومن کے قبضے میں نہیں تھا بلکہ خالصتا یہود کا دور و حکومت
تھی- اس چیز کو برطانوی محقق جارج رابرٹ سٹوو میڈ

GEORGE ROBERT STOW MEAD (1863-1933)

نے انگریزی میں تلمود پر تحقیق کر کے پیش کیا- تلمود میں عیسیٰ علیہ السلام کے برے القاب
دیے گئے ہیں - یہود کا الزام ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اسم اعظم سیکھا اور اس پر جادو کر کے
معجزہ کر کے لوگوں کو اپنے دام میں پھنسایا اور پھر نعوذ باللہ ، ابن اللہ ہونے کا دعوی کیا- اس کی
پاداش میں عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ یہود کے علماء نے مقام لد پر رجم کر دیا کیونکہ وہ اصل
مسیح نہیں بلکہ دجال تھے[22]- نعوذ باللہ من هذه الهفوة

اس طرح نصرانی اور یہودی تصورات عیسیٰ علیہ السلام پر بہت الگ ہے-

اللہ تعالی نے ان تمام باتوں کو سورہ النساء میں رد کیا ہے

---

[22] یہ بات بعد میں اسرائیلایات کی بنا پر ہمارے کتب احادیث میں آ گئی ہے کہ جھوٹے مسیح کا قتل لد پر ہو گا –

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (155)

پھر انہیں سزا ملی ان کی عہد شکنی پر اور اللہ کی آیتوں سے منکر ہونے پر اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرنے پر اور یہ کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر پردے ہیں، (نہیں) بلکہ اللہ نے ان کے دلوں پر کفر کے سبب سے مہر کر دی ہے سو ایمان نہیں لاتے مگر کچھ لوگ۔

وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا (156)

اور ان کے کفر اور مریم پر بڑا بہتان باندھنے کے سبب سے۔

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا (157)

اور ان کے یہ کہنے پر کہ ہم نے مریم کے بیٹے مسیح عیسیٰ کو قتل کیا جو اللہ کا رسول تھا حالانکہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا، اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس بھی اس معاملہ میں کوئی یقین نہیں ہے محض گمان ہی کی پیروی ہے، انہوں نے یقیناً مسیح کو قتل نہیں کیا۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (158)

بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا، اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آیات میں عیسیٰ کے قتل کو رد کیا جو یہود کا دعوی تھا اور نصرانییوں کے دعوی کو بھی رد کیا کہ عیسیٰ کو صلیب دی گئی

بائبل کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو رومیوں نے صلیب دی – یہود کے نزدیک بائبل ثابت شدہ نہیں ہے – مسلمانوں نے اناجیل سے اس قصہ صلیب کو تو نقل کر دیا ہے البتہ تلمود کو نہیں دیکھا کہ اس میں یہود کے کیا اقوال ہیں –

عیسیٰ - ہیکل سلیمانی میں

انجیل متی باب ۲۱ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام مسجد الاقصی میں داخل ہوئے اور وہاں میزیں الٹ دیں، لوگوں کو تنبیہ کی

عیسیٰ بیت المقدّس میں جاتا ہے

12 اور عیسیٰ بیت المقدّس میں جا کر اُن سب کو نکالنے لگا جو وہاں قربانیوں کے لئے درکار چیزوں کی

خرید و فروخت کر رہے تھے۔ اُس نے سکوں کا تبادلہ کرنے والوں کی میزیں اور کبوتر بیچنے والوں کی کرسیاں اُلٹ دیں
13 اور اُن سے کہا، ”کلامِ مقدّس میں لکھا ہے، ’میرا گھر دعا کا گھر کہلائے گا۔‘ لیکن تم نے اُسے ڈاکوؤں کے اڈّے میں بدل دیا ہے۔“

عیسیٰ علیہ السلام کی پیشنگوئی اور مسجد الاقصی کی تباہی

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس مسجد الاقصی کو اللہ تباہ و برباد کر دے گا۔ انجیل متی باب ۲۴ میں ہے

بیت المقدّس پر آنے والی تباہی

24 عیسیٰ بیت المقدّس کو چھوڑ کر نکل رہا تھا کہ اُس کے شاگرد اُس کے پاس آئے اور بیت المقدّس کی مختلف عمارتوں کی طرف اُس کی توجہ دلانے لگے۔ **2** لیکن عیسیٰ نے جواب میں کہا، ''کیا تم کو یہ سب کچھ نظر آتا ہے؟ مَیں تم کو سچ بتاتا ہوں کہ یہاں پتھر پر پتھر نہیں رہے گا بلکہ سب کچھ ڈھا دیا جائے گا۔''

یہ بات سچ ہوئی۔ قرآن سورہ بنی اسرائیل میں ذکر ہے

پھر جب دُوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دُوسرے دشمنوں کو تم پر مسلّط کیا تا کہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدِس) میں اُسی طرح گھُس جائیں جس طرح پہلے دُشمن گھُسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑے اُسے تباہ کر کے رکھ دیں۔

مسجد مکمل معدوم ہوئی ۔اس کی غرض و غایت ختم ہو گئی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مسجد الاقصی کا ایک پتھر بھی دوسرے پتھر پر نہ رہے گا لہٰذا یہ کہنا کہ دیوار گریہ ، ہیکل کی بچ جانے والی دیوار ہے محض ایک صیہونی جھانسہ ہے

روم میں آرچ اف ٹائیٹس TITUS پر بنا ایک نقش -رومی فوجی قدس الاقدس کا خالص سونے کا چراغ مال غنیمت کے طور پر لے جا رہے ہیں

یہودی مورخ جو سیفس لکھتا ہے

For the same month and day were now observed, as I said before, wherein the holy house was burnt formerly by the Babylonians

– Josephus Wars chapter 4

قدس الاقدس اسی مہینے اور دن جلایا گیا جس دن بابل والوں نے اس کو جلایا تھا

ظاہر ہے اصل مسجد الاقصی کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس شہر دکھایا گیا اور کفار مکہ نے بھی اسی شہر پر سوالات کیے وہاں کوئی مسجد تھی ہی نہیں لہذا جو بھی دیکھا وہ اصلی مسجد الاقصی اور اس کا ماحول تھا جو اللہ کی قدرت

کانمونہ تھا کہ اسی مسجد کو اصل حالت میں دکھایا گیا جبکہ وہ وہاں تباہ شدہ حال میں تھی یعنی یہ ایک نشانی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھی

ایک بات سمجھنے کی ہے اور قرآن میں یہی بات سورہ الاسراء کے شروع میں بیان ہوئی ہے اور معراج کے ساتھ مسجد الاقصی کی تباہی کا خاص ذکر ہے تا کہ غور کرنے والے بات سمجھیں

رومی مشرکوں کا یروشلم کو آباد کرنا

یروشلم کے لئے بیت المقدس بہت بعد میں مستعمل ہوا مشرکین مکہ اس شہر کو عیلیا کہتے تھے-بیت المقدس اصلا یہود کی زبان کا لفظ ہے عرب مشرکین اس کو عیلیا کہتے تھے جو اصل میں AELIA CAPITOLINA ہے جو ایک رومن کالونی تھی جو ہیرود کے شہر پر بنی- عیلیا کیپٹلونا کو رومن ملٹری کیمپ بنانے کا حکم شاہ ہیڈرین Hadrian نے دیا جو رومن سلطنت کا ۱۴واں بادشاہ تھا اس کا مکمل نام تھا

Augustus Hadrianus Aelius Publius

ہے لہٰذا اپنے نام Aelius پر اس نے یروشلم کا نام رکھا جو بعد میں ایلیا میں بدل گیا- کیپتولینا CAPITOLINA کا مطلب دار الحکومت ہے یعنی ایسا مقام جہاں سے اس صوبے کی عمل داری ہو گی اسی سے انگریزی لفظ کیپٹل نکلا ہے-

سن ۷۰ بعد مسیح میں مسجد الاقصی کو تباہ کیا گیا اس کے ۶۵ سال بعد اس شہر کو دوبارہ تعمیر کیا گیا واضح رہے کہ شاہ ہیڈرین کے وقت اس شہر میں نہ عیسائیوں کے کلیسا تھے نہ یہود کے معبد تھے کیونکہ اس دور میں یروشلم تباہ شدہ کھنڈرات کا شہر تھا—مشرک رومی فوجیوں نے اس شہر میں ۱۳۵ بعد مسیح میں پڑاو کیا اور وہاں یہودی بدعتی فرقہ عیسیٰ کے ماننے والوں کو انے دیا اور یہود کا داخلہ بند رہا— سن ۳۲۵ ع ب م میں رومن بادشاہ کو نسٹنٹین عیسائی ہوا جو دین متھرا پر تھا —اس وقت اس شہر پر متھرا دھرم کا راج تھا اور تمام مندر اسی مذہب والوں کے تھے جن میں رومیوں کی کثرت تھی جو اجرام فلکی اور برجوں کے پجاری تھے —متھرا اصلا ایک

فارسی مذھب تھا لیکن اس کی اپیل بہت تھی انھی کا تہوار نوروز ہے جس کو آج تک ایران سے لے کر ترکی تک منایا جاتا ہے — عیلیا کیپٹلونا کو مختصر کر کے اور ساتھ ہی اس لفظ کو تبدیل کر کے اہل کتاب اور مسلمانوں نے ایلیا کہنا شروع کر دیا جبکہ ایلیا عبرانی میں ایک نبی کا نام تھا نہ کہ اس شہر کا نام — یہ ایک تاریخی غلط العام چیز ہے

یہود میں ایلیا اصل میں عیسیٰ سے 9 صدیوں قبل انے والے ایک نبی الیاس علیہ السلام کا نام ہے جو یروشلم میں نہیں آئے تھے ان کا نام انگریزی میں Elijah ہے - جو شمال میں ایک علاقے میں آئے تھے اور یروشلم میں کبھی بھی نہیں آئے

AELIA CAPITOLINA, name given to the rebuilt city of Jerusalem by the Romans in 135 c.e. Following the destruction of Jerusalem by the Romans in 70 c.e. the city remained in ruins except for the camp (*castrum*) of the Tenth Legion (Fretensis), which was situated in the area of the Upper City and within the ruins of the Praetorium (the old palace of Herod the Great), protected, according to the first-century historian Josephus (War, 7, 1:1) by remnants of the city wall and towers on the northwest edge of the city. Although Jews were banished from the city (except apparently during the Ninth of *Av), some

Jewish peasants still lived in the countryside, and remains of houses (with stone vessels) have been found immediately north of Jerusalem (close to Tell el-Ful).

http://www.encyclopedia.com/article-1G2-2587500497/aelia-capitolina.html

عیلیا کپٹلو نا نام ہے جو یرو شلم کو دیا گیا رومیوں کی جانب سے سن ۱۳۵ ب م میں جب یرو شلم تباہ ہوا رومیوں کے ہاتھوں سن ۷۰ ب م میں اور اس کے کھنڈرات پر ایک لشکر تعنات ہوا جو پرایتر وریم (جو ہیر ود کا محل تھا) پر رکا — اور پہلی صدی کے جوزیفس مورخ (کتاب جنگیں ج ۷) کہتے ہیں شہر کی دیوار کے کنارے اور ان میناروں کے پاس جو شمال مغربی کناروں پر تھیں وہاں پڑاؤ ڈالا — اگرچہ یہود پر داخلہ بند تھا (سوائے او کے ماہ کی نویں تاریخ پر) کچھ یہودی کسان اس کے باہر آباد تھے جن کے گھروں کی باقیات ملی ہیں یرو شلم کے شمال میں

آج اس پرایتر وریم Praetorium پر ہی مسجد الاقصی ہے

رومی بت پرستوں کا نصرانی مذہب کو قبول کرنا

سن ۳۰۰ بعد مسیح کے بعد نصرانیوں میں عیسیٰ کی فطرت پر بحث ہوئی- ایک گروہ ارینس کہلایا جس کے مطابق عیسیٰ آدھا انسان اور آدھا خدا تھا- دیگر چرچ اس کے بر خلاف کہتے تھے کہ وہ شروع سے ہی خدا تھا- یہ بحث طول پکڑ گئی اور اس میں مملکت روم کے امن کو برباد کیا- اس دور کے رومی مشرک حاکم قیصر روم کو نستینٹین کے سامنے نصرانی اپنا مقدمہ لے کر گئے اور نائیسین ترکی میں یہ مقدمہ سنا گیا اور مشرک حاکم قیصر روم کو نستینٹین نے فیصلہ دیا کہ عیسیٰ شروع سے الوہی تھا- اس کے بعد قیصر روم کو نستینٹین بیمار ہوا اس نے متھرا دھرم کے

پروہتوں کو طلب کیا اور جنت کا سوال کیا—پروہتوں نے اس کو اچھا جواب نہ دیا تو اس نے نصرانیوں کو طلب کیا کہ دوسری زندگی کیسے حاصل کروں ؟ نصرانییوں نے کہا کہ وہی دوسری زندگی پائے گا جو نصرانی ہو لہٰذا تم نصرانی ہو جاؤ- قیصر روم کونستینٹین نصرانی ہو گیا-

سن ۳۲۵ بعد مسیح کی بات ہے، قیصر روم کونستینٹین[23] کی والدہ فلاویہ اولیا ہیلینا اگستا[24] نے عیسائی مبلغ یسوبیُوس[25] کو طلب کیا اور نصرانی دھرم کی حقانیت جاننے کے لئے شواہد طلب کیے-

کونستینٹین نے اپنی والدہ کو نصرانی دھرم سے متعلق آثار جمع کرنے پر مقرر کیا یا بالفاظ دیگر ان کو آرکیالوجی کی وزارت کا قلمدان دیا گیا اور اس سب کام میں اس قدر جلدی کی وجہ یہ تھی کہ مملکت کے حکمران طبقہ نے متھرا دھرم[26] چھوڑ کر نصرانی دھرم قبول کر لیا تھا اور اب اس کو عوام میں بھی استوار کرنا تھا لہٰذا راتوں رات روم میں بیچ شہر میں موجود جوپیٹر یا مشتری کے مندر (موجودہ ویٹی کن) کو ایک عیسائی عبادت گاہ میں تبدیل کیا گیا اس کے علاوہ یہی کام دیگر اہم شہروں یعنی دمشق اور یروشلم میں بھی کرنے تھے- لیکن ایک مشکل درپیش تھی کہ کن کن مندروں اور مقامات کو گرجا گھروں میں تبدیل کیا جائے؟ اسی کام کو کرنے کا کونستینٹین کی

[23] Constantine I full name Flavius Valerius Aurelius Constantius Herculius Augustus (272 – 337 AD) age 65

[24] Flavia Iulia Helena c. 250 – c. 330

[25] Eusebius of Caesarea (Greek: Εὐσέβιος, *Eusébios*; AD 260/265 – 339/340)

[26] Mithra Religion

والدہ ہیلینا نے بیڑا اٹھالیا اور عیسائی مبلغ یسوبئوس کو ایک مختصر مدت میں ساری مملکت میں اس قسم کے آثار جمع کرنے کا حکم دیا جن سے دین نصرانیت کی سچائی ظاہر ہو۔

عیسائی مبلغ یسوبئوس نے نصرانیت کی تاریخ پر کتاب بھی لکھی اور بتایا کہ ہیلینا کس قدر مذہبی تھیں[27]۔ یہ یسوبئوس ہی تھے جنہوں نے کونستینٹین کے سامنے نصرانیوں کا عیسیٰ کی الوہیت پر اختلاف پیش کیا اور سن ۳۲۵ ب م میں بادشاہ نے فریقین کا مدعا سننے کے بعد تثلیث[28] کے عقیدے کو پسند کیا اور اس کو نصرانی دھرم قرار دیا گیا۔ واضح رہے کہ کونستینٹین ابھی ایک کافر بت پرست ہی تھا کہ اس کی سربراہی میں نصرانی دھرم کا یہ اہم فیصلہ کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ کونستینٹین نے خود بھی اس مذہب کو قبول کر لیا۔

بحرالحال، یسوبئوس نے راتوں رات کافی کچھ برآمد کر ڈالا جن میں انبیاء کی قبریں، عیسیٰ کی پیدائش اور تدفین کا مقام، اصلی صلیب، یحییٰ علیہ السلام کے سر کا مقام، وہ مقام جہاں ہابیل قتل ہوا، کوہ طور، بھڑکتا شجر جو موسی کا دکھایا گیا اور عیسیٰ کے ٹوکرے جن میں مچھلیوں والا معجزہ ہوا تھا وغیرہ شامل تھے۔ یہودی جو فارس یا بابل میں تھے وہ بھی بعض انبیاء سے منسوب قبروں کو پوجتے تھے مثلاً دانیال، یونس، ابراہیم و سارہ کی قبریں وغیرہ۔ ان مقامات کو فوراً مقدس قرار دیا گیا اور یروشلم واپس دنیا کا ایک اہم تفریحی اور مذہبی مقام بن گیا جہاں ایک میوزیم کی طرح تمام اہم مقامات واشیاء لوگوں کو دین مسیحیت کی حقانیت کی طرح بلاتی تھیں۔

---

[27] History of Church by Eusebius

[28] Trinity

یسوبئوس سے قبل ان مقامات کو کوئی جانتا تک نہیں تھا اور نہ ہی کوئی تاریخی شواہد اس پر تھے اور نہ ہی یہودی اور عیسائیوں میں یہ مشہور تھے۔ مسلمان آج اپنی تفسیروں، میگزین اور فلموں میں انہی مقامات کو دکھاتے ہیں جو درحقیقت یسوبئوس کی دریافت تھے۔

نصرانیوں نے تمام متھرا Mithra مندروں کو چرچ بنا دیا جو قلعہ انتونیا کے پاس تھے۔ ان کو آج

CHURCH OF NATIVITY

پیدائش عیسیٰ کا مقام

اور

CHURCH OF HOLY SEPULCHRE

قبر عیسیٰ کا مقام

کہا جاتا ہے۔ انجیل کے مطابق عیسیٰ کی پیدائش ایک غار میں ہوئی جبکہ قرآن میں ہے کہ عیسیٰ کی پیدائش ربوہ میں ہوئی یعنی یہ ایک بلند مقام تھا۔

عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا مقام بقول نصاریٰ آجکل یروشلم کے نصرانی کوارٹرز میں ہے

دور نبوی میں مسجد الاقصی معدوم تھی

معراج کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان سے ہی مسجد الاقصی کی اصل کیفیت معجزہ کی صورت دکھائی گئی کیونکہ اس دور میں مسجد الاقصی وہاں موجود نہیں تھی۔ صحیح ابن حبان اور مسند احمد کی روایت ہے

حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ: أَتَيْتُ عَلَى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ لَيْلَةِ أُسْرِيَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ: " فَانْطَلَقْتُ ـ أَوْ انْطَلَقْنَا ـ حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ "، فَلَمْ يَدْخُلَاهُ، قَالَ: قُلْتُ: بَلْ دَخَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَتَئِذٍ وَصَلَّى فِيهِ، قَالَ: مَا اسْمُكَ يَا أَصْلَعُ؟ فَإِنِّي أَعْرِفُ وَجْهَكَ، وَلَا أَدْرِي مَا اسْمُكَ قَالَ: قُلْتُ: أَنَا زِرُّ بْنُ حُبَيْشٍ، قَالَ: فَمَا عِلْمُكَ بِأَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيهِ لَيْلَتَئِذٍ؟ قَالَ: قُلْتُ: الْقُرْآنُ يُخْبِرُنِي بِذَلِكَ، قَالَ: مَنْ تَكَلَّمَ بِالْقُرْآنِ فَلَجَ، اقْرَأْ، قَالَ: فَقَرَأْتُ: {سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ} [الإسراء: 1] ، قَالَ: فَلَمْ أَجِدْهُ صَلَّى فِيهِ، قَالَ: يَا أَصْلَعُ، هَلْ تَجِدُ صَلَّى فِيهِ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَ: وَاللهِ مَا صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَتَئِذٍ، لَوْ صَلَّى فِيهِ لَكُتِبَ عَلَيْكُمْ صَلَاةٌ فِيهِ، كَمَا كُتِبَ عَلَيْكُمْ صَلَاةٌ فِي الْبَيْتِ الْعَتِيقِ، وَاللهِ مَا زَايَلَا الْبُرَاقَ حَتَّى فُتِحَتْ لَهُمَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، فَرَأَيَا الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَوَعْدَ الْآخِرَةِ أَجْمَعَ، ثُمَّ عَادَا عَوْدَهُمَا عَلَى بَدْئِهِمَا، قَالَ: ثُمَّ ضَحِكَ حَتَّى رَأَيْتُ نَوَاجِذَهُ، قَالَ: وَيُحَدِّثُونَ أَنَّهُ رَبَطَهُ أَلِيَفِرَّ مِنْهُ؟، وَإِنَّمَا سَخَّرَهُ لَهُ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، قَالَ: قُلْتُ: أَبَا عَبْدِ اللهِ، أَيُّ دَابَّةٍ الْبُرَاقُ؟ قَالَ: دَابَّةٌ أَبْيَضُ طَوِيلٌ هَكَذَا خَطْوُهُ مَدُّ الْبَصَرِ

أَبُو النَّضْرِ کہتے ہیں ہم سے شَيْبَانُ نے روایت کیا ان سے عَاصِمٍ نے ان سے زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ نے کہا میں حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور وہ معراج کی رات کا بیان کر رہے تھے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چلا یا ہم چلے (یعنی جبریل و نبی) یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے لیکن اس میں داخل نہ ہوئے- میں (زر بن حبیش) نے کہا بلکہ وہ داخل ہوئے اس رات اور اس میں نماز پڑھی -حُذَیفَۃَ رضی اللہ عنہ نے کہا اے گنجے تیرا نام کیا ہے؟ میں تیرا چہرہ جانتا ہوں لیکن نام نہیں -میں نے کہا زر بن حبیش- حُذَیفَۃَ نے کہا تمہیں کیسے پتا کہ اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بھی پڑھی؟ میں نے کہا قرآن نے اس پر خبر دی -حُذَیفَۃَ نے کہ جس نے قرآن کی بات کی وہ حجت میں غالب ہوا -پڑھ! میں نے پڑھا پاک ہے وہ جو لے گیا رات کے سفر میں اپنے بندے کو مسجد الحرام سے مسجد الاقصی.. حُذَیفَۃَ نے کہا مجھے تو اس میں نہیں ملا کہ نماز بھی پڑھی -انہوں نے کہا اے گنجے کیا تجھے اس میں ملا کہ نماز بھی پڑھی؟ میں نے کہا نہیں -حُذَیفَۃَ نے کہا اللہ کی قسم کوئی نماز نہ پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات اگر پڑھی ہوتی تو فرض ہو جاتا جیسا کہ بیت الحرام کے لئے فرض ہے اور اللہ کی قسم وہ براق سے نہ اترے حتی کہ آسمان کے دروازے کھلے اور جنت و جہنم کو دیکھا اور دوسری باتوں کو دیکھا جن کا وعدہ ہے پھر وہ آسمان ویسا ہی ہو گیا جسے کہ پہلے تھا- زر نے کہا پھر حُذَیفَۃَ ہنسے اور کہا اور لوگ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کو (براق کو) باندھا کہ بھاگ نہ جائے، جبکہ اس کو تو عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسخر کیا

حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت عاصم بن ابی النجود سے ہے جو اختلاط کا شکار ہو گئے تھے لہذا اس روایت کو بھی رد کیا جاتا ہے لیکن جتنی کمزور امامت کرنے والی روایت ہے اتنی ہی امامت نہ کرنے والی ہے

راقم کے نزدیک حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح ہے اور صوآب ہے- یہ صحابہ کا اختلاف ہے –حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یروشلم گئے آپ کو مسجد الاقصی فضا سے ہی دکھائی گئی –واضح رہے براق سے اترنے کا صحیح بخاری میں بھی کوئی ذکر نہیں ہے- محدث ابن حبان کے نزدیک حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح ہے اور انہوں نے اسکو صحیح ابن حبان میں بیان کیا ہے لیکن ساتھ ہی انہوں نے دوسرے اصحاب کے اقوال بھی نقل کیے ہیں جن میں براق سے اترنے کا ذکر ہے[29]

29

ڈاکٹر عثمانی اس کے قائل تھے انبیاء حقیقی طور پر جنتوں سے نکل کر زمین پر نہیں آئے - راقم اس کا قائل ہے کہ کوئی نماز بھی نہیں ہوئی نہ انبیاء زمین پر آئے بلکہ اس حوالے سے حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ کو صحیح کہتا ہے

امام طحآوی نے مشکل الاثار میں اس بات پر بحث کی ہے اور ان کی رائے میں نماز پڑھائی ہے

وہاں انہوں نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت دی ہے

عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے براق کو باندھا اور وہاں تین انبیاء ابراہیم علیہ السلام ، موسی علیہ السلام اور عیسی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی بشمول دیگر انبیاء کے جن کا نام قرآن میں نہیں ہے واضح رہے کہ مسجد الاقصی داود یا سلیمان علیہ السلام کے دور میں بنی اس میں نہ موسی علیہ السلام نے نماز پڑھی نہ ابراہیم علیہ السلام نے نماز پڑھی لہذا روایت میں ہے انبیاء نے نماز پڑھی فَصَلَّيْتُ بِهِمْ إِلَّا هَؤُلَاءِ النَّفْرَ سوائے ان تین کے جن میں إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ہیں – اسکی سند میں مَيْمُون أَبُو حَمْزَةَ الْقَصَّاب الأعور كوفي. کا تفرد ہے جو متروک الحدیث ہے حیرت ہے امام حاکم اس روایت کو اسی سند سے مستدرک میں پیش کرتے ہیں

الهيثمي اس ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو کتاب المقصد العلي في زوائد أبي يعلى الموصلي میں پیش کرتے ہیں کہتے ہیں

قُلْتُ: لابْنِ مَسْعُودِ حَدِيثٌ فِي الإِسْرَاءِ فِي الصَّحِيحِ غَيْرُ هَذَا

میں کہتا ہوں صحیح میں اس سے الگ روایت ہے

مسند احمد میں انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے براق کو باندھا ثُمَّ دَخَلْتُ، فَصَلَّيْتُ فيه رَكْعَتَيْنِ میں اس مسجد میں داخل ہوا اور دو رکعت پڑھی- لیکن انبیاء کی امامت کا ذکر نہیں – اس روایت میں حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ البصری کا تفرد بھی ہے جو آخری عمر میں اختلاط کا شکار تھے اور بصرہ کے ہیں

صحیح مسلم میں ہے

شیبان بن فروخ، حماد بن سلمہ، ثابت بنانی، انس بن مالک (رض) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ میرے لئے براق لایا گیا، براق ایک سفید لمبا گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا جانور ہے منتہائے نگاہ تک اپنے پاؤں رکھتا ہے میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آیا اور اسے اس حلقہ سے باندھا جس سے دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے جانور باندھا کرتے تھے پھر میں مسجد میں داخل ہو اور میں نے دو رکعتیں پڑھیں

مشکل آثار میں الطحاوی نے اس بات کے لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی امامت کی کچھ اور روایات پیش کی ہیں مثلا

حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْد الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الله بْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ عَبْد الرَّحْمَنِ الزُّهْرِيُّ , عَنْ أَبيه , عَنْ عَبْد الرَّحْمَنِ بْن هَاشم بْن عُتْبَةَ بْن أَبِي وَقَّاص عَنْ أَنَس بْن مَالك، أَنَّ رَسُولَ الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ بَيْتَ الْمَقْدس فِي اللَّيْلَة الَّتى أُسْرِيَ به إِلَيْه فيهَا، بُعثَ لَهُ آدَمُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ دُونَهُ منَ الْأَنْبيَاء، وَأَمَّهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَبْد الرَّحْمَن بْن هَاشم بْن عُتْبَةَ بْن أَبِي وَقَّاص ، انس سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس معراج کی رات پہنچے وہاں آدم علیہ السلام دیگر انبیاء کے ساتھ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کی

اس کی سند میں عَبْد الرَّحْمَن بْن هَاشم بْن عُتْبَةَ بْن أَبِي وَقَّاص ہیں جو مجھول ہیں دیکھئے المعجم الصغير لرواة الإمام ابن جرير الطبري از أكرم بن محمد زيادة الفالوجي الأثري

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

قَالَ: فَلَمَّا دَخَلَ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ الْمَسْجدَ الْأَقْصَى قَامَ يُصَلِّي، ثُمَّ الْتَفَتَ فَإِذَا النَّبِيُّونَ أَجْمَعُونَ يُصَلُّونَ مَعَهُ

جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصی میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے، پھر آپ نے ادھر ادھر دیکھا تو تمام انبیائے کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کےساتھ نماز ادا کر رہے تھے

امام احمد (4 / 167) نے اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے، لیکن اس کی سند بھی کمزور ہے سند میں قَابُوسُ بْنُ أَبِي ظَبْيَانَ الْجَنْبِىَّ ہے جس کے لئے ابن سعد کہتے ہیں وَفيه ضَعْفٌ لَا يُحْتَجّ به اس میں کزوری ہے نا قابل دلیل ہے البتہ ابن کثیر نے اس روایت کو تفسیر میں صحیح کہا ہے شعیب الأرنؤوط اس کو اسنادہ ضعیف اور احمد شاکر صحیح کہتے ہیں

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی الله عنہ سے مروی ہے کہ بیت المقدس میں فَحَانَت الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ نمازکا وقت آیا تومیں نے انبیاء کی امامت کرائی

سندآ یہ بات صرف أَبِي سَلَمَةَ بْن عَبْد الرَّحْمن بن عَوْف الزُّهْريُّ المتوفی ١١٠ ھ ، أَبِي هُرَيْرَةَ سے نقل کرتے ہیں

یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ اس وقت – وقت نہیں ہے – وقت تھم چکا ہے اور کسی نماز کا وقت نہیں آ سکتا کیونکہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم رات کی نماز پڑھ کر سوتے تھے انکو سونے کے بعد جگایا گیا اور اسی رات میں آپ مکہ سے یروشلم گئے وہاں سے سات آسمان اور پھر انبیاء سے مکالمے ہوئے – جنت و جنہم کے مناظر، سدرہ المنتہی کا منظر یہ سب دیکھا تو کیا وقت ڈھلتا رہا؟ نہیں

صحیح بخاری کی کسی بھی حدیث میں معراج کی رات انبیاء کی امامت کا ذکر نہیں ہے جبکہ بخاری میں أَنَس بْن مَالك، عَنْ مَالك بْن صَعْصَعَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا کی سند سے روایات موجود ہیں – لہذا انس رضی الله عنہ کی کسی بھی صحیح روایت میں انبیاء کی امامت کا ذکر نہیں ہے

فتح بیت المقدس

اللہ تعالی نے دور عمر رضی اللہ عنہ میں مسلمانوں کو فارس کی فتح نصیب کی جس میں کثیر تعداد میں جنگی گھوڑے مال غنیمت میں ملے - ان کو یروشلم کی فتح میں استعمال کیا گیا- مسلمانوں نے یروشلم کو ۱۴ ماہ گھیرے رکھا اور سردی ہو یا بارش یا گرمی وہ اس کا محاصرہ کیے رہے –اہل یروشلم کا گمان تھا

الغرض یہ قول اغلبا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں انبیاء کی امامت کی بقیہ اصحاب رسول اس کو بیان نہیں کرتے

روایات کا اضطراب آپ کے سامنے ہے ایک میں ہے باقاعدہ نماز کے وقت جماعت ہوئی جبکہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ رات کے وقت سونے کی حالت میں آپ کو جگایا گیا دوسری میں ہے رسول اللہ نے خود دو رکعت پڑھی امامت کا ذکر نہیں تیسری میں ہے رسول اللہ نماز پڑھ رہے تھے جب سلام پھیرا تو دیکھا انبیا ساتھ ہیں یعنی یہ سب مضطرب روایات ہیں

کہ مسلمان موسم کی سختی سے اتنے دن تک نہیں جم پائیں گے لیکن مسلمان ڈٹے رہے — بالاخر ۱۴ ماہ بعد ابو عبید رضی اللہ عنہ آئے اور انکو سپہ سالار مقرر کیا گیا - خالد بن الولید رضی اللہ عنہ بھی لشکر میں موجود تھے اور نماز فجر میں امام نے قرآن کی آیات تلاوت کیں

يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلا تَرْتَدُّوا} [المائدة: 21]

اے قوم ارض مقدس میں داخل ہو جاو جو اللہ نے تمھارے لئے لکھ دی ہے اور شک میں مت پڑو

اہل یروشلم پر اللہ تعالی نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی ہیبت طاری کر دی - یاد رہے کہ دور نبوی میں جب نصرانی علماء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ میں ملاقات کی تھی تو انھوں نے گزارش کی تھی کہ ہم پر جزیہ لینے کسی امین کو مقرر کیا جائے —اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ان پر مقرر کیا تھا

یروشلم کا گیارہ دن محاصرہ کیا گیا بالاخر انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور سالم بن ابو عبیدہ جھنڈا لے کر شہر میں داخل ہوئے - پیچھے پیچھے مسلمانوں کا لشکر تھا- جس میں آگے سپہ سالار ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ تھے —ان کی دائیں طرف خالد بن الولید رضی اللہ عنہ تھے اور بائیں طرف عبد الرحمٰن بن اِبی بکر رضی اللہ عنہ تھے

دور عمر مسجد بیت المقدس یا مسجد القبلی کی تعمیر

اسلامی کتب (فتوح البلدان، فتوح الشام) کے مطابق فتح یروشلم پر نصرانیوں نے مطالبہ کیا کہ جزیہ دینے کا معائدہ وہ صرف امیر المومنین سے کریں گے - اس خبر پر عمر رضی اللہ عنہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مدینہ پر عامل مقرر کیا اور یروشلم کے سفر کا آغاز کیا —ان کے ہمراہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی تھے - وہاں پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہ نے نصاری کے وفد کو اسلام کی دعوت دی اور ان کے دین کی گمراہی کو واضح کیا- پھر ظہر کا وقت ہوا اور عمر رضی اللہ عنہ نے بلال

رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا - اذان سن پر مسلمانوں زار و قطار گریہ کرنے لگے - عمر رضی اللہ عنہ صرف دس دن یروشلم میں رہے

عمر رضی اللہ عنہ نے یہود کو بیت المقدس میں آنے کی اجازت دی تھی جس پر عیسائیوں نے پابندی لگا رکھی تھی -

غیر مستند تاریخی روایات کے مطابق اس سفر شام میں عمر کے ساتھ کعب احبار بھی تھا - عمر رضی اللہ عنہ نے کعب الاحبار سے پوچھا کہ مسجد الاقصی کہاں ہے؟ تو کعب نے بتایا ہے یہ الصخرہ پر ہے - عمر رضی اللہ عنہ نے صخرہ چٹان کو چھوڑ کر آگے بڑھ کر قبلہ کی طرف مسجد بنائی - إبو إسحاق کعب بن ماتع الحميري اليمني، یمن کے حبر یعنی یہودی عالم تھے - عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایمان لائے لیکن شاید ہی انہوں نے کبھی مسجد الاقصی کا سفر کیا ہو کیونکہ یہودی ہونے کی وجہ سے ان پر یروشلم میں داخلے پر پابندی تھی - بمطابق روایت انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ الصخرہ پر مسجد الاقصی تھی — حالانکہ تاریخ کے مطابق الصخرہ رومن قلعہ انتونیا کا حصہ تھا - بحر الحال عمر رضی اللہ عنہ نے اجتہاد سے کام لیا اور مسجد بیت المقدس کو الگ فورٹ انتونیا پر ہی ایک مقام پر بنایا جس کے لئے اس وقت کسی کا بھی عبادت گاہ ہونے کا دعوی نہیں تھا اور وہ یروشلم کا سب سے اونچا مقام تھا - لہٰذا مسجد ایک غیر متنازعہ جگہ بنائی گئی - مسلمانوں آج اس بات کو نہیں پیش کرتے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی بنائی ہوئی مسجد اصل میں عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے بنائی - عمر رضی اللہ عنہ نے کعب الاحبار سے پوچھا کہ مسجد الاقصی کہاں تھی، جس سے ظاہر ہے ان کو خود عمر کو بھی معلوم نہ تھا کہ کہاں تھی -

مصنف کے خیال میں یمن کے یہودیوں بشمول کعب احبار کو یہ مغالطہ چٹان کی وجہ سے ہوا - کتاب فضائل بیت المقدس از ضياء الدين إبو عبد الله محمد بن عبد الواحد المقدسي (المتوفى: 643ھ) میں وھب بن منبہ جو ایک سابق یمنی یہودی تھے کہتے ہیں

قَالَ اللَّهُ لِصَخْرَةِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ يَا صَخْرَةَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ أَنْتِ عَرْشِي الْأَدْنَى
اللہ تعالی چٹان جو بیت المقدس میں ہے سے کہتا ہے کہ اے چٹان تو میرا عرش ادنی ہے

مسجد الاقصی کی دوسری نشانی زم زم کی طرح کا ایک چشمہ تھا جو ہیکل کے صحن میں ابلتا تھا اور اس کو جیحوں کہا جاتا تھا (کتاب حزقی ایل باب ۴۷) — کتاب فضائل بیت المقدس از ضياء الدين إبو عبد الله محمد بن عبد الواحد المقدسي (المتوفى: 643ھ) کے مطابق ایک روایت جو ابی ہریرہ سے منسوب ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ   الْأَنْهَارُ كُلُّهَا وَالسَّحَابُ وَالْبِحَارُ وَالرِّيَاحُ مِنْ تَحْتِ صَخْرَةِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ

بیت المقدس کی چٹان کے نیچے تمام نہریں اور سمندر اور ہوائیں ہیں

راقم کہتا ہے کہ عمر نے اپنی تعمیر کردہ مسجد کو الاقصی قرار نہیں دیا تھا بلکہ اس کو مسجد القبلی کہا جاتا تھا جو اب مشہور کردہ مسجد الاقصی کے سیسہ والے گنبد کے نیچے ہے
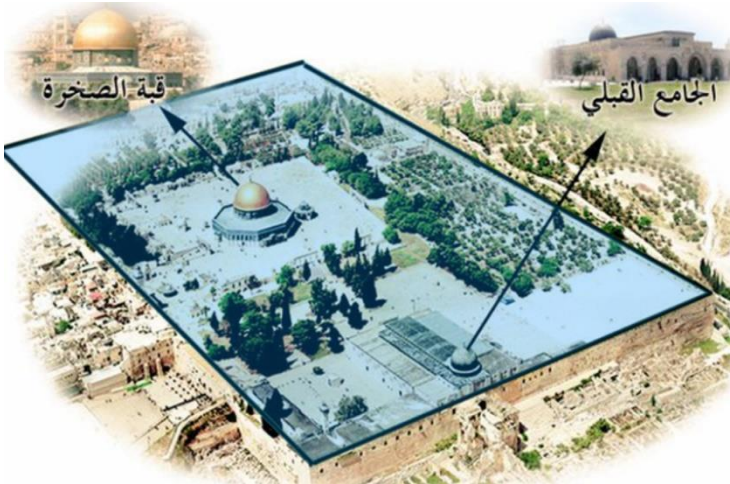
مسجد القبلی یا الجامع القبلی آجکل اس مسجد کے اندر ہے جس کو الاقصی کہا جاتا ہے

اس مسجد کا اصل نام القبلی ہے یعنی وہ مسجد جس کی جہت قبلہ کی طرف ہے اور چونکہ یہ یروشلم میں پہلی مسجد تھی اس بناپر اس کا یہ نام ہے

المصلی المروانی یا سلیمان کا اصطبل یہ پلیٹ فارم کے نیچے ہے لیکن مسجد الاقصی سے تھوڑی دور ہے

Wilson's Arch
Gate of the Chain
Dome of Moses
Dome of Joseph
Kerak Platform
WESTERN WALL
Western Portico
740
Olive Tree of te Prophet
The Goblet Fountain
Steps of Old El-Aqsa
Gate of the Moghrebin (Barclay's Gate)
Dome of Yusuf Agha
Moghrebins' Mosque
Minaret al-Fakhriya
EL AQSA MOSQUE (Midrash Shelomo)
Old El Aqsa Mosque (underground)
Mihrab of Zechariah
Mosque of Omar
S"Solomon's Stables" (underground)
724 m
Robinson's Arch
Mosque of the Women
Mihrab of David / Omar
Cradle of Jesus
EASTERN WALL
N
SOUTH WALL
Umayyad Palace
Double Gate (blocked)
Triple Gate blocked)
Single Gate (blocked)
720 m
0
50 m
SCALE
Water Cistern

سنن الکبری بیہقی میں ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بِشْرَانَ، أنبأ إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ، ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أنبأ مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَسْلَمَ مَوْلَى عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِينَ قَدِمَ الشَّامَ فَصَنَعَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ النَّصَارَى طَعَامًا فَقَالَ لِعُمَرَ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ تَجِيئَنِي وَتُكْرِمَنِي أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ عُظَمَاءِ الشَّامِ , فَقَالَ [ص:438] لَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: " إِنَّا لَا نَدْخُلُ كَنَائِسَكُمْ مِنْ أَجْلِ الصُّوَرِ الَّتِي فِيهَا يَعْنِي التَّمَاثِيلَ "

جب عمر شام پہنچے تو عُظَمَاءِ الشَّامِ میں سے ایک نصرانی آیا اور ان کو کھانے کی دعوت دی کہ میں پسند کرتا ہوں آپ اور آپ کے اصحاب آئیں اور ہم کو عزت دیں تو عمر نے کہا ہم تصویر کی وجہ سے تمھارے کنیسہ میں نہیں آئیں گے کہ ان میں تمثیلین ہوتی ہیں

یہودی روایات

یہود کے مطابق ہیکل سلیمانی کا سب سے اہم مقام یہ چٹان تھی[30] جس کو کعبہ کی طرح قبلہ سمجھا جاتا اور قُدس الاقداس (ہولی آف ہولیز) کہا جاتا تھا۔ قُدس الاقداس کے گرد، تباہ ہونے سے پہلے، غلاف کعبہ کی طرح ایک دبیز پردہ تھا[31]۔ سال میں صرف ایک دن امام یا پروہت اس میں سے داخل ہوتا تھا۔

جب عمر رضی اللہ عنہ ۱۷ ہجری میں بیت المقدس میں داخل ہوئے تو طبری کی تاریخ کی ایک بے سند روایت میں ہے کہ ان کے ساتھ اِبوإسحاق کعب بن ماتع الحمیری الیمنی (یمن کے حبر یعنی یہودی عالم تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایمان لائے لیکن شاید ہی انہوں نے کبھی مسجد الاقصی کا سفر کیا ہو کیونکہ یہودی ہونے کی وجہ سے ان پر یروشلم میں داخلے پر پابندی تھی۔ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ الصخرہ پر مسجد الاقصی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اجتہاد سے کام لیا اور مسجد الاقصی کو الگ رومی فورٹ انتونیا (پرایتروریم) پر ایک مقام پر بنایا اور وہ یروشلم کا سب سے اونچا مقام تھا—لہٰذا مسجد الاقصی ایک غیر متنازعہ جگہ بنائی گئی۔
بعض مسلمانوں کو روایات میں الفاظ ملے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے یروشلم میں محراب داودی پر نماز پڑھی لیکن ان محققین کو خود نہیں پتا کہ محراب داودی کی کوئی اصل نہیں—یہ اصل میں جافا گیٹ

Jaffa Gate

ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کی بنائی مسجد (موجودہ الاقصی) سے بہت دور شہر کا مخالف سمت میں دروازہ ہے جو یقینا داود علیہ السلام کا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ رومیوں کی تعمیر ہے اس کو بعض باب الخلیل بھی کہتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کی بنائی ہوئی مسجد الاقصی اصل میں

30

یہود ، قدس الاقداس کو زمین کا سب سے متبرک مقام مانتے ہیں اور ان میں راسخ العقیدہ لوگ اس چٹان پر قدم نہیں رکھ سکتے کیونکہ ان کے مطابق وہ ناپاک ہیں اور مسیح آنے پر توریت کی کتاب گنتی کے باب ۱۹ کے مطابق ایک سرخ گائے کی سوختنی قربانی کے بعد اس کی راکھ سے پاک ہوں گے – یہودیوں کو آج تک مسجد الاقصی کا مقام معلوم نہیں کیونکہ مسجد الاقصی کے پتھر توڑ کر بکھیر دیے گئے اور ان کو جلا وطن کر دیا گیا تھا- لہذا ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ عبد الملک کی بنوائی ہوئی قبہ الصخرہ پر عمارت کی چٹان قدس الاقداس کی چٹان ہے اور بعض اختلاف کرتے ہیں-

31

انجیل متی باب ۲۷ – آیت ۵۰ ، ۵۱

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے بنائی۔ عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھا کہ اصل مسجد کہاں تھی نہ کسی اور صحابی نے اس کے مقام سے متعلق کوئی مرفوع حدیث میں بیان کردہ کوئی ایسی نشانی بتائی جس سے اس تک پہنچا جاتا۔ تاریخ طبری کے مطابق عمر کو ایک نو مسلم سابقہ یہودی کعب الاحبار سے معلومات لینی پڑیں۔ طبری کی عمر رضی اللہ عنہ اور کعب کے مکالمے کی اس روایت کی سند ہے

وعن رجاء بُن حیوۃ، عمن شہد، قال

جس میں مجہول راوی ہے

مسند احمد کی روایت ہے

حدثنا أسود بن عامر حدثنا حماد بن سلمة عن أبي سنان عن عُبيد بن آدم وأبي مريم وأبي شعيب: أن عمر بن الخطاب كان بالجابية، فذكر فتح بيت المقدس، قال: فقال أبو سلمة: فحدثني أبو سنان عن عبيد بن آدم قال: سمعت عمر بن الخطاب يقول لكعب: أين ترى أن أصلي؟ فقال: إن أخذت عني صليت خلف الصخرة فكانت القدس كلها بين يديك! فقال عمر: ضاهيت اليهودية، لا، ولكن أصلى حيث صلى رسول الله – صلى الله عليه وسلم -، فتقدم إلى القبلة فصلى، ثم جاء فبسط رداءه، فكنس الكناسة في ردائه وكنس الناس

ابو سنان، عبید بن آدم سے روایت کرتا ہے کہ میں نے سنا عمر رضی اللہ عنہ نے کعب سے پوچھا کہ تمھاری رائے میں کہاں نماز پڑھیں ؟ کعب نے کہا اگر میں پڑھوں تو صخرہ سے پیچھے پڑھوں گا اس طرح پورا قدس آپ کے سامنے ہو گا پس عمر نے کہا یہودیوں کی گمراہی ! نہیں ہم نماز پڑھیں گے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی پس آگے بڑھ کر قبلہ کی طرف نماز پڑھی

اس کی سند میں أَبُو سِنَانٍ عِيسَى بْنُ سِنَانٍ الْقَسْمَلِيُّ ہے جس کی تضعیف محدثین نے کی ہے ابو حاتم کہتے ہیں لیس بقوی فی الحدیث حدیث میں قوی نہیں ہے ابن معین واحمد بن حنبل اس کو ضعیف کہتے ہیں اور ابو زرعۃ اس کو مخلط ضعیف الحدیث کہتے ہیں الذھبی کہتے ہیں ضعیف ہے متروک نہیں ہے ابن حجر لین الحدیث کہتے ہیں البیہقی سنن الکبری میں ضعیف کہتے ہیں المعلمی بھی ضعیف کہتے ہیں یہ روایت صرف بصرہ کی ہے کیونکہ اس راوی نے اسکو بصرہ میں بیان کیا ہے اسکی وفات 141–150 ھ کے دوران ہوئی ہے

مسند احمد کی روایت کی سند میں عبید بن ادم بھی مجھول ہے ۔المعلمی کہتے ہیں لم یُذ کرُ لہ راوٍإلاإبو سنان اس سے صرف ابو سنان ہی روایت کرتا ہے

شعیب الأر ناؤوط کہتے ہیں اسکی سند ضعیف ہے۔ حیرت ہے کہ اس روایت کو ابن کثیر اور احمد شاکر حسن کہتے ہیں

وادی ہنوم/وادی جہنم میں کنیسہ مریم کا اندرونی منظر قبر مریم کا مقام

Church of Assumption

وادی جہنم شہر داود - یروشلم کے جنوب مغرب میں ہے

کتاب فضائل بیت المقدس از المقدسی کی روایت کی ابو سنان کی روایت ہے

أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عِيسَى بْنِ سَنَانَ الشَّامِيِّ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ فِي كَنِيسَةٍ يُقَالُ لَهَا كَنِيسَةُ مَرْيَمَ فِي وَادِي جَهَنَّمَ قَالَ ثُمَّ دَخَلْنَا الْمَسْجِدَ فَقَالَ عُمَرُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي فِي مَقْدِمِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلْتُ إِلَى الصَّخْرَةِ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ

ابو سنان، المغیرہ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چرچ میں نماز پڑھی جس کو مریم کا چرچ کہا جاتا ہے جو وادی جہنم میں ہے – کہا پھر ہم مسجد میں آئے اور عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میں نے مسجد کے مقام پر نماز پڑھی پھر صخرہ آیا اور بیت المقدس شہر میں داخل ہوا

ابو سنان کی یہ دونوں روایات ضعیف ہیں - قبروں پر نماز پڑھنا منع ہے – عمر رضی اللہ عنہ , مریم علیہ السلام کی قبر پر نماز کیوں پڑھتے – یہ نحوست ابو سنان کی ہے - ابو سنان کی بیت المقدس کی ان روایات میں تفرد ہے انکو کوئی اور بیان نہیں کرتا خود یہ فلسطین کے ہیں اور بصرہ جا کر اس قسم کی روایات بیان کی ہیں - دوسری تاریخی روایات کے مطابق تو عمر رضی اللہ عنہ نے کسی چرچ میں نماز نہ پڑھی

کتاب ابن تیمیۃ (اقتضاء الصراط المستقیم) میں اور ابن القیم (المنار المنیف) میں اور محمد بن إبراهيم بن عبد اللطيف آل الشيخ (المتوفى: 1389ھ) اپنے فتاوی ورسائل میں بیان کرتے ہیں کہ

... عن كعب أنه قال: قرأت في " التوراة" أن الله يقول للصخرة أنت عرشي الأدنى إلخ

كذب وافتراء على الله، وقد قال عروة بن الزبير لما سمع ذلك عن كعب الأحبار عند عبد الملك بن مروان قال عروة: سبحان الله ؟

کعب سے روایت کیا جاتا ہے کہ اس نے توریت میں سے پڑھا بے شک اللہ صخرہ کے لئے کہتا ہے تو میرا نچلا عرش ہے... محمد بن ابراہیم نے کہا یہ جھوٹ ہے اور بے شک عروہ نے جب اسکو سنا عبد الملک سے تو کہا سبحان اللہ

یعنی لوگوں کے بقول صخرہ پر تعمیر کے وقت کعب الاحبار کے اقوال سے دلیل لی گئی - عمر اور کعب کی صخرہ کے حوالے سے بحث فرضی اور من گھڑت قصہ ہے اس کی کوئی صحیح سند نہیں ہے اور ۱۵۰ سال بعد کی قصہ گوئی ہے

قاہرہ غنیزہ Cairo Genizah کے نام سے ایک قدیم دستاویز ہے جو دور بنو امیہ کی ہے – یہ قاھرہ مصر کے ایک یہودی معبد کے تہہ خانہ سے پارچہ جات سن ۱۹۲۷ میں دریافت ہوئے تھے اور یہ یہودی تحاریر ہیں - ان میں ایک مقام پر یہ اقتباس ملا ہے

بحوالہ

Seeing Islam as other saw it by Robert G. Hoyland, 1997, Darwin Press

There were present all the Muslims, in the city and in the district, and present with them were a group of Jews. Then he Omar ordered them to sweep the holy place and to clean it, and Omar was watching over them all the time.
Whenever a reminant was uncovered, he would ask the elders of the Jews about the rock, which is the foundation stone, and one of the sages would mark out for him the spot until it was uncovered. And then he ordered that wall of the holy place be built that a dome be built upon the rock and be platted with gold.

تمام مسلمان اس وقت شہر میں موجود تھے اس مقام پر اور ان کے ہمراہ یہود کا ایک وفد بھی تھا- پھر عمر نے حکم دیا کہ اس مقدس مقام سے ملبہ ہٹایا جائے اس کو صاف کیا جائے اور عمر اس کام کو بغور دیکھ رہے تھے –جب بھی کوئی آثار نکلتے وہ احبار یہود سے اس کے بارے میں دریافت کرتے کہ یہ پتھر وہی ہے جو بنیاد کا پتھر ہے ؟ اور احبار و کبار میں سے کوئی ان کے لئے نشان لگاتا یہاں تک کہ وہ ظاہر ہو گیا- عمر نے حکم دیا کہ اس کے گرد دیورا بنا دی جائے اور اس پر گنبد بنا دیا جائے اور سونے کی پرتوں کو اس پر آراستہ کیا جائے

اس اقتباس سے پتا چلا کہ یہود میں مشہور کیا گیا تھا کہ قبہ صخرہ دور عمر رضی اللہ عنہ میں ہی بنا دیا گیا تھا جبکہ مسلمانوں کی تاریخ میں اس کے بر عکس معلوم ہے کہ قبہ الصخرہ کو کھلے آسمان تلے چھوڑ دیا گیا تھا اور کئی عشروں تک یہ اسی حال میں رہا- دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہودی جو مصر و شام میں آباد تھے ان کے نزدیک قدس الاقدس واپس دریافت ہو گیا تھا– یقینا یہ ایک عظیم خبر تھی

قاہرہ غنیزہ Cairo Genizah کے نام سے اس قدیم دستاویز کو ہی دلیل بناتے ہوئے آج مملکت اسرائیل کے یہودی یہ سمجھتے ہیں کہ قبہ الصخرہ ہی قدس الاقدس ہے-

نصرانی روایات

نصرانیوں کے اس مقام پر متضاد موقف ملے ہیں-ایک موقف ہے کہ یہاں ایک نصرانی چرچ تھا جبکہ دوسرا ہے کہ قبہ الصخرہ لعنت زدہ مقام ہے

دور عمر میں نصرانییوں کا ایک موقف تھا کہ یہ مقام ملعون و معتوب ہے-کتاب البدایہ والنہایہ از ابن کثیر کی ایک بے سند روایت کا قول جو روينا یعنی ہم سے روایت کیا گیا ہے سے شروع ہو رہا ہے اس میں لکھا ہے

وَقَدْ كَانَتِ الرُّومُ جَعَلُوا الصَّخْرَةَ مَزْبَلَةً ; لِأَنَّهَا قِبْلَةَ الْيَهُودِ، حَتَّى إِنَّ الْمَرْأَةَ كَانَتْ تُرْسِلُ خِرْقَةَ حَيْضَتِهَا مِنْ دَاخِلِ الْحَوْزِ لِتُلْقَى فِي الصَّخْرَةِ

اور اہل روم نے صخرہ کو کوڑا ڈالنے کی جگہ بنایا ہوا تھا کہ یہ یہود کا قبلہ ہے یہاں تک کہ انکی عورتیں اپنے حیض کا کپڑا بھی اس پر پھینکتیں

عیسائیوں میں حیض کوئی ناپاک چیز نہیں رہی تھی –یہ توریت کا حکم تھا جو ان کے مطابق عیسیٰ کے آنے پر معطل ہو چکی ہے

نصرانی صفرونیس نے اپنی یاداشتوں میں لکھا ہے

بحوالہ

Seeing Islam as other saw it by Robert G. Hoyland, 1997, Darwin Press

The godless Saracens entered the holy city of Christ our Lord, Jerusalem, with the permission of God and in punishment for our negligence, which is considerable, and immediately proceeded in haste to the place which is called *The Capitol.* The took with them men, some by force, others by their own will, in order to clean that place and built that cursed thing, intended for their prayer which they called mosque.

(خوف) خدا سے عاری سار ہسن (یعنی مسلمان) ہمارے آقا کے شہر یروشلم میں داخل ہوئے، اللہ کے حکم سے، اس کی سزا کے طور پر اور ہماری بے توجہی کی بنا پر، جو بہت زیادہ ہے اور فوراً ہی جلدی میں اس جانب گئے جس کو کیپٹل کہا جاتا ہے انہوں نے برضا وزور لوگوں کو شامل کیا تاکہ وہ اس مقام کو صاف کریں اور ملعون تعمیر کریں مراد عبادت گاہ ہے جس کو یہ مسجد کہتے ہیں

مولف کے مطابق Capitol سے مراد

Capitoline Temple

ہے یعنی وہ مندر جہاں مشتری کی پوجا ہوتی ہو- صفرونیس جو دور عمر میں یروشلم کے پتریارک Patriach تھا اس کا مدعا ہے کہ یہ مقام قدس الاقدس کا نہیں بلکہ رومن مشرکوں کا مندر تھا- صفرونیس نے ہی عمر رضی اللہ عنہ کو سن ١٧ ہجری میں یروشلم کا دروہ کرایا تھا اور اس وقت یہود و نصاری ایک دوسرے کے کٹر دشمن تھے- صفرونیس نے اس طرح بیان کہ وہ چپ چاپ دیکھتا رہا کہ کس طرح یہودی احبار کے زیر اثر مسلمانوں نے مسجد الاقصی کو ایک مشتری کے مندر پر بنا دیا جبکہ وہ رومن مندر تھا- یہاں صفرونیس کا مقصد یہود پر تنقید کرنا ہے کہ کس طرح مسلمانوں کو غلط مقام دکھایا

یہ موقف ایسٹرن آر تھوڈوکس چرچ کا آج بھی ہے کہ قبہ الصخرہ لعنت زدہ مقام ہے- عرب اور روسی نصرانی اسی چرچ کے ہوتے ہیں

Eastern Orthodox Church

صلیبی نصرانی موقف

عیسائیوں کا ایک دوسرا موقف بھی تاریخ میں ملتا ہے جس کے مطابق کہا جاتا ہے کہ الصخرہ پر عیسائیوں کا ایک چرچ، چرچ اف ہولی وسڈوم تھا جس کو ٦١٤ ع میں فارس والوں نے تباہ کیا — یہ وہی حملہ تھا جس کا ذکر سورہ الروم میں ہے کہ روم پر (فارسی) غالب آ گئے — شاید اسی کلیسا کا ملبہ الصخرہ پر تھا- اس کا تذکرہ عیسائیوں کی کتاب زیارت میں ملتا ہے جس کا عنوان ہے

Bordeaux Pilgrim

سن ۳۳۳ ع میں ایک عیسائی زائر نے یروشلم کا دورہ کیا اور بتایا کہ قلعہ انتونیا پر ایک چٹان پر ایک چرچ ہے جہاں پلاٹس نے عیسیٰ پر فیصلہ سنایا۔ اس چٹان کا یہودی مورخ جوسیفس نے بھی ذکر کیا ہے

The tower of Antonia...was built upon a rock fifty cubits high and on all sides precipitous...the rock was covered from its base upwards with smooth flagstones"

(Jewish War, V.v,8 para.238)

انتونیا کا مینار جو ۵۰ کیوبت بلند اور تمام طرف سے عمودی ہے اس نے چٹان کو گھیرا ہوا ہے اس کی تہہ سے اوپر تک پتھر جڑے ہیں

یعنی ہیرود کے رومی قلعہ پر بھی ایک چٹان تھی اسی کو اب الصخرہ کہا جاتا ہے

عیسائیوں میں یہ مشہور ہوا کہ اور اس پر عیسیٰ کے قدم کے نشان ہیں (جیسے ہم مقام ابراہیم کے لئے مانتے ہیں کہ اس پر ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نشان تھے) کہ جب ان سے رومی تفتیش کر رہے تھے ان کو اس چٹان پر کھڑا کیا گیا اسلام کے مطابق ایسا کوئی موقعہ ہی نہیں آیا عیسیٰ کا اس سب سے قبل رفع ہو گیا لیکن عیسائیوں کو اپنے مذھب کی حقانیت کے لئے کچھ اقوال درکار تھے جس میں سے ایک یہ بھی ہے

شاید یہی وجہ کے کہ عبد الملک نے قبہ الصخرہ کی عمارت پر جو آیات لکھوائیں ان میں عیسیٰ کی الوہیت کا انکار ہے اور ہیکل کی تباہی سے متعلق ایک آیت بھی نہیں- صلاح الدین ایوبی کے دور کے عز الدین الزنجلی نے اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے اسی پلیٹ فارم پر ایک قبہ المعراج بنوایا جہاں آج بھی عیسائی آ کر رفع عیسیٰ کی تقریبات کرتے ہیں۔ صلیبی جنگوں کا اصل مدعا تھا کہ قبہ الصخرہ اصل میں ایک چرچ ہے جیسے سوفیا چرچ یا چرچ اف ہولی وسڈوم کہا جاتا تھا جب بیت المقدس عیسائیوں سے آزاد ہوا تو اس مسئلہ کو سمجھتے ہوئے اسی پلیٹ فارم پر ایک نیا قبہ رفع

Dome of Ascension

بنادیا گیااور مسلمانوں کے لئے اس کو قبہ المعراج کہا گیا کہ یہاں سے عیسیٰ کا رفع ہوا- لیکن امداد زمانہ کے ساتھ اب مشہور ہو چکا ہے کہ یہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی-

صلیبی عسائیوں نے یروشلم پر قبضہ ہی اس مقام کی اہمیت کی وجہ سے کیا- صلیبی عیسائیوں نے قبہ الصخرہ کو

Templum Domini

کا نام دیا اور یہ اس دور کا ایک مقدس چرچ تھا اس کو انکی مہروں پر بھی بنایا گیا—جبکہ موجودہ مسجد الاقصی کو انہوں نے محل میں تبدیل کر دیا- اب پروٹسٹنٹ کے نزدیک صلیبیوں کی طرح قبہ متبرک ہے اصل ہیکل سلیمانی کا مقام ہے جن کی اکثریت امریکہ ویورپ میں آباد ہے- رومن کیتھولک فرقہ کے نزدیک ہیکل کی اب کوئی اہمیت نہیں—اب اہمیت روم میں ویٹی کن کی ہے

خلیفہ عبدالملک بن مروان کی تعمیر

اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے پرایتر وریم پر موجود چٹان پر صخرہ (چٹان) پر ایک آٹھ کونوں والی عمارت بنوائی [32] اور اس کو مسجد میں آنے والوں کے لئے سرائے کہا (وقت کے ساتھ یہ سرائے اب مسجد کا ہی حصہ بن گئی)۔

کتاب الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل میں عبدالرحمٰن بن محمد الحنبلی، ابوالیمن (المتوفی: 928ھ) لکھتے ہیں

فَلَمَّا دخلت سنة ستّ وَستِّين ابْتَدَأَ بِبنَاء قبَّة الصَّخْرَة الشَّرِيفَة وَعمارَة الْمَسْجِد الْأَقْصَى الشريف وَذَلِكَ لِأَنَّهُ منع النَّاس عَن الْحَج لِئَلَّا يميلوا مَعَ ابْن الزبير فضجوا فقصد أَن يشغل النَّاس بعمارة هَذَا الْمَسْجِد عَن الْحَج فَكَانَ ابْن الزبير يشنع على عبد املك بذلك وَكَانَ من خبر الْبناء أَن عبد الْملك بن مَرْوَان حِين حضر إِلَى بَيت الْمُقَدّس وَأمر بِبنَاء الْقبَّة عل الصَّخْرَة الشَّرِيفَة بعث الْكتب فِي جَمِيع عمله وَإِلَى سَائِر الامصار إِن عبد الْملك قد أَرَادَ أَن يَبْنِي قبَّة على صَخْرَة بَيت الْمُقَدّس تَقِيّ الْمُسلمين من الْحر وَالْبرد وَأَن يَبْنِي الْمَسْجِد وَكره أَن يفعل ذَلِك دون رَأْي رَعيته فلتكتب الرّعية إِلَيْهِ برأيهم وَمَا هم عَلَيْهِ فوردت الْكتب عَلَيْهِ من سَائِر عُمَّال الْأَمْصَار نر رَأْي أَمِير الْمُؤمنِينَ مُوَافقا رشيدا إِن شَاءَ الله

---

[32] اس کو اب قبة الصخرة کہا جاتا ہے- یہ اسلام میں پہلا گنبد تھا جو بنایا گیا -

پس جب سن ٦٦ ہجری شروع ہوا تو قبہ الصَّخرۃ اور مسجد الاقصی کی تعمیر شروع ہوئی اور یہ یوں کہ عبد الملک لوگوں کو حج سے منع کرنا چاہتا تھا کہ ممکن ہے ان کا میلان ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف ہو جائے اور وہ (واپس آ کر اس کے خلاف) شور کریں پس اس نے لوگوں کو اس عمارت کی تعمیر میں حج میں مشغول کیا- پس ابن زبیر نے عبد الملک کو اس کام سے منع کیا اور تعمیر کی خبر میں ہے کہ عبد الملک بن مروان جب بیت المقدس پہنچا اور قبہ بنانے کا حکم دیا تو اس نے اپنے تمام گورنروں کو لکھا اور ساری مملکت میں لکھ بھیجا کہ بے شک عبد الملک نے ارادہ کیا ہے چٹان پر قبہ بنانے کا، بیت المقدس میں، تا کہ مسلمانوں کو سردی، گرمی سے بچائے اور مسجد کو بنائے اور وہ کراہت کرتے ہیں کہ ایسا کریں سوائے اس کے کہ رعیت بھی اس کے حق میں ہو سو تمام گورنروں نے لکھا کہ ہم امیر المومنین کی رائے سے موافقت رشید رکھتے ہیں جیسا اللہ نے چاہا!

عبد الملک بن مروان کو خدشہ تھا کہ لوگ حج کے لئے مکہ جائے گے تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے متاثر ہوں گے لہٰذا حربہ کے طور پر قبہ الصخرہ کی تعمیر کی کہ لوگ اس میں مصروف رہیں

معلوم ہوا کہ یہ مسلمانوں کی ہی کوشش ہے جنھوں نے اھل کتاب کے یہ اقوال عوام میں پھیلائے اور یہ مشہور کیا کہ قبہ الصخرہ ہی ہیکل سلیمانی تھا- اس کا مقصد ٹور ازم بڑھانا تھا جس کے نتائج آج وہاں بسنے والے مسلمان بھگت رہے ہیں

تاریخ الیعقوبی ج ٢ ص ٢٦١ اور کے الدولۃ الأمويّة از عَلی محمد الصَّلّابی مطابق

معظم العالم الإسلامي كان قد بايع عبد الله بن الزبير بالخلافة (64 ـ 73هـ) ما عدا إقليم الأردن (2)، فقد قال في كتابه: ومنع عبد الملك أهل الشام من الحج، وذلك لأن ابن الزبير كان يأخذهم إذا حجوا بالبيعة، فلما رأى عبد الملك ذلك منعهم من الخروج إلى مكة فضج الناس وقالوا: تمنعنا من حج بيت الله

الحرام، وهو فرض علينا، فقال: هذا ابن شهاب الزهري يحدثكم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تشد الرحال إلا إلى ثلاث مساجد: المسجد الحرام، ومسجدي ومسجد بيت المقدس. وهو يقوم لكم مقام المسجد الحرام، وهذه الصخرة التي يروى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم وضع قدمه لما صعد إلى السماء

عالم اسلامی کی اکثریت نے عبد اللہ بن زبیر کی خلافت کی بیعت کی سوائے اردن کے اور اپنی کتاب میں یعقوبی نے لکھا کہ عبد الملک نے شام والوں کو حج پر جانے سے منع کیا اور یہ اس وجہ سے کہ ابن زبیر ان سے زبردستی بیعت لیتے پس جب عبد الملک نے یہ دیکھا ان کے خروج پر پابندی عائد کر دی اور لوگ بگڑ گئے اور کہا ہم حج بیت اللہ کرنا چاہتے ہیں یہ فرض ہے ہم پر پس عبد الملک نے کہا کہ ابن شہاب الزہری تم سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواری نہ کسی جائے سوائے تین مسجدوں کے لئے مسجد الحرام میری مسجد اور مسجد بیت المقدس اور وہ تو مسجد الحرام ہے اور یہ صخرہ اس کے لئے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قدم رکھا جب آسمان کی طرف گئے

اس پر اعتراض اتا ہے

تاریخ دمشق 11/ق66 پر ابن عساکر کہتے ہیں

أخبرنا أبو القاسم السمرقندي أنا أبو بكر محمد بن هبة الله أنامحمد بن الحسين أنا عبد الله نا يعقوب نا ابن بكير قال قال الليث: وفي سنة اثنتين وثمانين قدم ابن شهاب على عبد الملك

امام الزہری سن ۸۲ ھ میں عبد الملک کے پاس پہنچے اور ابن زبیر کی شہادت ۷۲ ھ میں ہوئی

و باِلإسناد السابق نا يعقوب قال سمعت ابن بكير يقول : مولد ابن شهاب سنة ست و خمسين

امام الزہری سن ٥٦ھ میں پیدا ہوئے یعنی امام الزہری دس سال کے تھے جب قبہ الصخرہ پر تعمیر کی گئی لہذا یعقوبی کی بات صحیح نہیں ہو سکتی

کتاب ابن تيمية (اقتضاء الصراط المستقيم) میں اور ابن القيم (المنار المنيف) میں اور محمد بن إبراهيم بن عبد اللطيف آل الشيخ (المتوفى: 1389هـ) اپنے فتاوی ورسائل میں بیان کرتے ہیں کہ

… عن كعب أنه قال: قرأت في " التوراة" أن الله يقول للصخرة أنت عرشي الأدنى إلخ كذب وافتراء على الله، وقد قال عروة بن الزبير لما سمع ذلك عن كعب الأحبار عند عبد الملك بن مروان قال عروة: سبحان الله؟

کعب سے روایت کیا جاتا ہے کہ اس نے توریت میں سے پڑھا بے شک اللہ صخرہ کے لئے کہتا ہے تو میرا نچلا عرش ہے… محمد بن ابراہیم نے کہا یہ جھوٹ ہے اور بے شک عروہ نے جب اس کو سنا عبد الملک سے تو کہا سبحان اللہ

معلوم ہوا کہ عروہ بن زبیر کو ان اقوال پر حیرت ہوئی جو دمشق میں چل رہے تھے-

آٹھویں صدی میں ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی میں ایک فتوی میں کہا

فَهَذِهِ الْأُمُورُ الَّتِي يُشَبَّهُ بِهَا بَيْتُ الْمَقْدِسِ فِي الْوُقُوفِ وَالطَّوَافِ وَالذَّبْحِ وَالْحَلْقِ مِنْ الْبِدَعِ وَالضَّلَالَاتِ وَمَنْ فَعَلَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ مُعْتَقِدًا أَنَّ هَذَا قُرْبَةٌ إلَى اللَّهِ فَإِنَّهُ يُسْتَتَابُ فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا قُتِلَ كَمَا لَوْ صَلَّى إلَى الصَّخْرَةِ مُعْتَقِدًا أَنَّ اسْتِقْبَالَهَا فِي الصَّلَاةِ قُرْبَةٌ كَاسْتِقْبَالِ الْكَعْبَةِ

پس یہ امور جو بیت المقدس پر کعبہ کی مشابہت میں ہو رہے ہیں الوقوف، طواف، ذبح، حلق راس (سر منڈھوانا) یہ بدعات و گمراہیاں ہیں اور ان کو کرنے والا اگر یہ اعتقاد رکھ کر ان اعمال کو کرے کہ ان سے اللہ کا تقرب حاصل ہو گا تو اس کو توبہ کرائی جائے ورنہ بصورت دیگر قتل کر دیا جائے، اسی طرح (اس کو بھی قتل کردو کہ دیکھو) اگر وہ الصخرہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے جس طرح کعبہ کو سامنے کر کے نماز پڑھی جاتی ہے

ابن تیمیہ نے مقام پر فتوی میں پھر ذکر کیا

بل السفر المشروع إلى مسجد النبي ﷺ أو إلى المسجد الأقصى إنما يكون للصلاة التي ورد الحديث في فضلها؛ وليس لأحد أن يفعل في ذلك ما هو من خصائص البيت العتيق كما يفعله بعض الضلال: من الطواف بالصخرة، أو الحجرة النبوية، أو السفر إلى المقدس وقت التعريف، أو الذبح هناك، وحلق الرأس، ونحو ذلك؛ فكل هذا من دين الجاهلية، وهو من المنكرات في دين الإسلام التي ينبغي ردع فاعلها[1].

سفر بمقصد زیارت مسجد الحرام و مسجد الاقصی مشروع ہے کیونکہ وہاں نماز کی فضیلت ہے لیکن ان میں یہ نہیں ہے کہ جو بیت العتیق یعنی کعبہ کی خصوصیت ہے اس کو مسجد الاقصی پر لیا جائے جیسا بعض گمراہ کرتے ہیں کہ چٹان کا طواف کرتے ہیں یا حجرہ النبی کا طواف کرتے ہیں یا بیت المقدس پر ایک وقت میں سفر کرتے ہیں یا وہاں ذبح کرتے ہیں یا سر منڈھواتے ہیں یا اسی طرح کے افعال پس یہ تمام دین جاہلیت میں سے ہیں اور منکرات ہیں دین اسلام میں کہ ضروری ہے کہ اس کے کرنے والوں کا رد کیا جائے

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ مملوکی دور (جو صلاح الدین ایوبی کے بعد شروع ہوا)، اس میں مسجد الاقصی کی تقریبا کعبہ جیسی اہمیت ہو چکی تھی ۔وہ مراسم جو کعبہ کے لئے خاص ہیں وہ بھی مسجد الاقصی پر کیے جا رہے تھے ۔

راقم کے علم میں آیا ہے حلق الراس کی رسم ابھی بھی کسی شکل میں مسجد الاقصی کے صوفی زائرین میں باقی ہے ۔

روز نامہ اوصاف، اسلام آباد ۲۹ اکتوبر ۲۰۰۰ء روز نامہ ''الاہرام'' قاہرہ کے مضمون سے ان معلومات کو اخذ کیا گیا ہے

http://zahidrashdi.org/1436

۷۴ھ میں خلیفہ عبد الملک بن مروان نے مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا اور ۸۶ھ میں خلیفہ ولید بن عبد الملک کے دور میں مکمل ہوئی۔ اس پر مصر کا سات سال کا خراج صرف ہوا۔ رجاء بن حیوۃ الکندی اور یزید بن سلام تعمیرات کے انچارج تھے۔ تعمیر مکمل ہوئی تو مسجد کی تعمیر کے لیے مخصوص رقم میں سے ایک لاکھ دینار بچ گئے جو خلیفہ نے دونوں نگرانوں کو بطور انعام دینا چاہے مگر دونوں نے یہ کہہ کر انعام لینے سے انکار کر دیا کہ ہمارا حق تو یہ بنتا ہے کہ ہم اپنی بیویوں کے زیور بیچ کر مسجد پر لگا دیں۔ چنانچہ خلیفہ نے سونے کے ان دیناروں کو ڈھلوا کر مسجد کے دروازوں پر اس سونے کی کی چادریں چڑھا دیں۔

۱۳۰ھ میں زلزلہ آیا اور مختلف شہروں میں بہت نقصانات ہوئے تو اس وقت کے خلیفہ ابو جعفر نے مسجد صخرہ کے دروازوں سے یہ چادریں اتروا کر پھرے سکوں میں ڈھلوا لیں اور لوگوں میں تقسیم کر دیے۔

۱۶۳ھ میں خلیفہ مہدی بن جعفر نے مسجد کی حدود میں ترمیم کر کے چوڑائی کم کر دی اور طول میں اضافہ کر دیا۔

۴۲۶ھ میں خلیفہ الظاہر نے اپنے زمانہ میں زلزلوں سے ہونے والے نقصانات کے باعث مسجد کی مرمت کرائی اور اس کے دور میں گنبد بنایا گیا جو اب تک چلا آ رہا ہے۔ اور اس نے مسجد کے شمال کی جانب سات دروازے بنائے۔

۴۹۲ھ میں صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا اور مسجد صخرہ کو کنیسا میں تبدیل کر کے اس کے ایک حصے کو گھوڑوں کا اصطبل اور کچھ حصہ کو گودام بنا لیا۔ کہتے ہیں کہ اس دور میں گنبد صخرہ کے ٹکڑے توڑ کر صلیبی اپنے علاقوں میں لے جاتے تھے اور سونے کے عوض انہیں فروخت کرتے تھے۔

۴۹۲ھ سے ۵۸۳ھ تک بیت المقدس صلیبیوں کی تحویل میں رہا جبکہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۵۸۳ھ میں اسے ان کے قبضہ سے آزاد کرایا۔ اس کی مرمت کرانے کے علاوہ صلیبی دور کے تمام اثرات کو ختم کیا اور اہل حلب کا خاص طور پر بنایا ہوا منبر مسجد میں نصب کرایا۔

۵۹۵ھ میں ایوبی خاندان نے ہی پہلی بار مسجد کو گلاب کے پانی سے غسل دیا۔

۶۳۴ھ میں ملک عیسیٰ نے اور ۶۸۶ھ میں ملک المنصور سیف الدین نے مسجد کی عمارت میں اضافہ کیا اور ضروری مرمت کی۔ جبکہ ۸۶۵ھ میں ناظر الحرمین الامیر عبد العزیز العراقی کے دور میں اس کی از سر نو مرمت کی گئی۔

۹۶۹ھ سے ۱۳۴۱ھ تک بیت المقدس اور مسجد صخرہ ترکی کے خلفائے عثمانی کی تحویل میں رہیں اور وقتاً وقتاً اس میں ترمیمات ہوتی رہیں۔

۱۹۲۲ عیسوی میں مفتی اعظم فلسطین الحاج امین الحسینی نے ترک انجینئر کمال الدین بک کی خدمات حاصل کر کے مسجد کی از سر نو تعمیر و مرمت کرائی جس پر والی حجاز شریف مکہ حسین بن علی کے خصوصی عطیہ کے علاوہ فلسطین، مصر، شام، کویت، بحرین اور امریکہ میں رہنے والے عربوں کے عطیات اور القدس کے لیے مخصوص وقف کی گئی آمدنی صرف کی گئی۔

۱۹۴۵ء میں یہودیوں نے مسجد میں بم پھینکے جس سے باب اوسط گر گیا اور قبہ کو سخت نقصان پہنچا۔

۱۹۶۷ء میں مسجد اقصیٰ پر قبضہ کے بعد یہودیوں نے پھر مسجد کو نقصان پہنچایا اور باب اوسط کو گرا دیا۔

۱۹۶۹ء میں مسجد اقصیٰ میں آتشزدگی کا خوفناک حادثہ ہوا، آگ قبہ کو اٹھانے والے ستونوں تک پہنچ گئی اور قبہ کے جل جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس موقع پر یہودیوں نے مسجد کے منبر کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

مسجد الاقصی کے بارے میں اثار و احادیث

مسجد أقصی کی طرف سفر کرنے کی مشروعیت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ایک حدیث ہے

لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد مسجدی ھذا و مسجد الحرام و مسجد أقصی

سواری نہ کسی جائے (یعنی سفر نہ کیا جائے) سوائے تین مسجدوں کے لئے میری اس مسجد کا یعنی مسجد نبوی کا، مسجد حرام کا اور مسجد اقصی کا۔

یہ روایت دو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کی جاتی ہے

ابی سعید رضی اللہ عنہ کی سند سے

صحیح مسلم کی روایت ہے

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيد، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَهُوَ ابْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ قَزَعَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيد، قَالَ: سَمِعْتُ مِنْهُ حَدِيثًا فَأَعْجَبَنِي، فَقُلْتُ لَهُ: أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: فَأَقُولُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ أَسْمَعْ؟ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ” لَا تَشُدُّوا الرِّحَالَ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِي هَذَا، وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى

عَبْدِ الْمَلِکِ ابْنُ عُمَيْرٍ، قَزَعَةَ سے وہ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ سے روایت کرتے ہیں کہ قَزَعَةَ نے کہا میں نے ایک حدیث سنی جس پر میں حیران ہوا پس میں نے پوچھا کیا آپ نے اس کو رسول اللہ سے سنا؟ انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کروں جو ان سے سنی نہ ہو! اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ سواریاں نہ کسی جائیں سوائے تین مسجدوں کے لئے مسجد یہ والی، مسجد الحرام اور مسجد الاقصی

قَزَعَة بْن يَحيى، مَولَى زِياد يا قَزَعَة بْن الأسود مَولَى عَبد الملك ہیں جن کے لئے ہے کہ یہ بصرہ کے ہیں اور ثقہ ہیں بنی الحریش اہل العراق میں سے ہیں دمشق پہنچے بعض مقام پر انہیں أَبُو الغادية الْبَصْرِيّ لکھا گیا ہے- یہ ثقہ سمجھے جاتے ہیں اور امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت لکھی ہے

اس کی سند میں عبد الملک بن عُمیر الکوفی ہے- کتاب المختلطين از العلائی (المتوفی: 761ھ) کے مطابق

قال أبو حاتم: تغير حفظه. ابو حاتم کہتے ہیں اس کا حافظہ متغیر ہوا

و قال ابن معين: مخلط اور ابن معین کہتے ہیں مختلط ہے

اس کے علاوہ امام احمد کہتے ہیں فی حدیثہ اضطراب اسکی حدیثوں میں اضطراب ہے

عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ عُمَيْرٍ سے سننے والے زُہَيْرٌ، شُعْبَةُ، جَرِيرٌ، سُفْيَانُ ہیں

محدثین نے یہ واضح نہیں کیا کہ عبد الملک سے عالم اختلاط میں کس کس نے سنا اور کس نے پہلے سنا جو ایک ضروری امر تھا لیکن افسوس ایسا بیان نہیں ہوا

اس روایت کو قَتَادَةَ، عَنْ قَزَعَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ کی سند سے بھی روایت کیا گیا ہے

قتادہ مدلس ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں لہذا ضروری نہیں کہ سنا بھی ہو

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے

اس روایت کے بعض متن میں ہے کہ أَبُو بَصْرَةَ الْغِفَارِيُّ رضی اللہ عنہ طور پہاڑ گئے کہ وہاں عبادت کریں واپس پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے یہ حدیث سنائی

- مسند احمد کی روایت ہے

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، أَنَّهُ قَالَ: لَقِيَ أَبُو بَصْرَةَ الْغِفَارِيُّ، أَبَا هُرَيْرَةَ، وَهُوَ جَاءٍ مِنَ الطُّورِ فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ أَقْبَلْتَ؟ قَالَ: مِنَ الطُّورِ صَلَّيْتُ فِيهِ قَالَ: أَمَا لَوْ أَدْرَكْتُكَ قَبْلَ أَنْ تَرْحَلَ إِلَيْهِ مَا رَحَلْتَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِي هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ کہتے ہیں میں ابو بصرہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور وہ طور سے آ رہے تھے پس کہا کہاں سے آئے؟ ابو بصرہ رضی اللہ عنہ نے کہا طور سے وہاں نماز پڑھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں آپ سے پہلے ملتا تو آپ یہ سفر نہ کرتے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ سفر نہ کیا جائے مگر تین مسجدوں کے لئے ایک مسجد الحرام دوسرے میری یہ مسجد اور مسجد الاقصی

مسند ابو داود طیالسی کی روایت ہے

حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ الْمَخْزُومِيِّ، أَنَّ أَبَا بَصْرَةَ لَقِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَهُوَ جَاءٍ فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ أَقْبَلْتَ؟ قَالَ: أَقْبَلْتُ مِنَ الطُّورِ صَلَّيْتُ فِيهِ قَالَ: أَمَا إِنِّي لَوْ أَدْرَكْتُكَ لَمْ تَذْهَبْ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِي هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى»

ان دونوں سندوں میں پھر وہی عبد الملک بْن عمیر ہے جو عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ سے اس روایت کو بیان کر رہا ہے

مسند احمد میں ایک دوسری روایت میں سب الگ ہے

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْيَزَنِيِّ، عَنْ أَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ قَالَ: لَقِيتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَسِيرُ إِلَى مَسْجِدِ الطُّورِ لِيُصَلِّيَ فِيهِ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: لَوْ أَدْرَكْتُكَ قَبْلَ أَنْ تَرْتَحِلَ مَا ارْتَحَلْتَ، قَالَ: فَقَالَ: وَلِمَ؟ قَالَ: فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى، وَمَسْجِدِي

مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْيَزَنِيِّ، أَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيّ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملا اور وہ مسجد الطور سے آ رہے تھے کہ وہاں عبادت کریں میں نے ان سے کہا اگر میں آپ کے سفر سے پہلے آپ سے ملا ہوتا تو آپ یہ نہ کرتے - ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں؟ میں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ سواری نہ کسی جائے سوائے اس کے تین مسجدوں کے لئے مسجد الحرام ، مسجد الاقصی اور میری مسجد

ابو بصرہ رضی اللہ عنہ کہتے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کوہ طور کا سفر کرتے تھے- دور نبوی میں طور پہاڑ کے لئے ایک ہی جگہ مشہور تھی جو مصر میں ہے- کوہ طور آجکل مصر میں جزیرہ سینا میں بتایا

جاتا ہے جبکہ اس کا اصل مقام ثابت نہیں — موجودہ کوہ طور دراصل نصرانی ہیلینا اور عیسائی مبلغ یسوبوس کی دریافت تھے جن پر کوئی دلیل نہیں تھی صرف کونسٹنتیں مشرک بادشاہ کی خواہش پر اس کو دریافت کیا گیا تھا — عہد نامہ جدید میں پاول کے خطوط کے مطابق کوہ طور عرب میں ہے نہ کہ مصر میں — الغرض آج یہودی تو سرے سے اس مقام کو کوہ طور کے لئے قبول ہی نہیں کرتے اور عیسائیوں کی بھی ایک بڑی تعداد اس مقام کو کوہ طور تسلیم نہیں کرتی۔ لہذا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس پہاڑ تک کا سفر کیوں کرتے جبکہ اس کا مقام خود اہل کتاب میں متنازعہ ہے۔ یہودی و نصرانیوں میں سے بعض اہل کتاب کے نزدیک کوہ طور سعودی عرب میں تبوک کے پاس جبل اللوز ہے۔ یہود کے سامرہ فرقے کے مطابق جبل طور نابلس، اسرائیل میں جَبَل جَرِزِيم Gerizim ہے اور یہ اصل قبلہ ہے۔

دارقطنی علل میں کہتے ہیں لا تشد الرحال کی

وَالصَّحِيحُ حَدِيثُ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، وَقَالَ أَبُو شِهَابٍ الْحَنَّاطُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ

اور صحیح ہے حَدِيثُ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، وَقَالَ أَبُو شِهَابٍ الْحَنَّاطُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ

لیکن دارقطنی کی بات صحیح نہیں ہے۔ کتاب جامع التحصیل فی إحکام المراسیل از العلائی (المتوفی: 761ھ) کے مطابق

محمد بن المنکدر قال بن معین وابو زرعۃ لم یسمع من إبی ہریرۃ ولم یلقہ

محمد بن المنکدر : ابن معین اور ابو زرعة کہتے ہیں اس نے ابو ہریرہ سے نہیں سنا نہ ان سے ملاقات ہوئی

لہذا روایت اس سند سے ضعیف ہے

اور اسی کتاب میں دار قطنی اس کی دو اور سندیں دیتے ہیں

حدثنا النيسابوري، حدثنا محمد بن يحيى، حدثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابن المسيب، عن أبي هريرة، قال رسول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي هَذَا، وَمَسْجِدِ الأقصى.

صحیح بخاری و مسلم معمر بن راشد کی امام الزہری سے حدیث لکھی گئی لہذا یہ سند صحیح ہے اگرچہ تمام محدثین کے نزدیک ایسا نہیں تھا- امام احمد کہتے ہیں کہ ابن مبارک نے کہا

ما رأيت أحدًا أروى عن الزهري من معمر، إلا ما كان من يونس، فإن يونس كتب كل شيء. «العلل» (109)

میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی معمر کی امام الزہری کی روایت لکھتا ہو سوائے وہ جو یونس کی سند سے ہوں

علل دار قطنی کی دوسری سند ہے

حدثنا محمد بن إسماعيل الفارسي، حدثنا أبو أسامة الحلبي، حدثنا حَجّاجٌ، حَدَّثَنَا جَدِّي، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّمَا الرِّحْلَةُ إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: إلى المسجد الحرام، ومسجدي هذا، وإيلياء.

اس روایت کی سند میں حجاج بن یوسف بن أبی منیع ، نَا جَدِّي (عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ) المتوفی ۱۵۹ ھ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ہے

تاریخ الکبیر از امام بخاری کے مطابق عُبَيد اللهِ بْن اَبِي زِياد، الشامي پر نہ جرح ہے نہ تعدیل ہے لیکن دارقطنی نے ان کو ثقہ کہا ہے تاریخ الاسلام از الذھبی کے مطابق ولينه بعضهم بعض نے ان کو کمزور کہا ہے- دوسری طرف حجاج بن یوسف بن اِبی منیع کو

الساجی: متروک الحدیث کہتے ہیں

ابن السمعانی: منکر الحدیث، ترکوا حدیثہ منکر الحدیث ہے حدیث ترک کر دو

لہذا یہ روایت اس سند سے ضعیف ہے

مسند الحمیدی کی سند ہے

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: ثنا سُفْيَانُ، قَالَ: ثنا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ، إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي هَذَا، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى

سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ روایت الزُّهْرِيِّ سے روایت کر رہے ہیں—روایت اس سند سے صحیح ہے لیکن دور نبوی میں مسجد الاقصی کسی کو بھی معلوم نہیں تھی نہ کوئی وجود رکھتی تھی لہذا یہ قول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ معلوم ہوتا ہے جس کو حدیث سمجھ لیا گیا

اب اس کے مخالف اقوال

واضح رہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کا سفر کیا لیکن خود وہ اس کے قائل نہ تھے کہ بیت المقدس کا سفر اس مسجد کے لئے کیا جائے – مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ عبد اللہ بن اِبی الہذیل کا قول ہے

لا تشد الرحال إلا إلى البيت العتيق

سواری نہ کسی جائے سوائے مسجد الحرام کے لئے

اور مسند الفاروق از ابن کثیر کے مطابق عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے

لا تشد الرحال إلا إلى البيت العتيق

سواری نہ کسی جائے سوائے مسجد الحرام کے لئے

امام بخاری تاریخ الکبیر میں لکھتے ہیں

قَالَ: حدَّثنا يَحيى بْنُ آدَمَ، حدَّثنا الأشجَعيّ، عَنْ سُفيان بْنِ سَعيد، عَنْ أَبي سنان ضرار، حدَّثنا عَبد الله بْنُ أَبي الهُذَيل، سَمِعتُ عُمَر بْنَ الخَطّاب خَطِيبًا بالرّوحاء؛ لاَ تَشُدُّوا الرِّحال إِلا إِلَى الْبَيْتِ العَتِيق.

وَقَالَ النَّبيّ صَلى اللَّهُ عَلَيه وسَلم: إِلاَّ إِلَى ثَلاَثَة، وحديثُ النَّبيِّ صَلى اللَّهُ عَلَيه وسَلم أَولَى

عَبد الله بْنُ أَبي الهُذَيل کہتے ہیں انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو روحا میں خطاب کرتے سنا کہ سواری مت کسنا لیکن صرف بیت العتیق کے لئے

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے تین کے لئے اور حدیث نبوی کو اولیت حاصل ہے

سوال یہ ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے مجمع میں اس رائے کا اظہار کیا تو کسی صحابی نے اس کی تردید کیوں نہ کی؟

بیت المقدس کا سفر عیسائیوں کی درخوست پر کیا گیا تھا کہ وہ اپنے کلیساوں کی چابیاں امیر المومنین کو دیں گے نہ کہ کسی اور کو۔ عمر رضی اللہ عنہ، اہل کتاب کے مطابق یروشلم وہاں کے پٹریارک صوفرونئوس (المتوفی ١٧ھ/٦٣٨ع) کی درخواست پر گئے کہ یروشلم کے اہم چرچ کی چابی وہ کسی عام مسلمان کو نہیں بلکہ مسلمانوں کے خلیفہ کو دیں گے۔ اس کا آج تک احترام کیا جاتا اور چرچ اف نتویتے یعنی عیسیٰ کی پیدائش کے چرچ کی چابی مسلمانوں کے پاس ہے اور اس کا تالا مسلمان ہی کھولتے ہیں اور اس روایت کا عیسائی بھی احترام کرتے ہیں

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ جنہوں نے یروشلم تک کا سفر کیا اور وہ خود اس سے منع کرتے کہ کوئی مسجد الحرام کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے سفر کرے قابل غور ہے۔ظاہر ہے شیخین ابو بکر و عمر حدیث و حکم رسول کی مخالفت کرنے والے نہ تھے نہ قرن اول میں یہ تصور ممکن ہے کہ حکم رسول کی کھلم کھلا خلفاء مخالفت کرنے کا حکم کریں لہٰذا جو واضح ہے کہ یہ روایت کہ مسجد الاقصیٰ کا سفر کیا جائے صحیح نہیں ہے۔

مستدرک حاکم کی روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَمْشَاذَ الْعَدْلُ، ثنا هِشَامُ بْنُ عَلِيٍّ السَّدُوسِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنَزِيُّ، ثنا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، ثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَدِينِيُّ، ثنا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ، ثنا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ سَعْدٍ، وَعَائِشَةَ بِنْتَ سَعْدٍ، يَقُولَانِ: سَمِعْنَا سَعْدًا يَقُولُ: «لَأَنْ أُصَلِّيَ فِي مَسْجِدِ قُبَاءَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ " أُصَلِّيَ فِي مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

[التعلیق - من تلخیص الذہبی]

علی شرط البخاری و مسلم - 4280

سعد نے کہا: مسجد قبا میں نماز مجھ کو مسجد بیت المقدس میں نماز سے زیادہ پسند ہے

مسجد أقصى سے احرام باندھ کر حج کرنے کی فضیلت

سنن أبي داؤد 'کتاب المناسک' باب فی المواقیت کی روایت ہے

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يُحَنَّسَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي سُفْيَانَ الْأَخْنَسِيِّ، عَنْ جَدَّتِهِ حُكَيْمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صلّى الله عليه [ص:144] وسلم يَقُولُ: «مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ، أَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَا تَأَخَّرَ - أَوْ - وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ». - شَكَّ عَبْدُ اللَّهِ أَيَّتُهُمَا - قَالَ: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَرْحَمُ اللَّهُ وَكِيعًا أَحْرَمَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ يَعْنِي إِلَى مَكَّةَ

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے بھی مسجد اقصی سے مسجد حرام تک لیے حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے یا اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يُحَنَّسَ کو شک گزرا کہ آپؐ نے ان دونوں میں کون سے الفاظ فرمائے ہیں- ابو داود نے کہا اللہ امام وکیع پر رحم کرے جنھوں نے احرام باندھا بیت المقدس سے مکہ کی طرف

البانی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں- سند میں راوی حُكَيْمَةَ، مجہول ہے اور منذری کے مطابق اس میں اضطراب ہے

مسجد أقصى میں نماز پڑھنے کی نذر ماننا جائز ہے؟

فتح مکہ کے وقت   ایک شخص نے سوال کیا

سنن أبي داود، كتاب الأيمان والنذور، باب من نذر أن يصلي في بيت المقدس میں ہے

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَجُلًا، قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي نَذَرْتُ لِلَّهِ إِنْ فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ، أَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ: «صَلِّ هَاهُنَا»، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «صَلِّ هَاهُنَا»، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «شَأْنُكَ إِذَنْ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رُوِيَ نَحْوُهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالی نے آپؐ کے ہاتھوں مکہ فتح کروا دیا تو میں بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں ہی پڑھ لے اس نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بات کو دھرایا اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں نماز پڑھ لے اس نے پھر اپنی بات کو دھرایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں نماز پڑھ لے اس نے پھر اپنی بات کو دھرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا تمہارا معاملہ ہے

اس کی سند میں حَبِيبِ بْنِ أَبِي بَقِيَّةَ الْمُعَلِّمِ ہے- امام یحییٰ القطان نے اس کا بائیکاٹ کر رکھا تھا

وکان یحیی القطان لا یحدث عنه

قال النسائي: لیس بالقوی

نسائی اس کو غیر قوی قرار دیا ہے

مسجد الاقصی میں نماز کی فضیلت

روایت ہے

مسجد نبوی میں ایک نماز ہزار نمازوں کے برابر ہے تو اس طرح مسجد اقصی میں دو سو پچاس نمازوں کے برابر ہو گی

تمام المنة أز البانی (292) میں اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے۔

مستدرک حاکم کی روایت ہے

أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَحْمَدَ الشَّعِيرِيُّ، ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُعَاذ السُّلَمِيُّ، ثَنَا حَفْصُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِت، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: تَذَاكَرْنَا وَنَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ: مَسْجِدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ مَسْجِدُ بَيْتِ الْمَقْدِس، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا أَفْضَلُ مِنْ أَرْبَعِ صَلَوَاتٍ فِيهِ، وَلَنِعْمَ الْمُصَلَّى، وَلَيُوشِكَنَّ أَنْ لَا يَكُونَ لِلرَّجُلِ مِثْلُ شَطَنِ فَرَسِهِ مِنَ الْأَرْضِ حَيْثُ يَرَى مِنْهُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا - أَوْ قَالَ: خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا - «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ»

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ہی مجلس میں آپس میں اس بات پر گفتگو کی کہ بیت المقدس کی مسجد (اقصیٰ) زیادہ افضل ہے یا رسول اللہ ﷺ کی مسجد (نبوی)؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اس مسجد (نبوی) میں ایک نماز (اجر و ثواب کے اعتبار سے) اس (بیت المقدس، مسجد اقصیٰ) میں چار نمازوں سے زیادہ افضل ہے اور وہ (مسجد اقصیٰ) نماز پڑھنے کی بہترین جگہ ہے: ولنعم المصلی ہو، عنقریب ایسا وقت بھی آنیوالا ہے کہ ایک آدمی کے پاس گھوڑے کی رسی کے بقدر زمین کا ایک ٹکڑا ہو جہاں سے وہ بیت المقدس کی زیارت کر سکے پوری دنیا یا فرمایا دنیا وما فیھا سے زیادہ افضل ہو گا۔

مستدرک حاکم: ۸۵۵۳، صححہ ووافقہ الذھبی، السلسلۃ الصحیحۃ تحت حدیث: ۲۹۰۲، طبرانی اوسط: ۸۲۳۰، ۶۹۸۳، شعب الایمان: ۳۸۴۹، صحیح الترغیب: ۱۱۷۹)

اس کی سند میں قتادہ مدلس کا عنعنہ ہے۔

من تکلم فیہ وہو موثوق اِو صالح الحدیث از الذھبی میں ہے

عبد الله بن الصامت عن عمه أبي ذر ، صدوق و بعضهم لم يحتج به

عبد اللہ بن الصامت اپنے چچا ابو ذر سے روایت کرتا ہے صدوق ہے اور بعض اس کی مرویات نا قابل دلیل ہیں

بیت المقدس کے پاس جہنم ہے ؟

مستدرک حاکم میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ سَعِيدٍ الرَّازِيُّ، ثنا أَبُو زُرْعَةَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ هَاشِمٍ الرَّمْلِيُّ، ثنا ضَمْرَةُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ بِلَالِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ مُؤَذِّنِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، قَالَ: " رَأَيْتُ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فِي مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ مُسْتَقْبِلَ الشَّرْقِ أَوِ السُّورِ، أَنَا أَشُكُّ، وَهُوَ يَبْكِي وَهُوَ يَتْلُو هَذِهِ الْآيَةَ {فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ، بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ} [الحديد: 13] ، ثُمَّ قَالَ: هَا هُنَا أَرَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَنَّمَ «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ»

[التعليق - من تلخيص الذهبي]

3786 - بل منكر وآخره باطل

بلال بن عبد اللہ موذن مسجد نے کہا کہ انہوں نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو مسجد بیت المقدس میں مشرق کی طرف رخ کیے دیکھا یا دیوار کی طرف رخ کرتے دیکھا مجھے شک ہے، اور وہ گریہ کر رہے تھے اور آیت پڑھ رہے تھے

{فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ، بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ}

پس ان کے درمیان ایک دیوار ہو گی جس میں دروازہ ہو گا اندر رحمت ہو گی سورہ حدید

پھر فرمایا وہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کو دیکھا تھا

الذھبی نے اس کو منکر قرار دیا ہے

مستدرک حاکم میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ فِرَاسٍ الْمَالِكِيُّ الْفَقِيهُ بِمَكَّةَ حَرَسَهَا اللَّهُ تَعَالَى فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، ثَنَا بَكْرُ بْنُ سَهْلٍ الدِّمْيَاطِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، ثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي الْعَوَّامِ مُؤَذِّنِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: " إِنَّ السُّورَ الَّذِي ذَكَرَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ {فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ

لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ} [الحديد: 13] هُوَ السُّورُ الشَّرْقِيُّ «بَاطِنُهُ الْمَسْجِدُ وَمَا يَلِيهِ، وَظَاهِرُهُ وَادِي جَهَنَّمَ «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ

[التعليق - من تلخيص الذہبی]

صحیح - 8776

أَبِي الْعَوَّامِ مُؤَذِّنِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ نے کہا اس نے عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سے سنا وہ کہہ رہے تھے وہ دیوار جس کا ذکر اللہ تعالی نے قرآن میں کیا ہے سورہ حدید وہ مسجد کی مشرقی دیوار ہے جس کے اندر مسجد ہے اور جو اس سے ملا ہوا ہے اور اس سے باہر جہنم ہے

الذھبی نے سند کو صحیح قرار دے دیا ہے جبکہ اس سند میں غلطی یا تحریف ہے طبری میں اس قول کی سند ہے

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي الْعَوَّامِ مُؤَذِّنِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ

اس میں سَعِيدِ بْنِ عَطِيّةَ بْنِ قَيْسٍ مجھول ہے – لگتا ہے کسی راوی نے غلطی سے مستدرک کی سند میں سَعِيدِ بْنِ عَطِيّةَ بْنِ قَيْسٍ کو سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَطِيّةَ بْنِ قَيْسٍ بنا دیا ہے – واللہ اعلم

مسند الشامیین از طبرانی میں ہے

حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سُلَيْمٍ الْخَوْلَانِيُّ , ثنا أَبُو أُمَيَّةَ عَمْرُو بْنُ هِشَامٍ الْحَرَّانِيُّ , ثنا عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّرَائِفِيُّ، عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي سَوْدَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ

وَهُوَ عَلَى هَذَا الْحَائطِ حَائطِ الْمَسْجِدِ مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ الْمُشْرِفِ عَلَى وَادِي جَهَنَّمَ , وَاضِعٌ صَدْرَهُ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْكِي , فَقُلْتُ: يَا أَبَا الْوَلِيدِ مَا يُبْكِيكَ؟ قَالَ: هَذَا الْمَكَانُ الَّذِي خَبَّرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَأَى فِيهِ جَهَنَّمَ

زِيَادِ بْنِ أَبِي سَوْدَةَ نے کہا اس نے عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ کو مسجد کے باغوں میں سے ایک باغ میں دیکھا انہوں نے وادی جہنم کی طرف رخ کیا ہوا تھا .... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں جہنم کو دیکھا تھا

اس کی سند میں زیاد بن اِبی سودۃ کا سماع عبادہ رضی اللہ عنہ سے مشکوک ہے

اسی سند سے اس روایت کو الذھبی نے مستدرک حاکم ٨٧٨٥ میں صحیح کہا ہے لیکن پھر الذھبی نے میزان میں اس راوی کی بیت المقدس سے متعلق روایت کو منکر قرار دیا ہے

معلوم ہوا کہ یہ پروپیگنڈا چل رہا تھا کہ جہنم بیت المقدس میں ہے -

یہود کا قول ہے کہ جہنم زمین میں ہے اور اس کا ایک دروازہ ارض مقدس میں ہے

The statement that Gehenna is situated in the valley of Hinnom near Jerusalem, in the "accursed valley" (Enoch, xxvii. 1 et seq.), means simply that it has a gate there. It was in Zion, and had a gate in Jerusalem (Isa. xxxi. 9). It had three gates, one in the wilderness, one in the sea, and one in Jerusalem (ʿEr. 19a).

Jewish Encyclopedia, GEHENNA

http://www.jewishencyclopedia.com/articles/6558-gehenna

یہ عبارت کہ جہنم ہنوم کی وادی میں یروشلم کے پاس ہے، پھٹکار کی وادی میں (انوخ ۲۷،۱) کا سادہ مطلب ہے کہ وہاں اس (جہنم) کا دروازہ ہے- یہ (جہنم) صیہون (بیت المقدس کا ایک پہاڑ) میں تھی اور دروازہ یروشلم میں تھا (یسیاہ باب ۳۱: 9). اس کے تین دروازے (کھلتے) تھے ایک صحرا میں، ایک سمندر میں، ایک یروشلم میں

معلوم ہوا کہ یہود کا عقیدہ ہے وادی جہنم میں جہنم کا دروازہ ہے

دجال کا قتل مسجد الاقصی کے باہر

امام ابن خزیمہ اپنی صحیح میں روایت لکھتے ہیں جو سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ، ثَنَا أَبُو بَكْرٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، ثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، حَدَّثَنِي ثَعْلَبَةُ بْنُ عَبَّادٍ الْعَبْدِيُّ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ أَنَّهُ شَهِدَ خُطْبَةً يَوْمًا لِسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، فَذَكَرَ فِي خُطْبَتِهِ، قَالَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ: بَيْنَا أَنَا يَوْمًا وَغُلَامٌ مِنَ الْأَنْصَارِ نَرْمِي غَرَضًا لَنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ قِيدَ رُمْحَيْنِ، أَوْ ثَلَاثَةٍ فِي غَيْرِ النَّاظِرِينَ مِنَ الْأُفُقِ .... وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ مُنْذُ قُمْتُ أُصَلِّي مَا أَنْتُمْ لَاقُونَ فِي دُنْيَاكُمْ وَآخِرَتِكُمْ، وَإِنَّهُ وَاللَّهِ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ ثَلَاثُونَ كَذَّابًا آخِرُهُمُ الْأَعْوَرُ الدَّجَّالُ مَمْسُوحُ الْعَيْنِ الْيُسْرَى [151 - أ] كَأَنَّهَا عَيْنُ أَبِي يَحْيَى -أَوْ تَحْيَا- لِشَيْخٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَإِنَّهُ مَتَى خَرَجَ فَإِنَّهُ يَزْعُمُ أَنَّهُ اللَّهُ، فَمَنْ آمَنَ بِهِ وَصَدَّقَهُ وَاتَّبَعَهُ فَلَيْسَ يَنْفَعُهُ صَالِحٌ مِنْ عَمَلٍ سَلَفَ، وَمَنْ كَفَرَ بِهِ وَكَذَّبَهُ، فَلَيْسَ يُعَاقَبُ بِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِهِ سَلَفَ، وَإِنَّهُ سَيَظْهَرُ عَلَى الْأَرْضِ كُلِّهَا إِلَّا الْحَرَمَ وَبَيْتَ الْمَقْدِسِ، وَإِنَّهُ يَحْصُرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَيُزَلْزَلُونَ زِلْزَالًا شَدِيدًا، قَالَ: فَيَهْزِمُهُ اللَّهُ وَجُنُودُهُ، حَتَّى أَنَّ جِذْمَ (1) الْحَائِطِ وَأَصْلَ الشَّجَرَةِ لَيُنَادِي: يَا مُؤْمِنُ هَذَا كَافِرٌ يَسْتَتِرُ بِي، تَعَالَ: اقْتُلْهُ

اہل بصرہ میں سے ثَعْلَبَةُ بْنُ عَبَّادٍ الْعَبْدِيَّ نے روایت کیا کہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی ہمیں ایک خطبہ دیا (اس میں گرہن کی نماز کا ذکر کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ بیان کیا) رسول اللہ نے فرمایا اللہ کی قسم قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ تیس دجال نکلیں گے ان کا آخری ایک کانا ہو گا الدجال جس کی سیدھی آنکھ ایسی ہو گی جیسی أَبِي يَحْيَى یا تَحْيَا انصار میں سے ایک شیخ تھے - اور یہ جب نکلے گا تو دعوی کرے گا کہ یہ اللہ ہے - پس جو اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی اور اتباع کی اس کو جو نیک کام پہلے کیا اس کا کوئی ثواب نہ ملے گا اور جس نے اس کا کفر کیا اس کو ان کاموں پر کوئی باز پرس نہ ہو گی - اور دجال تمام زمین پر غلبہ پائے گا سوائے حرم اور بیت المقدس کے اور یہ مومنوں کو بیت المقدس میں محصور کر دے گا - پس شدید زلزلہ آئے گا پس اللہ دجال اور اس کے لشکر کو شکست دے گا یہاں تک کہ جو درخت کی جڑ میں بھی ہو تو وہاں وہ پکارے گا کہ اے مومن یہ کافر چھپا ہے اس کو قتل کرو

اس روایت میں نزول مسیح کا ذکر نہیں ہے- دجال اور اس کا لشکر ایک زلزلہ میں ہلاک ہوتے ہیں ـ مسلمان دمشق میں محصور نہیں بلکہ بیت المقدس میں ہیں- سند میں ثعلبة بن عباد کو علی المدینی نے مجهول قرار دیا ہے جبکہ ابن خزیمہ نے اس کو مجهول نہیں سمجھا اسی طرح مستدرک میں امام حاکم نے اس روایت کو لکھا ہے اور هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ قرار دیا ہے- مستدرک حاکم میں مزید ہے

وَإِنَّهُ يَحْصُرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيَتَزَلْزَلُونَ زِلْزَالًا شَدِيدًا، فَيُصْبِحُ فِيهِمْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَهْزِمُهُ اللَّهُ وَجُنُودَهُ

اور مومن بیت المقدس میں محصور ہوں گے پس شدید زلزلہ آئے گا پس عیسی ابن مریم آئیں گے اور اللہ دجال اور اس کے لشکر کو شکست دے گا

اس روایت سے معلوم ہوا کہ محدث ابن خزیمہ اس کے قائل تھے کہ دجال ایک زلزلہ میں مسجد الاقصی کے پاس ہلاک ہو گا

بیت المقدس کی آبادی مدینہ کی بربادی؟

مسند احمد اور سنن ترمذی کی روایت ہے

حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ يَخَامِرَ، عَنْ مُعَاذٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يَثْرِبَ، وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ، وَخُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ، وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ خُرُوجُ الدَّجَّالِ ". ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى فَخِذِ الَّذِي حَدَّثَهُ أَوْ مَنْكِبِهِ، ثُمَّ قَالَ: " إِنَّ هَذَا لَحَقٌّ (1) كَمَا أَنَّكَ هَاهُنَا ". أَوْ كَمَا " أَنَّكَ قَاعِدٌ " يَعْنِي: مُعَاذًا

مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت المقدس کی آبادی، مدینہ کی بربادی ہے اور مدینہ کی بربادی ملحمہ (خون ریز جنگیں) کا نکلنا ہے اور ملحمہ کا نکلنا الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ کی فتح ہے اور الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ کی فتح دجال کا خروج ہے

اس کی سند ضعیف ہے سند میں عبد الرحمٰن بن ثوبان ہے جس کی وجہ سے مسند احمد کی تعلیق میں شعیب الأرنؤوط نے اس روایت کو رد کیا ہے- نسائی نے اس راوی کو لیس بالقوی قرار دیا ہے

کتاب جامع التحصیل فی إحکام المراسیل از العلائی (المتوفى: 761ھ-) کے مطابق لا ابن إبی حاتم کہتے ہیں

سمعت إبي يقول عبد الرحمٰن بن ثابت بن ثوبان قد إدرک مکحولا ولم يسمع منه شيئا

میں نے اپنے باپ سے سنا عبد الرحمٰن بن ثابت بن ثوبان نے مکحول شامی کو پایا لیکن ان سے سنا نہیں

زیر بحث روایت بھی مکحول سے اس نے روایت کی ہے

ابو حاتم کہتے ہیں و تغیر عقلہ فی آخرہ یہ آخری عمر میں تغیر کا شکار تھے

ضعفاء العقیلی کے مطابق امام احمد نے کہا لم یکن بالقوی فی الحدیث حدیث میں قوی نہیں ہے

الکامل فی ضعفاء الرجال کے مطابق یحیی نے کہا یہ ضعیف ہے

ابو داود میں روایت کی سند میں ہے جو شعَیب الأرنؤوط – محمَّد كامِل قره بللي کے مطابق ضعیف ہے اور البانی نے صحیح الجامع: 4096, المشكاة: 5424 میں اس کو صحیح کہا ہے – راقم کے نزدیک شعَیب الأرنؤوط – محمَّد كامِل قره بللي کی تحقیق صحیح ہے

اس متن کا ایک دوسرا طرق ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں ح 37209 ہے

حَدَّثَنَا – أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ مَكْحُولٍ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، قَالَ: " عِمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يَثْرِبَ وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ , وَخُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ , وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ خُرُوجُ الدَّجَّالِ , ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبِ رَجُلٍ وَقَالَ: وَاللَّهِ إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ

اس روایت کی علت کا امام بخاری اور ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب تاریخ اور علل میں ذکر کی ہے کہ ابو اسامہ نے عبد الرحمان بن یزید بن تمیم کا نام غلط لیا ہے اور دادا کا نام ابن جابر کہا ہے

جبکہ یہ نام غلط ہے اصلا یہ عبد الرحمان بن یزید بن تمیم ہے جو منکر الحدیث ہے

مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي بَحِيرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ ابْنِ أَبِي بِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " بَيْنَ الْمَلْحَمَةِ وَفَتْحِ الْمَدِينَةِ سِتُّ سِنِينَ، وَيَخْرُجُ مَسِيحُ الدَّجَّالُ فِي السَّابِعَةِ

عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْر نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خون زیر جنگوں اور مدینہ کی فتح میں چھ سال ہیں اور ساتویں سال دجال نکلے گا

شعیب الأرنؤوط –عادل مرشد کہتے ہیں

إسناده ضعيف لضعف بقية- وهو ابن الوليد- ولجهالة ابن أبي بلال – واسمه عبد الله

مسجد الاقصی کے اصل مقام کی تلاش

اہل کتاب کی کتب میں شواہد موجود ہیں کہ موجودہ مسجد الاقصی وہ نہیں جس کو ہیکل سلیمانی کہا جاتا ہے۔ جیسا ذکر کیا کہ پر توریم یا پلیٹ فارم پر مسجد اس لئے تعمیر کی گئی کیونکہ یہ شہر کا سب سے اونچا مقام تھا۔ ایسا ممکن نہیں کہ اصل مسجد الاقصی پلیٹ فارم پر ہو۔ بائبل کے مطابق داود علیہ السلام نے اس مسجد کو فصل کو گاھنے کے مقام پر بنایا۔ کتاب تواریخ کے مطابق جیسے جیسے انسان ہیکل کی سیڑھیاں چڑھتا جاتا وہ مسلسل بلندی پر ہوتا جاتا یہاں تک کہ قدس الاقدس آتا۔ وادی حنون یا وادی جہنم اور وادی قدرون کے بیچ میں اصل یروشلم ہے جو داود علیہ السلام کا شہر ہے۔ یہودی مورخ جوسیفس Josephus کے مطابق ہیرود کے محل سے مسجد الاقصی کا صحن نظر آتا تھا اور اس میں جلتا الاو دیکھا جا سکتا تھا جس میں سوختنی قربان گاہ تھی یعنی ہیرود کا محل اوپر اور مسجد الاقصی نیچے کی طرف تھی۔

ہیکل سلیمانی بنانا یہود کے لئے ایک شرعی مسئلہ ہے۔ یہودی علماء کے مطابق مسجد الاقصی یا ہیکل سلیمانی میں لاوی نسل کا داخل ہونا منع ہے الا یہ کہ ایک سرخ گائے کی سوختنی قربانی دی جائے۔ اس کا ذکر کتاب توریت، گنتی باب ۱۹ میں ہے۔ انگریزی میں اس کو نمبر ۱۹ گائے کہا جاتا ہے۔ اس وقت کوئی نسلی ریکارڈ موجود نہیں کہ نسل لاوی کی تخصیص کی جا سکے یعنی وہ لوگ جو خاص نسل ہارون علیہ السلام سے ہوں۔ توریت کے مطابق صرف اسی نسل کے لوگ قدس الاقدس میں امامت کر سکتے ہیں۔

دوسرا اہم مسئلہ اصل ہیکل کے مقام کا نا معلوم ہونا ہے۔ کٹر صیہونیوں کے نزدیک یہ مقام وہی ہے جہاں آجکل قبہ الصخرہ ہے۔ تمام یہودی قبہ الصخرہ کو گرانے پر جمع نہیں ہیں۔ان کے ماہرین آثار قدیمہ بھی تین حصوں میں منقسم ہیں۔ یہودی ماہرین آثار قدیمہ کے ایک گروہ کا خیال ہے مسجد الاقصی شہر داود میں ہے جو پلیٹ فارم سے الگ جنوب میں ہے۔ایک گروہ کا کہنا ہے کہ یہ اصطبل سلیمان میں ہے اور تیسرے گروہ کا کہنا ہے کہ قبہ الصخرہ ہے۔لہٰذا یہود کے نزدیک یہ ایک شرعی اور فقہی مسئلہ کے ساتھ ساتھ آثار قدیمہ کے عدم اتفاق کا بھی مسئلہ ہے۔ آثار قدیمہ میں نصرانیوں کو بھی بہت دلچسپی ہے۔ ان تین موقف میں پروٹسٹنٹ نصرانی جو بیشتر امریکہ کے ہیں صیہونیوں کے ہم نوا ہیں، ان کے علماء کی تقاریر میں ہیکل سلیمانی کو دوبارہ تعمیر کرنے کا اصرار سننے کو ملتا رہتا ہے۔ البتہ ایسٹرن آرتھوڈوکس چرچ جو یروشلم کے بیشتر کلیساون کا متولی ہے وہ ہیکل سلیمانی کو ایک قابل تحقیر مقام یا Abomination کہتا آیا ہے۔روسی اسی چرچ کے ہیں۔ نصرانی کیتھولک کے نزدیک یروشلم کی کوئی دینی اہمیت نہیں رہی ہے سوائے اس کے کہ وہاں مسیح کی قبر ہے۔ اب اہمیت ویٹی کن کی ہے جہاں پطرس کی قبر ہے۔ جو اصل چرچ ہے۔

مورخ جوسیفس نے بتایا ہے کہ پلیٹ فارم پر کیا کیا تھا۔ اس کے مطابق وہاں انتونیا کا قلعہ تھا اور اس پر رومن فوج تعینات تھی۔ اس کے مینار تھے۔ جوسیفس نے خبر دی کہ وہاں ایک محل بھی تھا جس سے ہیکل کا صحن نظر اتا تھا۔ اب یہ ممکن نہیں کہ ہیکل بھی پلیٹ فارم پر ہو اور محل بھی۔ مکمل اقتباس ہے

8. Now as to the tower of Antonia, it was situated at the corner of two cloisters of the court of the temple; of that on the west, and that on the north; it was erected upon a rock of fifty cubits in height, and was on a great precipice; it was the work of king Herod, wherein he demonstrated his natural magnanimity. In the first place, the rock itself was covered over with smooth pieces of stone, from its foundation, both for ornament, and that any one who would either try to get up or to go down it might not be able to hold his feet upon it. Next to this, and before you come to the edifice of the tower itself, there was a wall three cubits high; but within that wall all the space of the tower of Antonia itself was built upon, to the height of forty cubits. The inward parts had the largeness and form of a palace, it being parted into all kinds of rooms and other conveniences, such as courts, and places for bathing, and broad spaces for camps; insomuch that, by having all conveniences that cities wanted, it might seem to be composed of several cities, but by its magnificence it seemed a palace. And as the entire structure resembled that of a tower, it contained also four other distinct towers at its four corners; whereof the others were but fifty cubits high; whereas that which lay upon the southeast corner was seventy cubits high, that from thence the whole temple might be viewed; but on the corner where it joined to the two cloisters of the temple, it had passages down to them both, through which the guard [for there always lay in this tower a Roman legion] went several ways among the cloisters, with their arms, on the Jewish festivals, in order to watch the people, that they might not there attempt to make any innovations; for the temple was a fortress that guarded the city, as was the tower of Antonia a guard to the temple; and in that tower were the guards of those three[14]. There was also a peculiar fortress belonging to the upper city, which was Herod's palace; but for the hill Bezetha, it was divided from the tower Antonia, as we have already told you; and as that hill on which the tower of Antonia stood was the highest of these three, so did it adjoin to the new city, and was the only place that hindered the sight of the temple on the north. And this shall suffice at present to have spoken about the city and the walls about it, because I have proposed to myself to make a more accurate description of it elsewhere.

178

Writings of Josephus: Book 2, Book 2

راقم کی تحقیق میں اصل مسجد الاقصی اس پلیٹ فارم سے نیچے جنوب میں تھی- یہودی مورخ جوسیفس کے مطابق جب یہود نے ہیکل کو قلعہ بند کیا تو رومن فوج نے قلعہ انتونیا سے ایک پل بنایا جو ہیکل کی دیوار تک جاتا تھا— پھر اس کی مدد سے مسجد الاقصی میں داخل ہو سکے- قرین قیاس ہے کہ یہ اسی صورت ممکن ہے اگر ہیکل نیچے کی طرف ہو اور قلعہ اوپر ہو - قدیم یروشلم کے جو ماڈل پیش کیے جاتے ہیں ان

میں پلیٹ فارم پر ہی قلعہ انتونیا کو ایک کونے پر دکھایا جاتا ہے جبکہ رومن فوج کا ایک مکمل لشکر یروشلم میں تعینات تھا اور یہ ممکن نہیں ہے وہ اس محدود مقام میں مقید کیے جا سکیں۔

تصویر میں پیلے رنگ میں موجودہ مسجد الاقصی ہے جو پلیٹ فارم پر ہے ـ سبز رنگ میں وہ شہر ہے جو حشر اول کے بعد عزرا اور نحمیاہ کے دور میں بنا جو وسیع ہوا- سبز رنگ میں وہ دیوار ہے جو دوسرے ہیکل کے دور کی ہے- قدیم شہر داود کو سرمئی رنگ سے دیکھا جا سکتا ہے- اس کے دائیں طرف وادی قدرون ہے اور بائیں طرف تیروفین وادی ہے اور نیچے وادی جہنم ہے پھر اوپر شمال میں پہاڑ تھے جن میں ملبہ بھرا ہے اور رومن نے ایک پلیٹ فارم بنا دیا تھا جہاں قلعہ تعمیر کیا جس کو فورٹ انتونتا کہا جاتا تھا- تصویر میں اس مقام کو گلابی رنگ میں دیکھا جا سکتا ہے ـ

The Jerusalem Temple Mount Myth By Marilyn Sams

میں تفصیل سے اس مفروضہ کا رد ہے کہ ہیکل سلیمانی یا مسجد الاقصی کسی پہاڑ پر تھی ـ مصنفہ ایک نصرانی ہیں اور ۲۰۰ سے اوپر قدیم کتب سے مواد لے کر اس کو ثابت کیا گیا ہے
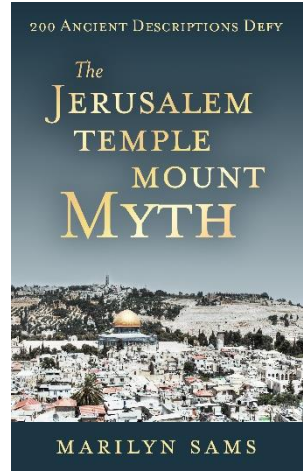
کتاب عزرا اور نحمییاہ کے مطابق عزیر نے میدان میں توریت پڑھی اور وہ باب پانی پر پڑھی گئی- باب چشمہ یا باب پانی اصل میں مسجد الاقصی کا باب تھا جس کے سامنے جیحوں کا چشمہ تھا جو مسجد کے صحن سے نکلتا تھا-

عزرا شریعت کی تلاوت کرتا ہے

ساتویں مہینے یعنی اکتوبر میں جب اسرائیلی اپنے شہروں میں دوبارہ آباد ہوگئے تھے **8** تو سب لوگ مل کر پانی کے دروازے کے چوک میں جمع ہو گئے۔ اُنہوں نے شریعت کے عالم عزرا سے درخواست کی کہ وہ شریعت لے آئیں جو رب نے موسیٰ کی معرفت اسرائیلی قوم کو دے دی تھی۔ **2** چنانچہ عزرا نے حاضرین کے سامنے شریعت کی

تلاوت کی۔ ساتویں مہینے کا پہلا دن* تھا۔ نہ صرف مرد بلکہ عورتیں اور شریعت کی باتیں سمجھنے کے قابل تمام بچے بھی جمع ہوئے تھے۔ **3** صبح سویرے سے لے کر دوپہر تک عزرا پانی کے دروازے کے چوک میں پڑھتا رہا، اور تمام جماعت دھیان سے شریعت کی باتیں سنتی رہی۔

جیحون کا چشمہ Gihon Spring وادی قدرون کے پاس ۱۹۹۷ میں ملا ہے جو شہر داود کے مشرق میں ہے- یہ چشمہ ایک غار سے نکلتا ہے اور اصل میں یہ مسجد کے صحن تک لایا گیا تھااور وہاں سے ابلتا تھا- لیکن اہل کتاب قبہ صخرہ کے نیچے پلیٹ فارم کو کھودتے ہیں تاکہ وہاں چشمہ ڈھونڈ سکیں- پلیٹ فارم دو پہاڑوں کے درمیان ملبہ ڈال کر ہیرود کے دور میں بنایا گیا اور اس پلیٹ فارم کے اوپر اس وقت موجودہ مسجد الاقصی ہے لیکن پلیٹ فارم بعض مقام پر اندر سے کھوکلا ہے اس میں چٹانین، اور بہت سی محرابیں ہیں جن پر اس کو تعمیر کیا گیا تھا-

راقم کے نزدیک اصل مسجد الاقصیٰ داود علیہ السلام کے شہر میں ہی تھی جو موجود الاقصیٰ سے نیچے جنوب کا علاقہ ہے۔آجکل یہاں یہودی آباد ہیں۔ راقم سمجھتا ہے کہ مسجد الاقصیٰ میں کئی
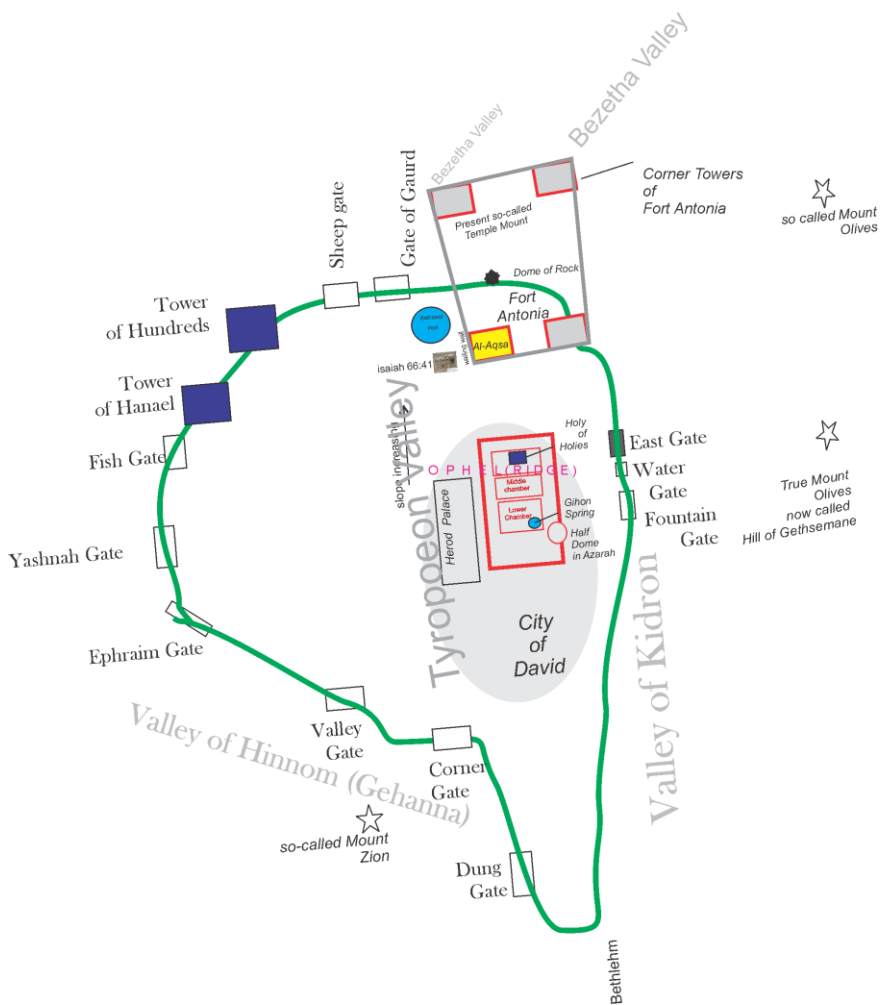
مقام پر سیڑھیاں تھیں اور انسان جب اس میں داخل ہوتا تو آہستہ آہستہ بلند ہوتا جاتا - اس طرح اس کی وہ شکل بنتی ہے جو اوپر تصویر میں سرخ نقشے میں دکھائی گئی ہے -
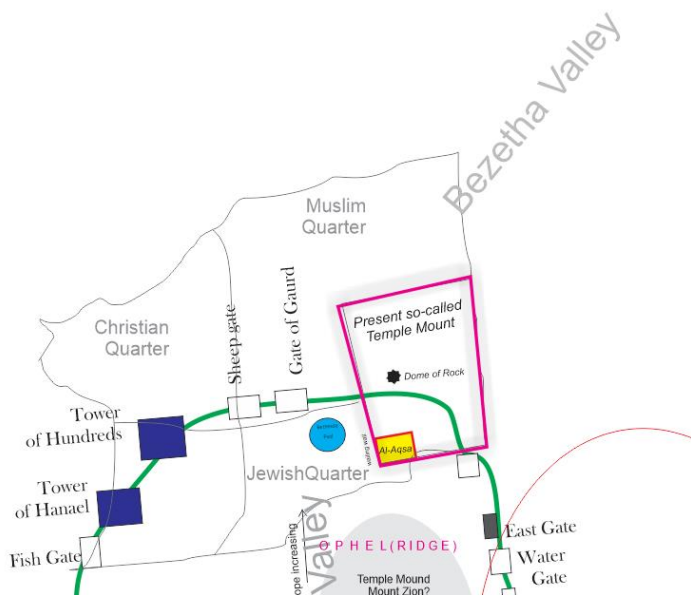
اوپر تصویر میں مسلم ، نصرانی کواٹرز کو دیکھا جا سکتا ہے جو آجکل موجود ہیں اور نصرانی کلیسا قدیم شہر سے الگ ہیں —اس کی وجہ ہے کہ قدیم نصرانیوں نے رومی مشرکوں کے مندروں کو چرچ بنایا ہے اور رومی مشرک غاروں میں مندر بناتے تھے - مزید براں نصرانییوں کے نزدیک یروشلم کا وہ حصہ جہاں مسجد تھی عذاب کا مقام تھا لہذا انہوں نے اس مقام پر کلیسا تعمیر نہیں کیے — یہ کلیسا بھی کونستنتین رومی بادشاہ کی فرمائش پر دریافت کیے گئے جو نصرانی ہو گیا تھا

قبہ الصخرہ کے علاوہ پلیٹ فارم پر وہاں قبہ معراج بھی بعد میں بنا۔ اصلا یہ نصرانی عقیدہ تھا کہ یہاں اس مقام سے رفع عیسیٰ ہوا۔ بعد میں مسلمانوں نے صلاح الدین کے دور میں اس کو قبہ معراج قرار دیا۔ اس طرح عرب نصرانی میں اس کو قبہ معراج کہتے ہیں لیکن مقصد رفع عیسیٰ Ascension ہے۔

دیوار گریہ قلعہ انتونیا کی دیوار ہے

تصویر: راقم کی تحقیق کے مطابق سبز رنگ میں فصیل ہے جو قدیم یروشلم کی ہے جیسی دور عزیر میں تھی۔ پھر جب رومیوں نے اس شہر کو آباد کیا تو اس فصیل اور قرب کے پہاڑوں کو ملا کر قلعہ انتونیا تعمیر کیا

دیوار گریہ وہ مقام ہے ہے جہاں اجکل یہود عبادت کرتے ہیں اور وہاں کونے پر یسعیاہ کی آیت لکھی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دور میں یہ مقام قبرستان رہا ہے۔ شروع میں اس

مقام پر یہود کو عبادت کی اجازت دی گئی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس کے پاس حوض ہے- حوض کو ہیکل کا حوض سمجھا گیا اور چونکہ یہ مسلمانوں کی مسجد کے پاس تھا یہود یہاں جمع ہوئے- قبل بعثت نبوی کے ایک یہودی صوفی یوحنا بار یوحآئی کے مکاشفہ میں تھا کہ بنی اسمٰعیل آ کر یروشلم کی پیمائش کریں گے - لہٰذا یہودی یہ سمجھے کہ مکاشفہ پورا ہوا اور اصل قدس الاقدس یہیں کہیں ہے- واضح رہے کہ یہود کو کوئی شوق نہیں ہوا کہ قبہ الصخرہ پر جمع ہو کر عبادت کریں

حوض بیت حسدا

بائبل میں یروشلم میں ایک حوض

Pool of Bethesda

کا ذکر ہے- کتاب نحمیاہ میں ذکر ہے کہ جب دیوار بنانے کا آغاز ہوا تو بھیڑ دروازے Gate Sheep کے پاس سے کام شروع ہوا-

فصیل کی تعمیرِنو

3 امامِ اعظم اِلیاسب باقی اماموں کے ساتھ مل کر تعمیری کام میں لگ گیا۔ اُنہوں نے بھیڑ کے دروازے کو نئے سرے سے بنا دیا اور اُسے مخصوص کر کے اُس کے کواڑ لگا دیئے۔ اُنہوں نے فصیل کے ساتھ والے حصے کو بھی میا برج اور حننی ایل کے برج تک بنا کر مخصوص کیا۔
2 یریحو کے آدمیوں نے فصیل کے اگلے حصے کو کھڑا کیا جبکہ زکور بن اِمری نے اُن کے حصے سے ملحق حصے کو تعمیر کیا۔

بھیڑ دروازہ ہیکل سلیمانی کے پاس تھا کیونکہ اس میں داخل ہونے والے یہاں سے بھیڑ خرید کر اندر جاتے اور صحن میں امام اس کو قربان کر کے خون چھڑکتا اور قربانی کو لاوی اگ میں الاو میں بھسم کر دیتا- یہی اگ کا الاو Azarah کہلاتا تھا جو ہیرود کے محل سے دیکھا جا سکتا تھا- بھیڑ دروازے کے پاس ایک حوض تھا جس کو بھیڑ حوض کہا جاتا ہے جو آجکل دیوار گریہ کے پاس ہے - یعنی یہ مقام اصل ہیکل کے پاس تھا لیکن موجود مسجد الاقصی شہر کی اس فصیل کے اور پاس ہے جس کو نحمیاہ نے بنوایا- ظاہر ہے مسجد شہر کی فصیل سے لگی ہوئی ممکن نہیں

کوہ زیتون یا گھتصمنی کا پہاڑ ؟

مسجد الاقصی کے دائیں طرف کوہ زیتون تھا- اس کو آجکل پلیٹ فارم کے مشرق میں بتایا جاتا ہے جبکہ انجیل میں ہے کہ عیسیٰ آخری ایام میں کوہ زیتون میں چھپے ہوئے تھے- داود علیہ السلام کے شہر میں جو پہاڑ ہے اس کو

Hill of Gethsemane

کہا جاتا ہے راقم سمجھتا ہے کہ یہ نام جان بوجھ کر یونانی میں کر دیا گیا ہے جبکہ یہ اصل کوہ زیتون Mount Olives ہے

حزقی ایل کا ہیکل سلیمانی

یہود نے ایک کتاب نبی حزقیایل سے منسوب کی ہے جو راقم کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔البتہ اس کتاب کی اہم بات اس میں مسجد الاقصی کی تعمیر کا ذکر ہے کہ جب بنی اسرائیل حشرات الارض کو پوجا پاٹ کریں گے تو عذاب الہی آئے گا ہیکل تباہ ہو گا اور مستقبل میں ایک جدید ہیکل تعمیر ہو گا۔کتاب میں اس نئے ہیکل کی پیمائش اور سمت orientation دی گئی ہے - جو مروجہ شکل سے الگ ہے - حزقیایل کے مطابق نیا ہیکل بہت ہی بڑا ہو گا اور اس کا دروازہ مشرق میں کھلے گا جو کوہ زیتون تک جائے گا -
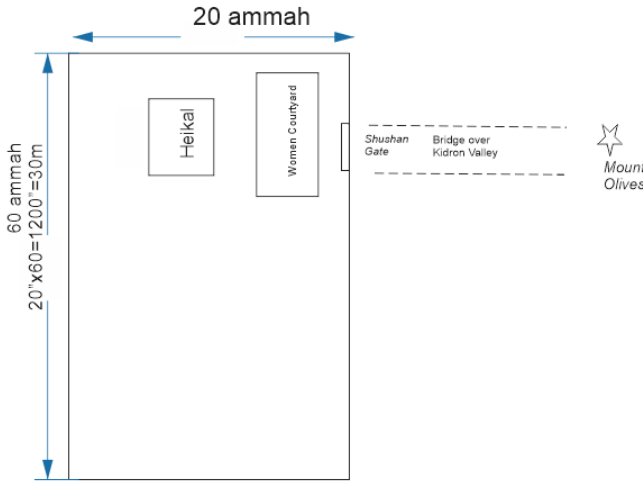
اگر بائبل کی کتاب تواریخ Chronicles کو دیکھا جائے تو اس کے مطابق جنوب کی سمت داود کے شہر سے نکلا جائے تو ہیکل یا مسجد سلیمان اتی تھی جس میں سیڑھیاں تھیں اور

آہستہ آہستہ انسان قدس الاقدس کی طرف جاتا تھا- حزقیایل کے نزدیک پہلے اور دوسرا ہیکل کا ڈیزائن سراسر غلط ہے –

یہود کے مطابق سلیمان نے ایک امام مسجد الاقصی جس کا نام ابیاثر تھا اس کو ان کے مخالفین کا سیاسی ساتھ دینے پر عناثوث Anathoth جلاوطن کر دیا تھا- بائبل کے دو انبیاء حزقیایل اور یرمیاہ دونوں اپنی کتاب میں ذکر کرتے ہیں وہ عناثوث کے ہیں اور دونوں سلیمان علیہ السلام کی نسل سے آنے والے خلفاء کے سخت مخالف ہیں – یہاں تک کہ یرمیاہ کے بقول اللہ تعالی داود کی نسل کو نہیں یوسف کی نسل کو پسند کرتا ہے اور آنے والا مسیحا یوسف علیہ السلام کی نسل سے ہو گا- یرمیاہ باب ۳۱ کے مطابق تمام وادی قدرون اس میں حرم تصور ہو گی

حزقیایل نے اپنی کتاب میں مستقبل کے ہیکل کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ نہ پہلی مسجد الاقصی کا ہے نہ دوسری کا بلکہ موصوف کے نزدیک اس کا رخ یا orientation سرے سے ہی غلط ہے- ہیکل کا نقشہ جو حزقی ایل نے دیا ہے اس کو ہیکل دوم پر رکھا جائے تو شکل کچھ اس طرح کی بنتی ہے- حزقیایل کا ہیکل بہت بڑا ہے اور اس کا مشرقی دروازہ کوہ زیتون سے جڑا ہے-

تصویر : حزقی ایل کا ہیکل اس رخ پر نہیں ہے جس رخ پر ہیکل اول و دوم تھے
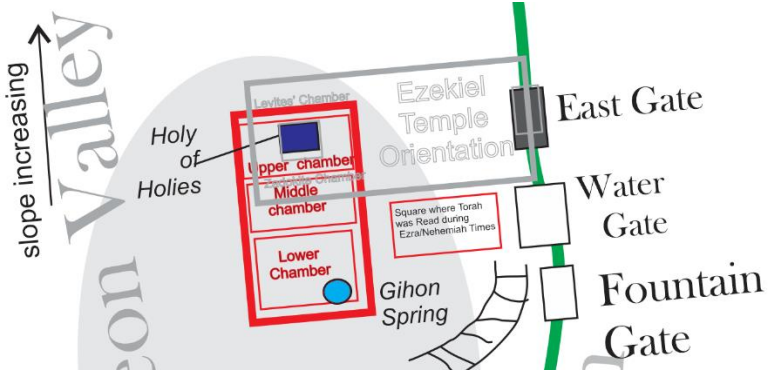
اس تصویر میں شہر کے دروازے وہ ہیں جو کتاب عذرا پر مبنی ہے جب عزیر نے نئ توریت پانی دروازہ پر پڑھی - مسجد الاقصی کا نقشہ کتاب تواریخ کے حساب سے سرخ رنگ میں ہے - حزقیایل کا ماڈل سرمئی رنگ میں ہے - راقم کے نزدیک یہ تمام علاقہ داود کے شہر میں ہے اور موجودہ مسجد الاقصی اس کے شمال میں اوپر پلیٹ فارم پر ہے جو رومی قلعہ انتونیاہ پر ہے

اہل کتاب البتہ زبردستی ان شواہد کا انکار کر کے موجودہ مسجد الاقصی کو گرانا چاہتے ہیں

Temple Size Comparisons

حزقی ایل کا ڈیزائن بائیں طرف ہے - ہیرود کا ہیکل جو دور عیسیٰ میں تھا نیلے رنگ میں دائیں طرف ہے

سلیمان کا ہیکل کتھئی رنگ میں ہے اور سبز رنگ میں امریکی فٹ بال کا میدان ہے

360x160 feet

امریکی فٹ بال فلیڈ کا سائز ہے - قبہ صخرہ جس پلیٹ فارم پر ہے اس کا رقبہ 36 ایکٹر ہے - حزقی ایل کا ہیکل 15 ایکٹر پر پھیلے گا اِگر موجود قبہ الصخرہ کو قدس الاقداس سمجھتے ہوئے یہودی اس پر تعمیر کریں

پلیٹ فارم جس پر مسجد الاقصی پھیلی ہوئی تھی اس کی پیمائش کا ذکر ایک مقالہ میں ہے

Jerusalem in Bible Times: I. The Location of the Temple - jstor

https://www.jstor.org/stable/3141091

by LB Paton - 1907

Josephus, Ant., xv, II:3, states that it was a stadium, or 400 cubits-i. e., 600 feet square. Middoth, ii, i, says that it was 500 cubits-i. e., 750 feet square. The actual length of the south wall of the Haram is 922 feet

جو سیفس نے ذکر کیا کہ صحن ۶۰۰ فٹ تھا اور مدونۃ میں ذکر ہے ۷۵۰ فٹ تھا- حرم الاقصی کی جنوبی دیوار ۹۲۲ فٹ ہے

مزید لکھا

On the north and west Josephus gives the same dimensions for the Platform as on the south-namely, 400 cubits, or 600 feet. The present Haram wall measures I,60I feet on the west and I,530 on the east.

شمال میں اور مغرب میں جو سیفس نے وہی پیمائش دی ہے جو جنوب کے لئے دی ہے یعنی ۶۰۰ فٹ اور موجود حرم الاقصی کی دیوار ۶۰۱ فٹ ہے مغرب میں اور ۱۵۳۰ فٹ ہے مشرق میں

معلوم ہوا کہ حرم الاقصی کی حدود اس سے کہیں زیادہ ہیں جو جو سیفس وغیرہ نے ذکر کی ہیں

کیا موجود مشہور قبہ الصخرہ کا مقام مسجد الاقصی ہے ؟

قبہ الصخرہ اور مسجد الاقصی الگ الگ ہیں - یہود کا دعوی ہے کہ قبہ الصخرہ اصل مسجد الاقصی کا مقام ہے

پیلا گنبد قبہ الصخرہ پر ہے جو مسجد نہیں ہے بلکہ سرائے کا مقام تھا- مسجد الاقصی اس سے پہلے سرمئی گنبد والی ہے

قبہ الصخرہ کا اندرونی منظر اس چٹان کے نیچے غار ہے

Well of Souls- sakhrh cave روحوں کا غار

شواہد ہیکل

یہود کے مطابق ہیکل سلیمانی کا سب سے اہم مقام ایک چٹان تھی جس کو کعبہ کی طرح قبلہ سمجھا جاتا اور قُدس الاقداس (ہولی آف ہولیز) کہا جاتا تھا—قُدس الاقداس کے گرد، تباہ ہونے سے پہلے، غلاف کعبہ کی طرح ایک دبیز پردہ تھا—سال میں صرف ایک دن امام یا پروہت اس میں سے داخل ہوتا تھا- لیکن یہود کو خود پتا نہیں کہ اصل مسجد الاقصی کس مقام پر تھی—جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں نے پر ایتروریم پر ایک مقام پر مسجد کو مسجد سلیمان سے نسبت دیتے ہوئے مسجد الاقصی کہنا شروع کر دیا ہے تو انہوں بھی اس پر دعوی دائر کر دیا ہے جبکہ خود انکی کتب میں اس پر اشارات موجود ہیں کہ اس کا مقام موجودہ مسجد الاقصی والا نہیں ہے

پہلی دلیل یہود کی کتاب جوسیفس کے مطابق ہیرود کے محل سے ہیکل سلیمانی میں اٹھنے والا الاو اور بخور دیکھا جا سکتا تھا اور مقصد تھا کہ ہر وقت ہیکل پر نگاہ رکھی جائے جیسا کہ آجکل سعودی حکومت نے عین حرم کے سامنے بلند عمارت بنوار کھی ہیں بالکل اسی طرح شاہ ہیرود کی محل سے ہیکل پر نظر تھی اور یہ تبھی ممکن ہے جب ہیکل سلیمانی (اصل مسجد الاقصی) نیچے اور ہیرود کا محل اوپر ہوں جیسا کہ یہودی مورخ جوسیفس نے کہا ہے کہ ہیرود کا محل پر توریم پر فورٹ انتونیا پر تھا جہاں آج مسجد الاقصی ہے یعنی اسلامی مسجد الاقصی ایک سابقہ قلعہ پر ہے اور یہود کی اس سے نیچے تھی

دوسری دلیل ہے کہ آج جس مقام پر مسجد الاقصی ہے وہ تاریخی شہر سے جو سلیمان یا داود علیھما السلام نے آباد کیا اس سے باہر ہے –کیا یہ انبیاء کی سنت تھی کہ وہ مسجد شہر سے باہر بناتے اور اپنے گھر کے برابر میں نہیں بناتے ہیں؟ سیرت النبوی میں تو ایسا نہیں ہے اور یہی انبیاء کی سنت ہو گی کہ مسجد شہر میں ہو

سوم اصل مسجد کے صحن سے جیحوں کا چشمہ ابلتا تھا جو آج دریافت ہو چکا ہے اور وہ بھی موجودہ مسجد سے دور قدیم شہر ہی میں ہے - یہودی موجودہ مسجد الاقصی کی بنیادیں کھودتے رہتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے نیچے پانی کا کوئی چشمہ ہے لہذا اس کے سکین scan کرتے ہیں –پر توریم کا پلیٹ فارم اصلا مختلف آرچ پر بنا کر کھڑا کیا گیا ہے اگر وہ ستون ہلا دے جائیں تو پورا پلیٹ فارم اور اس کے اوپر موجود عمارتیں دھنس جائیں گئ

پچھلے پچاس سال سے مسجد الاقصی کے نیچے اسی چشمے کی تلاش جاری ہے (جس کے پاس حزقیاہ کی سرنگ بھی ہے) لیکن یہ وہاں سے نہیں نکلا بلکہ ۱۹۹۷ میں حال میں قدرون کی وادی کے پاس دریافت ہوا ہے جس کے پاس غار بھی ہے- متشدد یہودی فرقے جو اسلامی آثار قبہ الصخرہ یا مسجد الاقصی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں وہ افواہیں پھیلاتے ہیں کہ قبہ الصخرہ میں سے پانی رس رہا ہے حالانکہ یہ سب جھوٹ ہے اور وہاں سے یا اس کے نیچے ہنوز کوئی چشمہ دریافت نہیں ہوا-

چوتھی دلیل ہے کہ مسجد الاقصی کسی ہموار مقام پر نہ تھی جیسی آج ہے جیسے جیسے آدمی ہیکل سلیمانی میں داخل ہوتا تھا وہ سیڑھیاں چڑھتا جاتا اور بلند ہوتا جاتا تھا جیسا کہ کتاب

Book of Kings

اور

Book of Chronicles

میں ہے

یعنی اصل مسجد ایک سطح مرتفع پر تھی اور آج اگر قدیم داودی یروشلم سے موجودہ مسجد الاقصی کی سمت میں چلا جائے تو سطح بلند ہوتی جاتی ہے

پانچویں دلیل قدس الاقدس سے مشرقی سمت میں کوہ زیتون تھا آج اس کوہ کا نام

Hill of Gethsemane

رکھ دیا گیا ہے اور کوہ زیتون کو پر توریم کے پاس بتایا جاتا ہے کیونکہ اہل کتاب کے ذہن میں ہے کہ موجودہ مسجد الاقصی ہی اصل ہیکل سلیمانی تھا۔ جس پہاڑ کو کوہ زیتون کہا جا رہا ہے وہ اصلا صحیح نہیں ہے یہ بات انجیل سے پتا چلتی ہے کہ آخری وقت میں رفع سے پہلے عیسیٰ اسی پہاڑ میں چھپے ہوئے تھے اس کا نام اب لاطینی میں گھا تصمنی رکھ دیا گیا ہے جبکہ یہ اصل کوہ زیتون ہے

اگر اس پہاڑ کا مقام دیکھا جائے تو یہ بھی اصل مسجد الاقصی کو قدیم شہر میں لے اتی ہے

چھٹی دلیل ہیکل سلیمانی کا مطلب ہے سلیمان علیہ السلام کا بنایا ہوا ہیکل

Heikal

جس میں ایک چٹان یا الصخرہ تھی اس کو یہودی زمین کا سب سے مقدس مقام سمجھتے ہیں اور ان کے مطابق زمین کا آغاز اسی چٹان سے ہوا اور مسلمان ہونے والے یمنی یہودیوں کے مطابق اس کے نیچے تمام دنیا کی ہوائیں اور نہریں ہیں جیسا کہ ایک روایت میں ہے- الصخرہ جو قبہ الصخرہ کے نیچے ہے وہ بنیادی طور پر ایک چھوٹا سا غار ہے –اصل الصخرہ جو ہیکل میں قدس الاقداس میں تھی اس کے بارے میں کسی بھی یہودی کتاب میں غار کی خبر نہیں- ہاں وہاں ایک معمولی ابھری ہوئی چٹان ضرور تھی (لیکن اتنی بے ہنگم ابھری ہوئی چٹان نہ تھی جیسی کہ قبہ الصخرہ کے نیچے ہے)– ہیکل کی سطح اس معمولی ابھری چٹان کے باوجود بھی ایسی تھی کہ اس پر پروہت کھڑا ہوتا تھا جبکہ الصخرہ کے نیچے والی چٹان ہموار نہیں ہے –چٹان جو ہیکل میں تھی وہ چھوٹی تھی اور ہیکل کی جو پیمائش یہودی کتب میں ہیں ان کو جب قبہ الصخرہ کے اوپر رکھا جاتا ہے تو قبہ الصخرہ والی چٹان بہت بڑی ہے

ساتویں دلیل یہودی مسجد الاقصی کی ایک دیوار جس کو دیوار گریہ کہتے ہیں اس کے پاس عبادت کرتے ہیں کیونکہ اس دیوار پر ایک آیت لکھی ہے جس میں ہے

And when ye see this, your heart shall rejoice, and their bones as grass

اور جب تم اس کو دیکھو گے تمہارا دل باغ ہو گا اور انکی ہڈیاں گھانس جیسی

یہ یسیعاہ باب ٦٦ کی ١٤ وین آیت ہے جو عین دیوار گریہ پر لکھی ہے اس میں اشارہ ہے کہ یہ مقام کسی دور میں قبرستان تھا چونکہ یہود کے مطابق یہ جگہ ہیکل تھی وہ اب کہتے ہیں کہ کسی نے غلط آیت غلط مقام پر لکھ دی ہے لیکن یہ آج ان کا موقف ہے جب شروع میں یہودی واپس اس شہر میں آئے ہوں گے تو اسی دیوار پر آیت دیکھ کر ہی یہاں جمع ہوئے اور انکی غلطی کو چھپا کر موجودہ مسجد الاقصی پر انہوں نے دعوی کیا ہے

آٹھویں دلیل صخرہ کا پتھر لائم اسٹون

Lime Stone

ہے جبکہ یہود کے مطابق یہ چٹان دنیا کی پہلی تخلیق ہے یہود اسکو

Eben haShetiya

کہتے ہیں یعنی بنیاد کا پتھر لہذا اگر یہ اتنی قدیم چٹان ہے تو اس کا پتھر اگنیوس

Igneous

ہونا چاہیے جو لاوا سے بنا ہو کیونکہ چٹانوں میں لائم اسٹون بعد کے ہیں اگنیوس ان سے بھی قدیم ہیں

نویں دلیل یہودی مورخ جوسیفس لکھتا ہے

It was so thoroughly laid even with the ground by those that dug it up to the foundation, that there was nothing left to make those that came thither believe it had ever been inhabited. — War VII.1,1.

رومیوں نے مسجد الاقصی کو مکمل تباہ کر دیا زمین تک یہاں تک کہ اسکی بنیادیں کھود دیں اور اس پر کچھ باقی نہ رہا کہ جو اس پر سے گزرتا اس کو یقین تک نہ اتا کہ کبھی یہاں کوئی رہتا بھی تھا

یعنی صخرہ تک کو کھود دیا گیا یہ اللہ کا عذاب تھا کیونکہ قدس الاقدس کی دیواروں میں سونا لگا ہوا تھا یہاں تک کہ جوسیفس کے بقول جب اس میں روشنی ہوتی تو دیکھنے والے کو نگاہ ہٹانی پڑتی۔
جوسیفس لکھتا ہے جب مسجد الاقصی کو اگ لگائی گئی تو

Moreover, the hope of plunder induced many to go on; as having this opinion, that all the places within were full of money: and as seeing that all round about it was made of gold. And besides, one of those that went into the place prevented Cæsar, when he ran so hastily out to restrain the soldiers: and threw the fire upon the hinges of the gate, in the dark. Whereby the flame burst out from within the holy house itself immediately: when the commanders retired, and Cæsar with them; and when nobody any

longer forbad those that were without to set fire to it. And thus was the holy house burnt down, without Cæsar's approbation.

War 4,7

رومی فوجی آپے سے باہر ہو چکے تھے یہاں تک کہ اگرچہ مسجد الاقصی جل رہی تھی اس کا قدس الاقدس نہیں جلا تھا اور انکا کمانڈر سیزر مسلسل فوجیوں کو اگ لگانے سے منع کر رہا تھا لیکن فوج میں اس قدر غصہ تھا اور شاید سونے کی لالچ تھی کہ انہوں نے اس کے دروازے پر اگ پھینکی اور اور قدس الاقدس بھڑک گیا ظاہر ہے اس میں موجود سونا پگھل کر صخرہ پر پھیل گیا ہو گا اور اسکو حاصل کرنے کے لئے صخرہ کو توڑ توڑ کر سونا نکالا گیا ہو گا۔لہذا ممکن ہے اصل صخرہ اس طرح معدوم ہو گیا

الغرض مسجد عمر وقت کے ساتھ مسجد الاقصی بن گئی اور قبہ الصخرہ کو مقام معراج کہا جانے لگا جبکہ اصلا نہ یہ مسجد الاقصی ہے نہ معراج کا مقام ہے جن روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اس کو دیکھا تو اس سے مراد نہ مسجد عمر ہو سکتی ہے نہ عبد الملک کا قبہ الصخرہ کیونکہ یہ بعد کی تعمیرات ہیں اصل مسجد الاقصی کا مقام اب شاید ابد تک مخفی ہی رہے گا کیونکہ اس کا مقصد و غایت فنا ہو گئی واللہ اعلم

یہودیوں کا اس مقام پر اختلاف ہے کہ کیا قبہ الصخرہ ہی اصل مسجد الاقصی یا ہیکل سلیمانی ہے یا نہیں

اس میں ان کے تین گروہ ہیں

ایک کہتا ہے یہی ہے

دوسرا کہتا ہے اصطبل سلیمان مسجد اقصی ہے جو پر توریم سے الگ مقام ہے

تیسرا کہتا ہے یہ داود علیہ السلام کے قدیم شہر میں ہے

یہود میں ایک فرقہ Karta Neturei اس کا قائل ہے کہ موجود مسجد الاقصی اصل ہیکل سلیمانی نہیں ہے

https://en.wikipedia.org/wiki/Neturei_Karta

اسی طرح ان کا سامرہ فرقہ بھی اس کا انکاری ہے کہ موجود مسجد الاقصی ہی قدس الاقداس پر ہے- فارس کے یہود بھی اس پر ان کے ہم نوا نہیں ہیں - راقم یہی کہتا ہے کہ اصل مسجد داود علیہ السلام کے شہر میں ہے جو موجود یروشلم کا ایک حصہ ہے اور پر توریم اس سے الگ اور بعد میں بنا ہے (جس پر آج مشہور مسجد الاقصی ہے اس کا اصل نام مسجد القبلی تھا) لیکن یہ اصل میں مسجد عمر ہے جو عمر رضی اللہ عنہ نے بنائی اس کو مسجد الاقصی قرار نہیں دیا

عمر رضی اللہ عنہ جن نصرانیوں سے یروشلم میں ملے وہ

Eastern Orthodox Church

کے تھے—ان کے نزدیک موجود مسجد الاقصی وہ مقام ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کو کھڑا کر کے مقدمہ چلا تھا اور ان کے قدم وہاں چٹان جو الصخرہ ہے اس میں اس کے آثار تھے اور یہ مقام لعنت

زدہ ہے۔ عبد الملک نے اسی مقام پر قبہ الصخرہ بنا دیا کہا جو ابن زبیر کی مخالفت میں اس نے کیا اور اس مقام پر عمارت بنا کر اس کو قبہ الصخرہ قرار دیا

اس پر جو آیات لکھی ہیں وہ تمام عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہیں – جبکہ اس پر سورہ بنی اسرائیل کی حشر اول کی آیات لکھی جانی چاہییے تھیں اگر یہ واقعی مسجد الاقصی تھی – اس دور کے نصرانی جو یروشلم میں تھے ان کے نزدیک یہ رومن قلعہ تھا جس میں پیلاطس رومی گورنر کے آگے یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو پیش کیا تھا

اسی بنا پر اس پر تمام آیات عیسیٰ اور توحید سے متعلق لکھوا دیں گئیں

صلیبی جنگوں میں جن نصرانیوں کا قبضہ یروشلم پر ہوا وہ

Knight Templars

کہلاتے ہیں

وہ اس مقام کو

Church of Holy Wisdom

کہتے تھے – یہ رومن کیتھولک یا ایسٹرن آرتھوڈوکس نہیں تھے یہ ان دونوں سے الگ عقیدہ رکھتے تھے۔ اب یہ فرقہ معدوم ہے لیکن ان کا اصل مقصد اس قبہ الصخرہ کو حاصل کرنا تھا۔ قبہ الصخرہ کو انہوں نے چرچ بنا دیا تھا اور موجودہ مسجد الاقصی کو محل۔ اس فرقہ کا پوپ نے بعد میں قتل عام کرایا اور ان کے لیڈر کو سولی دی گئی۔ اس فرقہ کے بہت سے عقائد اب پروٹسٹنٹ نصرانی

Protestant اور فری میسن وغیرہ اختیار کر چکے ہیں- یہ کہتے ہیں کہ موجودہ قبہ الصخرہ اصل میں ہیکل سلیمانی ہے اور یہ جگہ یہود کو ملنی چاہیے- لیکن اس کے پس پردہ ان کا عقیدہ ہے کہ کتاب حزقی ایل کی آیات ابھی تک ظہور پذیر نہیں ہوئی ہیں- ان کے مطابق جب یہود مسجد الاقصی یا ہیکل سلیمانی تیسری بار بنالیں گے تب نزول مسیح یروشلم میں ہو گا اور وہ یہود کو قتل کر دیں گے- یہود اس عقیدہ کو جانتے ہیں لہذا وہ یہ کام نہیں کریں گے بس شور کرتے رہتے ہیں کہ ہم یہ نہیں کر رہے کیونکہ ہمارے ہیکل پر مسلمانوں کا قبضہ ہے دوسرے وہ جانتے ہیں کہ یہ اصل مقام ہے ہی نہیں لہذا ان کے علماء کا فتوی ہے کہ قبہ الصخرہ پر قدم رکھنا حرام ہے- یہود اس میں داخل نہیں سکتے جب تک ایک خاص لال گائے کی سوختی قربانی نہ دی جائے اور اس کی راکھ کو جسم پر ملا جائے جیسا ان کے مطابق توریت میں نجس کو پاک کرنے کے لئے لکھا ہے

لب لباب ہے یہود و نصاری کو مسجد بیت المقدس (مشہور الاقصی مسجد) سے کوئی دلچسپی نہیں ان کا محور قبہ الصخرہ ہے وہاں یہ ہیکل سلیمانی بنانا چاہتے ہیں لیکن ان کے آپس میں اس پر اختلافات ہیں کہ کیا یہ صحیح مقام ہے یا نہیں- راقم نے اس پر تحقیق کے بعد سمجھا ہے کہ یہ اصل مسجد الاقصی نہیں ہے — عبد الملک نے مسجد بیت المقدس یا مسجد عمر کو مشہور کرایا کہ یہ مسجد الاقصی ہے اور قبہ الصخرہ جو اس دور میں خالی پڑا تھا اس کو اس پر اس نے آٹھ کونوں کی عمارت بنادی اور اس کو سرائے قرار دیا تھا کہ زیارت کرنے والے وہاں دھوپ سے بچنے کے لئے بیٹھ جائیں — اصل مقصد لوگوں کو حج سے روکنا تھا کہ لوگ وہاں جا کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تقریروں سے متاثر نہ ہو جائیں-

ضمیہ جات

حج و عمرہ کے احکام

حج اسلام کا رکن ہے۔ مسلمان عاقل بالغ اور جو مکہ تک جانے کی سبیل وزادراہ رکھتا ہو اس پر فرض ہے۔ حج مکہ اور میقات کی حدود میں محترم مہنیہ ذوالحجہ میں ۸ تاریخ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے کئی لوازم ہیں جن میں وقوف عرفات، طواف زیارت، قربانی وغیرہ ہیں۔

حج کی اقسام

حج افراد صرف حج کرنے کو کہتے ہیں جس میں عمرہ شامل نہیں ہوتا۔اہل مکہ اور میقات اور حدود حرم کے درمیان میں رہنے والے باشندے حج افراد کرتے ہیں۔اہل مکہ پر الھدی نہیں ہے، کیونکہ وہ مسجد حرام کے گرد رہنے والے باشندے ہیں،اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے یہ حکم ان کے لئے ہے جو مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں،لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے [سورہ بقرہ:196]

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۚ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ پورا کرو، پس اگر روکے جاؤ تو جو قربانی سے میسر ہو (دو)، اور اپنے سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے، پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اسے سر میں تکلیف ہو تو روزوں سے یا صدقہ سے یا قربانی سے فدیہ دے، پھر جب تم امن میں ہو تو عمرہ سے حج تک فائدہ اٹھائے تو قربانی سے جو میسر ہو (دے)، پھر جو نہ پائے تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب تم لوٹو، یہ دس پورے ہو گئے، یہ اس کے لیے ہے جس کا گھر بار مکہ میں نہ ہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

حج قران میں قربانی ساتھ لے کر جاتے ہیں اور احرام اس وقت تک نہیں کھولا جاتا جب تک قربانی ذبح یا نحر نہ ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر حج قران کیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانیاں ساتھ لائے تھے اور میقات کے باہر سے اس میں داخل ہوئے تھے۔ حدیبیہ کے واقعہ میں بھی یہی حج قران مقصد تھا جس کو مجبوراً عمرہ میں تبدیل کیا کیونکہ اس میں بھی ھدی کے جانور ساتھ تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک حج کیا ہے اور اس میں حج و عمرہ کو ملانے کا ذکر نہیں ہے۔ اور حدیبیہ میں حج کو عمرہ سے بدلا گیا تھا جو خاص عمل تھا۔ قرآن میں ہے

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ

بے شک اللہ نے اپنے رسول کا خواب حق کے ساتھ سچا کر دیا، اگر اللہ نے چاہا (اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ) تم امن کے ساتھ مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے اپنے سر منڈاتے ہوئے اور بال کتراتے ہوئے بے خوف وخطر ہو گے

اس خواب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھدی کے جانوروں کو لے کر مکہ کا قصد کیا اور یہ حج کے سفر کا مہینہ ذیقعدہ تھا- اپ حدیبیہ تک آ گئے تھے لیکن مشرکوں نے روکا- مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ جَبْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ أَهْدَى جَمَلَ أَبِي جَهْلٍ الَّذِي كَانَ اسْتَلَبَ يَوْمَ بَدْرٍ فِي رَأْسِهِ بُرَةٌ مِنْ فِضَّةٍ، عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي هَدْيِهِ» وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: «لِيَغِيظَ بِذَلِكَ الْمُشْرِكِينَ»

ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جھل کے اونٹ کو حدیبیہ کے سال ھدی کیا جس کو بدر کے دن حاصل کیا تھا اور اس کے سر پر چاندی کا برہ (جانور کی ناک کا حلقہ) تھا

دوسری روایت میں ہے

نَحَرَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ سَبْعِينَ، فِيهَا جَمَلُ أَبِي جَهْلٍ، فَلَمَّا صُدَّتْ عَنِ الْبَيْتِ

الْحُدَيْبِيَةِ کے دن ستر اونٹ ذبح کیے جن میں ابو جھل کا اونٹ بھی تھا جب بیت اللہ جانے سے روکا گیا

یہ اونٹ دم میں ذبح کیے گئے کیونکہ احرام کو کھولا گیا اور ستر اونٹ لے کر جانے کا مقصد اصلاح حج کرنا تھا اس کا مقصد عمرہ نہیں تھا— لیکن جب روکا گیا تو مجبورا ایسا کیا گیا- پھر جب صلح ہوئی تو اپ

نے عمرہ کیااور پھر اس کی شرط کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے سال مکہ میں پھر داخل ہوئے اور عمرہ کیا

صحیح بخاری 1778 و 1779 میں ہے کہ حدیبیہ کے سال (سن ٦ ہجری میں) عمرہ کیا-انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، كَمُ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: " أَرْبَعٌ: عُمْرَةُ الحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي القَعْدَةِ حَيْثُ صَدَّهُ المُشْرِكُونَ، وَعُمْرَةٌ مِنَ العَامِ المُقْبِلِ فِي ذِي القَعْدَةِ حَيْثُ صَالَحَهُمْ، وَعُمْرَةُ الجِعِرَّانَةِ إِذْ قَسَمَ غَنِيمَةَ - أُرَاهُ - حُنَيْنٍ " قُلْتُ: كَمْ حَجَّ؟ قَالَ: «وَاحِدَةً»

قتادہ نے کہا میں نے انس سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ آنے کے بعد) کتنے عمرے کیے ؟ انس نے جواب دیا چار عمرے - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذِي القَعْدَةِ میں عمرہ کیا جب مشرکوں نے الحُدَيْبِيَةِ میں روکا اور عمرہ کیا اس کے بعد والے سال میں ذِي القَعْدَةِ میں جب صلح ہو گئی اور عمرہ کیا الجِعِرَّانَةِ میں جب غنیمت تقسیم کی جب غزوہ حنین ہوئی (وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ اور حج پر چوتھا ہوا)- میں نے پوچھا کتنے حج کیے ؟ انس نے جواب دیا ایک

عمرہ تو بالاخر ہو گیا لیکن اس سال حج نہ ہو سکا - اللہ تعالی نے فرمایا کہ خواب سچ ہو گیا یعنی یہ خواب حجہ الوداع کا ہے جب حالت امن میں حج ہو گا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن ٦ میں حج جانا اور ھدی کے جانور لے کر گئے -اس طرح مجبوراً حج کے مہینوں میں حج کی نیت کو عمرہ سے بدلا گیا جو خاص عمل تھا لیکن علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ عام حکم تھا

طوافِ قدوم حج قِران میں سنّت ھے: میقات کے باہر سے آنے والا مکہ معظّمہ میں حاضر ہو کر سب میں پہلا جو طواف کرے اُسے طواف قدوم کہتے ہیں۔ طواف قدوم

مفرد (حج افراد کرنے والا) اور قارِن (حج قران کرنے والا) کے لیے سنت ہے، متمتّع (حج تمتع کرنے والا) کے لیے ہے کہ وہ اس کے بعد احرام کھول دے

حج قران کرنے والا اگر جانور کو لے کر نہیں نکلا تو اس کو اپنے حج کو تمتع میں بدلنا ہو گا

حج تمتع یہ ہے کہ انسان حج کے مہینوں (شوال، ذوالقعدہ، اور ذوالحجہ) میں صرف عمرے کا احرام باندھتے

ہوئے کہے لبیک بعمرة وحجة

تمتع کے لیے آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والا ہونا شرط ہے، مکہ مکرمہ میں رہنے والے اور میقات کے اندر رہنے والے کے لیے تمتع کرنا جائز نہیں ہے- دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں قربانی کرنا حجِ قران اور حجِ تمتع کرنے والے پر واجب ہے

-حج تمتع میں قربانی ساتھ لے کر نہیں جاتے عمرہ ادا کر کے احرام کھول دیتے ہیں اور پھر حج کے ایام میں احرام باندھ لیتے ہیں اور حج کرتے ہیں- یہ حج صرف میقات کے باہر والے ہی ادا کر سکتے ہیں۔ اس میں حاجی عمرہ ادا کرنے اور حلق و قصر کرنے کے بعد احرام کھول دیتے ہیں اور احرام کی قیود سے نکل جاتے ہیں۔ یعنی ایسا حاجی جب تک عمرے کا طواف شروع نہیں ہو جاتا اس وقت تک تلبیہ کہتا رہے گا اور مکہ پہنچ کر طواف، سعی، بال حلق، یا قصر کروا کر احرام کھول دے گا پھر

آٹھ ذوالحجہ کو صرف حج کا احرام باندھے اور حج کے تمام ارکان بجالائے گا—اس طرح حج تمتع کرنے والا عمرہ اور حج کی نیت کرتا ہے۔[33]

33

اصحاب رسول کا اس پر اختلاف ہے کہ آیا یہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں – عثمان رضی اللہ عنہ کی فقہ کے تحت حج و عمرہ ایک ساتھ یہ حرمت کے مہینوں میں نہیں کیا جا سکتا- صحیح مسلم: كِتَابُ الْحَجِّ بَابُ جَوَازِ التَّمَتُّعِ صحیح مسلم2964 : کتاب: حج کے احکام ومسائل

وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: اجْتَمَعَ عَلِيٌّ،وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بِعُسْفَانَ، فَكَانَ عُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ أَوِ الْعُمْرَةِ، فَقَالَ عَلِيٌّ: «مَا تُرِيدُ إِلَى أَمْرٍ فَعَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَنْهَى عَنْهُ؟» فَقَالَ عُثْمَانُ: دَعْنَا مِنْكَ، فَقَالَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَدَعَكَ، فَلَمَّا أَنْ رَأَى عَلِيٌّ ذَلِكَ، أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيعًا

عمرو بن مرہ نے سعید بن مسیب سے روایت کی،کہا: مقام عسفان پر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکھٹے ہوئے۔ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج تمتع سے یا (حج کے مہینوں میں) عمرہ کرنے سے منع فرماتے تھے۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا: آپ اس معاملے میں کیا کرنا چاہتے ہیں جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور آپ اس سے منع کرتے ہیں؟ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: آپ ہمیں چھوڑیں (یعنی جو دل چاہے کریں)۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں آپ استطاعت نہیں رکھتا کہ اپ کو چھوڑ دوں ۔جب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دیکھا تو حج و عمرہ دونوں کا تلبیہ پکارنا شروع کردیا ۔

صحيح البخاري 1563: كِتَابُ الحَجِّ (بَابُ التَّمَتُّعِ وَالإِقْرَانِ وَالإِفْرَادِ بِالحَجِّ، وَفَسْخِ الحَجِّ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ)
صحیح بخاری: کتاب: حج کے مسائل کا بیان

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَعُثْمَانُ يَنْهَى عَنْ الْمُتْعَةِ وَأَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا رَأَى عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ قَالَ مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ أَحَدٍ

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم نے، ان سے علی بن حسین (حضرت زین العابدین) نے اور ان سے مروان بن حکم نے بیان کیا کہ عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کو میں نے دیکھا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ حج اور عمرہ کو ایک ساتھ ادا کرنے سے منع کیا لیکن علی رضی اللہ عنہ نے اس کے باوجود دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا

اور کہا " لبیک بعمرۃ وحجۃ " اور کہا کہ میں کسی ایک شخص کی بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

صحیح مسلم میں ہے

ثُمَّ قَالَ عَلِيٌّ: " لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّا قَدْ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَجَلْ، وَلَكِنَّا كُنَّا خَائِفِينَ

علی نے عثمان سے کہا آپ جانتے ہیں کہ ہم نے تمتع کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ- عثمان نے کہا ٹھیک ہے لیکن ہم اس (وقت حدیبیہ) میں خوف زدہ تھے

مشکل الاثار میں ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ , قَالَ: ثنا الْحَجَّاجُ , قَالَ: ثنا أَبُو عَوَانَةَ , عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ إِسْحَاقَ , عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ , عَنْ أَبِيهِ , قَالَ: سُئِلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ , فَقَالَ: كَانَتْ لَنَا , لَيْسَتْ لَكُمْ

عثمان نے ایک تابعی سے کہا یہ ہمارے لئے تھا تمہارے لئے نہیں ہے

عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسا کرنا علت کی بنا پر تھا کہ حدیبیہ میں حج کے ارادے کو بدلا گیا لہذا یہ خصوص تھا اور علی رضی اللہ عنہ نے اس کو عموم سمجھا- عثمان کی طرح ابو ذر رضی اللہ عنہ بھی اس کو حکم خصوصی کہتے تھے جو صرف اصحاب النبی کے لئے وقتی تھا- صُلحِ حُدیبیہ ذی قعدہ چھ ہجری میں ہوئی جو حج کے سفر کا مہینہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں الھدی کا جانور لیا اس کو حج کا قلادہ ڈالا تھا یعنی پورا ارادہ حج کا تھا نہ کہ عمرہ کا – لیکن جب حدیبیہ پر روکا گیا تو جانور کو ذبح کر کے حلق کرا کر احرام کو کھول دیا گیا

أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: «كَانَتِ الْمُتْعَةُ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً

ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا تمتع کرنا اصحاب النبی کے لئے خاص تھا

ابن حجر نے کہا

ويحتمل أن يكون عثمان أشار إلى أن الأصل في اختياره – صلى اللّه عليه وسلم – فسخ الحجّ إلى العمرة في حجة الوداع دفع اعتقاد قريش منع العمرة في أشهر الحجّ، وكان ابتداء ذلك بالحديبية؛ لأن إحرامهم بالعمرة كان في ذي القعدة، وهو من أشهر الحجّ، وهناك يصحّ إطلاق كونهم خائفين، أي من وقوع القتال بينهم وبين المشركين، وكان المشركون صدّوهم عن الوصول إلى البيت، فتحلّلوا من عمرتهم، وكانت أول عمرة وقعت في أشهر الحجّ، ثم جاءت عمرة القضيّة في ذي القعدة أيضًا، ثم أراد – صلى اللّه عليه وسلم – تأكيد ذلك بالمبالغة فيه، حتى أمرهم بفسخ الحجّ إلى العمرة

اور احتمال ہے کہ عثمان کا اشارہ ہے جو اصل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا کہ حج کو عمرہ سے بدلا حجه الوداع میں قریش کے عقیدہ کو دفع کرنے کہ حج کے ماہ میں عمرہ منع ہے اور اس کی شروعات حدیبیہ میں ہوئی جب عمرہ کا احرام باندھا جو ذیقعدہ میں تھا جو حج کا مہینہ ہے اور اس پر خوف کا اطلاق صحیح ہے کہ ان میں اور مشرکین میں قتال ہو سکتا تھا اور مشرکین نے راستہ روکا تو اس کو عمرہ سے بدلا اور پہلا عمرہ حج کے مہینوں میں ہوا پھر عمرہ قضیہ ہوا جو ذیقعدہ میں ہوا-

صحیح مسلم کی حدیث ۵۰۷ کے مطابق جمہور سلف امت حج تمتع کے خلاف تھے

حَدَّثَنِی هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ لَهُ سَلْ لِي عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ عَنْ رَجُلٍ يُهِلُّ بِالْحَجِّ فَإِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ أَيَحِلُّ أَمْ لَا فَإِنْ قَالَ لَکَ لَا يَحِلُّ فَقُلْ لَهُ إِنَّ رَجُلًا يَقُولُ ذَلِکَ قَالَ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لَا يَحِلُّ مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ إِلَّا بِالْحَجِّ قُلْتُ فَإِنَّ رَجُلًا کَانَ يَقُولُ ذَلِکَ قَالَ بِئْسَ مَا قَالَ فَتَصَدَّانِي الرَّجُلُ فَسَأَلَنِی فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ فَقُلْ لَهُ فَإِنَّ رَجُلًا کَانَ يُخْبِرُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلَ ذَلِکَ وَمَا شَأْنُ أَسْمَائَ وَالزُّبَيْرِ قَدْ فَعَلَا ذَلِکَ قَالَ فَجِئْتُهُ فَذَکَرْتُ لَهُ ذَلِکَ فَقَالَ مَنْ هَذَا فَقُلْتُ لَا أَدْرِي قَالَ فَمَا بَالُهُ لَا يَأْتِينِی بِنَفْسِهِ يَسْأَلُنِی أَظُنُّهُ عِرَاقِيًّا قُلْتُ لَا أَدْرِي قَالَ فَإِنَّهُ قَدْ کَذَبَ قَدْ حَجَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْنِی عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ أَوَّلَ شَيْئٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ مَکَّةَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَکْرٍ فَکَانَ أَوَّلَ شَيْئٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يَکُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ عُمَرُ مِثْلُ ذَلِکَ ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ فَرَأَيْتُهُ أَوَّلُ شَيْئٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يَکُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَکَانَ أَوَّلَ شَيْئٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يَکُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُونَ ذَلِکَ ثُمَّ لَمْ يَکُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ آخِرُ مَنْ رَأَيْتُ فَعَلَ ذَلِکَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا بِعُمْرَةٍ وَهَذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ أَفَلَا يَسْأَلُونَهُ وَلَا أَحَدٌ مِمَّنْ مَضَى مَا کَانُوا يَبْدَئُونَ بِشَيْئٍ حِينَ يَضَعُونَ أَقْدَامَهُمْ أَوَّلَ مِنْ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَا يَحِلُّونَ وَقَدْ رَأَيْتُ أُمِّي وَخَالَتِی حِينَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْدَأَانِ بِشَيْئٍ أَوَّلَ مِنْ الْبَيْتِ تَطُوفَانِ بِهِ ثُمَّ لَا تَحِلَّانِ وَقَدْ أَخْبَرَتْنِی أُمِّي أَنَّهَا أَقْبَلَتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ قَطُّ فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّکْنَ حَلُّوا وَقَدْ کَذَبَ فِيمَا ذَکَرَ مِنْ ذَلِکَ

ہارون بن سعید ایلی، ابن وہب، عمرو، ابن حارث، حضرت محمد بن عبدالرحمن (رض) سے روایت ہے کہ عراق والوں میں سے ایک آدمی نے ان سے کہا کہ عروہ بن زبیر سے اس آدمی کے بارے میں پوچھو کہ جو حج کی پکار لگا کر (اس کا احرام باندھ لے اور) جب وہ بیت اللہ کا طواف کرلے تو کیا وہ حلال ہوسکتا ہے یا نہیں؟(یعنی احرام کھول دے اور حج تمتع کرے) تو اگر وہ تجھے کہیں کہ وہ حلال نہیں

ہوسکتا تو ان سے کہنا کہ ایک آدمی (اغلبا ابن عباس) تو اس طرح کہتا ہے یعنی حلال ہوسکتا ہے عروہ نے کہا کہ اس نے جو کہا برا کہا پھر وہ عراقی آدمی مجھ سے ملا اور مجھ سے اس نے پوچھا تو میں نے اسے عروہ کا قول بیان کردیا - عراقی آدمی نے کہا عروہ سے کہوکہ ایک آدمی تو خبر دیتا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک نے اس طرح کیا ہے اور اسماء اور زبیر (رض) پر کیا کہتے ہو کہ انہوں نے بھی اس طرح کیا تھا - راوی محمد بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ پھر عروہ کے پاس آیا اور ان سے اس کا ذکر کیا تو عروہ (رض) نے فرمایا کہ وہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا - انہوں نے فرمایا کہ وہ خود میرے پاس آکر کیوں نہیں پوچھتا؟ میرے خیال میں وہ عراقی ہے- میں نے کہا میں نہیں جانتا - عروہ نے فرمایا اس آدمی نے جھوٹ بولا ہے -رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو حج کیا ہے -عائشہ (رض) نے مجھے اس کی خبر دی کہ جس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پہلے مکہ تشریف لائے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وضو فرمایا پھر بیت اللہ کا طواف کیا حج کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر -ابو بکر (رض) نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا پھر حج کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر -عمر (رض) نے بھی اسی طرح کیا پھر -عثمان (رض) نے حج کیا میں نے ان کو دیکھا کہ انہوں نے سب سے پہلے بیت اللہ کو طواف کیا اور حج کے علاوہ کچھ نہیں کیا پھر -معاویہ (رض) اور -عبداللہ (رض) بن عمر (رض) نے بھی حج کیا پھر میں نے بھی -زبیر بن عوام (رض) کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا اور حج کے علاوہ کچھ نہیں کیا پھر میں نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار بھی اسی طرح کرتے ہیں اور وہ بھی حج کے علاوہ کچھ نہیں کرتے پھر میں نے سب سے آخر میں -ابن عمر (رض) کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا اور عمرہ کے بعد حج کے احرام کو نہیں کھولا اور یہ -ابن عمر (رض) تو عراق والوں کے پاس موجود ہی ہیں یہ ان سے کیوں نہیں پوچھتے اور جتنے اسلاف تھے سب کے سب مکہ میں آتے ہی بیت اللہ کے طواف سے ابتداء کرتے تھے پھر حلال نہیں ہوتے تھے احرام نہیں کھولتے تھے اور میں نے اپنی ماں اور خالہ کو بھی دیکھا کہ جس وقت وہ آئیں تو وہ بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتی تھیں پھر حلال نہیں ہوتی تھیں میری ماں نے مجھے خبر دی کہ میں اور میری بہن عائشہ (رض) اور زبیر (رض) اور فلاں فلاں آدمی صرف عمرہ کرنے آئے تھے تو جب رکن (حجر اسود) کو چھو لیا (یعنی طواف وداع کیا) تو وہ سب حلال ہوگئے اور اس نے تجھ سے جو ذکر کیا جھوٹ کیا

ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَفْسَخُوا حَجَّهُمْ فَيَجْعَلُوهُ عُمْرَةً ثُمَّ اخْتَلَفُوا فَذَهَبَ الْأَكْثَرُ إِلَى أَنَّ ذَلِكَ كَانَ خَاصًّا بِهِمْ وَذَهَبَ طَائِفَةٌ إِلَى أَنَّ ذَلِكَ جَائِزٌ لِمَنْ بَعْدَهُمْ

حج تمتع اصل میں دو الگ الگ دلیلوں سے ملا کر بنایا گیا ہے –اول حدیبیہ میں حج کو عمرہ میں بدلا گیا تھا جب مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا تھا اور آپ نے حج کو عمرہ سے بدلا اور الھدی کا جانو ذبح کیا اور حدیبیہ کے بعد مکہ میں سن ٦ میں عمرہ کیا اور نیت کی کہ اب عمرہ اگلے سال پھر کروں گا- عُمْرَةُ الْقَضَاء یا عمرة القضية یا عُمْرَةُ الْقِصَاص اس عمرے کو کہا جاتا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول نے سن 7 ہجری ذِي القَعْدَةِ **میں** ادا کیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اپنے حج کو فسخ کر کے عمرہ میں بدل لیں پھر اصحاب رسول کا اس پر اختلاف ہوا پس اکثر اس طرف گئے کہ یہ خاص ان کے لئے تھا اور ایک گروہ اس طرف گیا کہ یہ بعد والوں کے لئے بھی جائز ہے

صحیح بخاری میں ہے

حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيد، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ، فَقُلْتُ: مِنْ أَيْنَ؟ قَالَ: هَذَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ: مِنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى البَيْتِ العَتِيقِ} [الحج: 33] وَمِنْ «أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَحِلُّوا فِي حَجَّةِ الوَدَاعِ»، قُلْتُ: إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ بَعْدَ المُعَرَّفِ قَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «يَرَاهُ قَبْلُ وَبَعْدُ»

مجھ سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا ہم سے یحیی بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، کہا مجھ سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ صرف بیت اللہ کے طواف سے (حاجی و غیر حاجی) حلال ہو سکتا ہے۔ (ابن جریج نے کہا) میں نے عطاء سے پوچھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا؟ انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالی کے ارشاد «ثم محلها إلى البيت العتيق» (سورة الحج) سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی وجہ سے جو آپ نے اپنے اصحاب کو حجۃ الوداع میں احرام کھول دینے کے لیے دیا تھا میں نے کہا کہ یہ حکم تو عرفات میں ٹھہرنے کے بعد کے لیے ہے۔ انہوں نے کہا لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ مذہب تھا کہ عرفات میں ٹھہرنے سے پہلے اور بعد ہر حال میں جب طواف کر لے تو احرام کھول ڈالنا درست ہے۔

لہذا کچھ اسی طرح حج تمتع کرنے والا پہلے حج کی نیت کرتا ہے حج کا تلبیہ پڑھتا ہے - پھر مکہ پہنچ کر عمرہ کر کے حلال ہو جاتا ہے - پھر چند دن بعد حج کا آغاز کرتا ہے—دوم **اللہ تعالیٰ کا ارشاد** ہے

(29) ثُـمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَـهُـمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُـمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ

پھر چاہیے کہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور قدیم گھر کا طواف کریں۔

(33) لَكُمْ فِيْـهَا مَنَافِـعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُـمَّ مَحِلُّـهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ

تمہارے لیے ان میں ایک وقت معین تک فائدے ہیں پھر اس کے ذبح ہونے کی جگہ قدیم گھر کے قریب ہے۔

اس سے ابن عباس نے دلیل لی کہ حاجی اپنا احرام طواف کے بعد بھی کھول سکتا ہے -

اس طرح حج تمتع دو دلیلوں پر قائم ہے - عامہ اصحاب رسول کا اس پر عمل نہیں تھا البتہ علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے جواز کا فتوی دیتے تھے - آجکل عرب سے باہر رہنے والے اسی طرح کا حج کرتے ہیں

میقات کی حدود

مسلم پر میقات یا حدود حرم میں عمرہ یا حج کی نیت سے داخل ہونے پر پابندی لگ جاتی ہے کہ وہ حالت احرام میں ہو۔
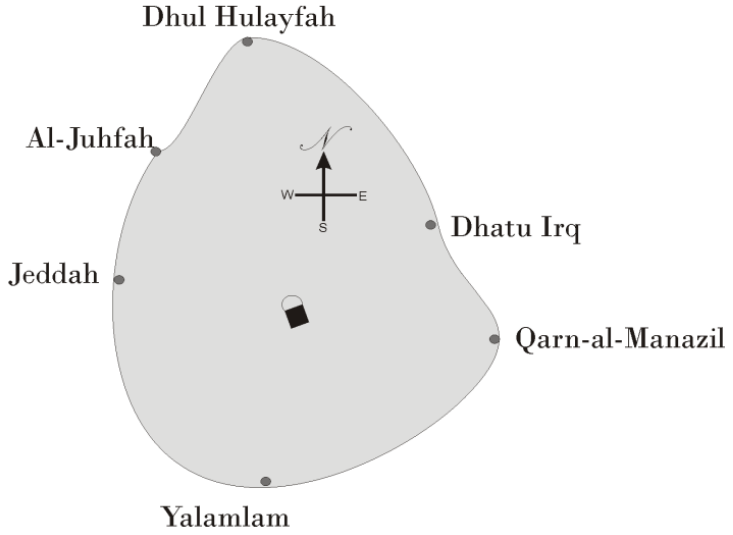
تصویر: بیت اللہ کے گرد یہ میقات کی حدود ہیں

تصویر : سیدھے ہاتھ پر نیچے مزدلفہ ہے، اوپر منی ہے اور اوپر الٹے ہاتھ پر کونے میں مسجد الحرام ہے

تصویر : سیدھے ہاتھ پر نیچے میدان عرفات ہے اور اوپر الٹے ہاتھ پر مکہ ہے یعنی میدان عرفات مکے سے بہت دور ہے

میقات کی حدود میں مشرک بت پرست داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ عقیدے میں وہ نجس ہیں-
سورہ التوبہ سن ۹ ہجری مین نازل ہوئی جس میں مشرکین عرب کو نجس کہا گیا ہے

يا أيها الذين آمنوا إنما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا

اے ایمان والوں مشرک ناپاک ہیں پس اس سال کے بعد یہ مسجد الحرام کے قریب نہ جانے پائیں

مشرکین مکہ بہت سے عمل کرتے جو اللہ کو ناپسند تھے مثلا کعبہ کا برہنہ طواف کرنا اور اسلام کے سیاسی کنڑول کے لئے ضروری تھا کہ مشرکین کعبہ سے دور رھیں اور ان کا مذھب عرب میں معدوم ہو جائے لہذا جب اللہ نے یہ حکم دیا کہ مشرک نجس ہیں کعبہ سے دور رہیں تو گویا مشرکین کا دھرم ختم ہو گیا- سورہ التوبہ کا حکم خاص مسجد الحرام کے لئے ہے مسجد النبی پر اس کا اطلاق نہیں ہو گا- مسجد النبی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے نصرانییوں کو عبادت کی اجازت دی تھی جب وہ ان سے ملنے وفد لے کر آئے تھے اور آیات مباہلہ کا نزول ہوا تھا- آیات مباہلہ کا نزول سن ۹ ہجری میں ہے اور السمھودی (خلاصۃالوفا بأخبار دار المصطفیٰ) کے مطابق یہ سن ۱۰ ہجری کا واقعہ ہے- معلوم ہوا کہ اہل کتاب میقات کی حدود میں داخل ہو سکتے ہیں- مسجد النبی میں بھی داخل ہو سکتے ہیں

احرام کی پابندی

اول: اگر مرد ہے تو وہ لباس میں ایک غیر سلی چادر تہبند کے طور پر باندھ لے - چادر روکنے کے لئے چمڑے کی بیلٹ پہن سکتا ہے - ایک غیر سلی چادر اوڑھ لے کہ دایاں بازو کھلا ہو بایاں ڈھکا ہو - چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر دونوں کنارے بائیں کندھے پر اس طرح ڈال دینا کہ دایاں شانہ کھلا رہے، اضطباع کہلاتا ہے- مرد کے جسم پر احرام کے علاوہ کوئی اور لباس (انڈرویر یا نیکر یا

بنیان یا دھوتی وغیرہ) نہ ہو- سر اور چہرہ کو مرد نہیں ڈھانپ سکتا سوتے وقت بھی اس کا خیال رکھنا ہو گا کہ ڈھکا نہ ہو-اگر کسی مرد نے سلا ہوا کپڑا معتاد طریقہ پر نہیں پہنا یعنی جس طرح وہ کپڑا پہنا جاتا ہے اس طرح نہیں پہنا بلکہ یوں ہی جسم پر غلطی سے ڈال لیا تو دم نہیں لیکن اس کو فورا ٹوکا جائے کہ ایسا نہ کرے

عورت اپنے لباس کے اوپر بالوں کو باندھ کر ان پر کپڑا لپیٹ لے کہ بال نظر نہ آئیں- عورت نقاب نہیں کرے گی، دستانے یا جراب نہیں پہنے گی

حالت احرام میں بعض فقہاء کے نزدیک رومال سے ناک صاف کی جا سکتی ہے- جراب یا دستانہ بھی نہیں پہن سکتے الا یہ کہ کوئی بیماری ہو تو اس پر بیمار کا حکم لگے گا اور بدلے میں اس پر فدیہ ہے کہ وہ تین روزے رکھے یا چھ مساکین کو کھانا کھلائے یا ایک بکری ذبح کرے-

پاوں کی اُوپر کی ہڈی حالتِ احرام میں ننگی رہنی چاہئیے لہذا ہوائی چپل مناسب ہے-اگر جوتا پہنا کہ پیر ڈھک گیا تو دم واجب ہو گیا

ابو داود مین حدیث ہے

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْجُنَيْدِ الدَّامغَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ سُوَيْدٍ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهَا، قَالَتْ: «كُنَّا نَخْرُجُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ فَنُضَمِّدُ جِبَاهَنَا بِالسُّكِّ الْمُطَيِّبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ، فَإِذَا عَرِقَتْ إِحْدَانَا سَالَ عَلَى وَجْهِهَا فَيَرَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَنْهَاهَا

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلیں مکہ کے لئے اور ہم نے ماتھے پر خوشبو دار پٹی باندھی ہوئی تھیں احرام کی حالت میں پس جب کسی کو پسینہ آتا تو وہ نبی سے اپنے چہرے سے سوال کرتی اور ان کو منع نہیں کیا گیا

احرام کی حالت میں چہرہ پر کپڑ ٹکرا جائے تو کوئی حرج نہیں اور (مختصر) پٹی باندھنا ظاہر کرتا ہے کہ چہرہ پر کوئی کپڑا نہ تھا اور نہ ماتھے سے بہنے والا پسینہ روکنے کے لئے پٹی باندھنا ضروری نہ ہوتا — چادر سے پوچھ لیا جاتا۔

نوٹ : یہ خوشبو کی پٹیاں احرام میں جانے سے پہلے باندھی گئی تھیں ۔

چہرے کے پردے کے حق میں روایت پیش کی جاتی ہے سنن ابو داود میں ہے

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَل، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَاد، عَنْ مُجَاهِد، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّونَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُول اللَّه صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ مُحْرِمَاتٌ، فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلَى وَجْهِهَا فَإِذَا جَاوَزُونَا كَشَفْنَاهُ

ہمارے پاس سے قافلہ سوار گزرتے اور ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام کی حالت میں تھیں، توجب وہ ہمارے برابر آتے تو ہم میں سے عورتیں اپنی چادر اپنے سر سے اپنے چہرہ پر لٹکا دیتی، اور جب وہ ہم سے آگے نکل جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتیں

البانی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ احرام میں عورت کو پردہ نہیں کرنا ہے۔

دوم احرام پہنے سے پہلے جسم پر خوشبو لگائی جاسکتی ہے لیکن اس کے بعد اس وقت تک نہیں جب تک قربانی نہ ہو جائے اور بال نہ کاٹ لئے جائیں اور احرام کھول دیا جائے ــ احرام کھولنے کے بعد خوشبو لگا سکتے ہیں۔ صابن اور شمپو جس میں خوشبو ہو کہ باقی رہ جائے اس کو استعمال نہیں کر سکتے ۔ یاد رہے کہ دور نبوی میں نہ صابن تھا اور نہ شمپو تھا ــ طہارت کے لئے تین بار سادہ پانی سے دھونا ہی کافی ہے

سوم حالت احرام میں خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا حرام ہے سوائے موذی جانورں کے جن میں سانپ، بچھو، جنگلی چوہے، درندے اور شکرے شامل ہیں۔ مسند احمد میں ہے ویرمی الغراب ولا یقتلہ، محرم کوے کو بس کنکر مارے، جان سے نہ مارے۔ ۔ اس پابندی میں شکار میں کسی غیر حالت احرام والے کی مدد کرنا بھی شامل ہے ــ شکار شدہ کھانا کھانا جو کسی غیر حالت احرام والے نے شکار کیا ہو احرام کی حالت میں حرام ہے

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْیًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِیَامًا لِّیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ. اُحِلَّ لَكُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّیَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَیْكُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ.(المائدہ۵: ۹۵۔ ۹۶)

اے ایمان والو، حالت احرام میں شکار نہ مارو، اور تم میں سے جس نے اس حالت میں عمداً شکار کیا، تو اسے بدلے میں ویسا ہی جانور چوپایوں میں سے دینا ہوگا، جیسا اس نے مارا ہے، جس کے بارے میں (صحیح متبادل ہونے کا) فیصلہ دو معتبر قسم کے آدمی کریں گے، اور یہ ہدی کے طور پر کعبہ تک پہنچے گا یا کفارہ دینا ہوگا مسکینوں کا کھانا یا اس کے برابر روزے رکھنے ہوں گے تا کہ وہ اپنے کیے کا

وبال چکھے۔ جو ہو چکا اللہ نے اسے معاف کیا، لیکن اب جو کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا، اور اللہ سب سے طاقت ور اور انتقام والا ہے۔ تمھارے لیے دریا کا شکار اور اس کا کھانا حلال رکھا گیا ہے۔ تمھارے اور قافلوں کے زاد راہ کے لیے اور خشکی کا شکار، البتہ تمھارے لیے حرام ہے جب تک کہ تم حالت احرام میں ہو اور اللہ سے ڈرو، جس کے پاس تم سب اکٹھے کیے جاؤ گے۔

چہارم حالت احرام میں شوہر و بیوی جنسی تعلق نہیں کر سکتے۔اس حالت میں شہوت کی وجہ سے چھو نہیں سکتے اگر ایسا کیا تو یہ شرط ٹوٹ گئی دم لازم ہو گیا—اس حالت میں استمناء حرام ہے- حالت احرام میں اگر جماع کر لیا تو حج و عمرہ فاسد ہوا - اللہ تعالی سے توبہ کرے- جماع کرنے کی صورت میں اس احرام کی پابندی ختم نہ ہو گی اس عمرہ وحج کو مکمل کیا جائے گا اور فدیہ بھی دیا جائے گا ایک جانور **البدن** دم میں ذبح کرے یا تین دن کے روزے رکھے یا چھ مساکین کو کھانا کھلائے- فاسد حج و عمرہ کی قضا کے لئے اگلے سال پھر حج کرے یا عمرہ کرے—

حالت احرام میں کسی عورت سے نکاح بھی نہیں کر سکتے نہ پیغام بھجوا سکتے ہیں نہ نکاح پڑھا سکتے ہیں

مطر اور یعلی بن حکیم نے نافع سے، انہوں نے نبیہ بن وہب سے، انہوں نے ابان بن عثمان سے، انہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص حالت احرام میں ہو، وہ نہ نکاح کرے نہ نکاح کرائے اور نہ نکاح کا پیغام بھیجے۔"

پنجم حالت احرام میں فسق و فجور کرنا یعنی گناہ و زیادتی کرنا سخت منع ہے

ششم اگر احتلام ہو جائے تو غسل کر سکتے ہیں یا کسی اور عذر میں بھی کر سکتے ہیں، صرف پانی استعمال کرے صابن یا شمپو نہیں کیونکہ ان میں خوشبو ہوتی ہے - حالت احرام میں احرام کی چادریں بدلی جاسکتی ہیں - حالت احرام میں سر کو محض پانی سے دھو سکتے ہیں- صحیح بخاری میں ہے

عبد اللہ بن عباس اور مِسوَر بن مخزمہ کا ابواء کے مقام پر احرام والے کے سر دھونے کے متعلق اختلاف ہو گیا۔ عبد اللہ بن عباس نے کہا کہ احرام والا سر دھو سکتا ہے اور حضرت مسور نے کہا کہ احرام والا سر نہیں دھو سکتا۔ عبد اللہ بن عباس نے مجھے ابو ایوب انصاری کے پاس بھیجا تو میں نے انہیں دو لکڑیوں کے درمیان غسل کرتے ہوئے پایا اور ایک کپڑے سے پردے کیا ہوا تھا۔ میں نے سلام عرض کیا تو فرمایا: کون ہے؟ میں نے کہا کہ عبد اللہ بن حُنَین ہوں۔ مجھے حضرت عبد اللہ بن عباس نے آپ سے یہ پوچھنے کے لیے بھیجا ہے کہ رسول اللہ حالت احرام میں اپنے سر کو کس طرح دھویا کرتے تھے، پس ابو ایوب نے اپنا ہاتھ کپڑے پر رکھا اور اسے نیچا کر دیا، یہاں تک کہ مجھے ان کا سر نظر آنے لگا۔ پھر ایک آدمی سے اپنے اوپر پانی ڈالنے کے لیے کہا تو اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا، پھر ہاتھوں سے سر کو حرکت دی اور انہیں آگے پیچھے لائے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کو اِسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔

ہفتم : حالت حیض یا مستحاضہ کی حالت ہونے پر نہ نماز ممکن ہے نہ عمرہ ممکن ہے - میقات میں داخل ہوتے وقت حائضہ عورت احرام باندھے گی۔۔البتہ اس حالت میں طواف و سعی اور نماز نہیں کر سکتی اپنے حاجی محرم کے ساتھ رہے گی - سنن ابو داود میں ہے

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حائضہ اور نفاس والی عورت میقات پر پہنچے تو وہ غسل کر کے احرام باندھیں اور بیت اللہ کے طواف کے علاوہ باقی سارے مناسک پورے کریں۔

اگر عورت حالت طہر میں احرام باندھ کر میقات کی حدود میں داخل ہوئی تھی اور پھر بعد میں حیض شروع ہوا تو اس کو حج تو کرنا ہو گا لیکن طواف اور نماز نہ ہو گی۔۔ صحیح بخاری میں ہے

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم حجۃالوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے ۔۔ میں مکہ پہنچی تو مجھے ماہواری شروع ہو چکی تھی لھذا میں نے بیت اللہ کا طواف اور صفامروہ کی سعی نہ کی، تو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اپنا سر کھولو اور کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو

جب یہ حالت ختم ہو تو غسل کر کے میقات کی حدود یا تنعیم سے احرام واپس باندھ کر حج و عمرہ مکمل کیا جائے ۔۔اس میں کوئی دم نہیں دینا ہے - یہی حکم نفاس پر ہے کہ جب نفاس ختم ہو تو غسل کر کے حالت احرام میں آ جائے

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالی عنہا کے بارے میں بیان کیا ہے کہ جب انہوں نے ذوالحلیفہ میں بچہ جنم دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کو فرمایا تھا کہ اسے کہو کہ وہ غسل کرے اور احرام باندھ لے۔ صحیح مسلم

حالتِ حیض میں لاعلمی میں عمرہ کرنے کی صورت میں ایک دم واجب ہو گا۔

ہشتم حالت احرام میں بال نہیں کاٹ سکتے۔ اگر حالت احرام میں جسم کے کسی بھی مقام کے متعدد بار بلا عذر شرعی بال کاٹے گئے تو اتنے ہی دم واجب ہوئے ہے الا یہ کہ مجبوری ہو ۔ احرام میں مریض کو دوائی لگانے یا جوؤں کو تلف کرنے کی غرض سے سر کے بال منڈوانے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

(وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ)(البقرة : ١٩٦)

اس وقت تک سر نہ منڈواؤ، جب تک قربانی ذبح نہ کر دی جائے، جو بیمار ہو یا سر میں تکلیف ہو (وہ ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا سکتا ہے لیکن) روزوں، صدقہ یا دم کا فدیہ ہے۔

حالت احرام میں جسم کی جوئیں وغیرہ نہیں مار سکتے لیکن اگر بہت ہوں تو سر منڈھوا سکتے ہیں۔ اگر مچھر، کھٹمل اور ان جیسے جانور محرم کو ضرر نہ پہچائیں تو انکو نہ مارے لیکن ظاہر ہے کہ انہیں اپنے قریب آنے سے روکنا جائز ہے۔ البتہ ان کو مارنے پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے سر میں جوئیں پڑ گئیں، جو ان کے لیے حالت احرام میں باعث اذیت تھیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِحلِقْ رَأسَکَ، وَصُمْ ثَلاَثَۃَ أیامٍ، أوْ أطْعِمْ سِتَّۃَ مَسَاکِینَ، أوْ انْسُکْ بِشَاۃٍ

اپنے سر کے بال منڈوا دو اور تین روزے رکھو یا چھ مساکین کو کھانا کھلادیا ایک بکری ذبح کر کرو۔ (صحیح البخاری: ۱۸۱۴، صحیح مسلم: ۱۲۰۱)

ان شرائط کی خلاف ورزی کی صورت میں دم لازم ہے یعنی ہر خلاف ورزی کے عوض حدود حرم میں قربانی کرنا

حالتِ احرام میں ممنوعہ امور میں میقات کی حدود میں درخت کاٹنا بھی شامل ہے

حالت احرام میں کنگھی نہیں کرنا چاہیے یہ بعض فقہاء کا قول ہے کیونکہ اگر اس میں بال ٹوٹا تو اس عمل پر دم دینا ہوگا کیونکہ یہ قصدا کیا گیا ہے۔ خود قدرتی بال گر جائے تو دم نہیں ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ حدیث میں ہے کہ مستحاضہ کنگھی کر سکتی ہے احرام سے نکلے بغیر، تو اس سے معلوم ہوا کنگھی کی جا سکتی ہے لیکن بال نہ ٹوٹے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ حقیقی کنگھی مراد نہیں ہے بلکہ سر دھوتے وقت بالوں سے لٹوں کو سلجھانا ہے۔ داڑھی کو کنگھی نہ کی جائے کیونکہ اس میں بال ٹوٹ ہی جاتے ہیں۔

حالت احرام میں آنکھ میں دوائی ڈال سکتے ہیں۔ صحیح مسلم میں عثمان سے مروی ہے

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آنکھیں دکھنے کی شکایت کی جبکہ وہ احرام کی حالت میں تھا تو آپ نے اس کی آنکھوں پر صبر نامی بوٹی کی پٹی باندھی

اس سے دلیل لی جاتی ہے حالت احرام میں علاج کروایا جاسکتا ہے جس میں ٹیکا لگوانا یا دوا آنکھ میں ڈالنا یا ڈرپ چھڑوانا شامل ہے- حالت احرام میں ناخن کاٹ سکتے ہیں یا نہیں اس پر فقہاء کا اختلاف ہے- اسی طرح مہندی لگانا بھی منع ہے

نوٹ: اگر سواری گم ہو گئی، یا ہڈی ٹوٹی، ٹریفک حادثہ ہوا کہ حاجی یا معتمر مکہ یا عرفات نہ پہنچ سکا تو احرام کھول سکتا ہے

عکرمہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حجاج بن عمرو انصاری کو کہتے سنا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسکی ہڈی ٹوٹ گئی، یا لنگڑا ہو گیا تو اسکا احرام کھل گیا، اور اسے آئندہ سال حج کرنا ہو گا

موطأ امام مالک (870) میں ہے کہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ حج کرنے کیلئے مکہ روانہ ہوئے جب آپ نازیہ مقام پر پہنچے تو آپکی سواری گم ہو گئی، اور آپ دس تاریخ کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، اور اپنی روداد بیان کی، تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: "ایسے کرو جیسے عمرہ کرنے والا کرتا ہے، پھر آپ احرام کھول دو (یعنی قربانی کے بعد)، اور آئندہ سال حج کا وقت آئے تو حج کرو اور قربانی بھی دو

نوٹ : احرام پہنتے ہی حج و عمرہ شروع ہو گیا اس کی تمام پابندیاں لگ گئیں۔اگر صحت مند تھا کوئی عذر ہوا کہ مکہ تک نہ جا سکا یا یوم عرفہ کو مغرب سے پہلے عرفات میں نہ پہنچ سکا تو اب احرام کی حالت سے نکلنے کے لئے عمرہ کرنا ہو گا اور دم دینا ہو گا یعنی قربانی کرنا ہو گی ۔اسکے بعد احرام کھول دے۔ اس کی مثال حدیبیہ کا واقعہ ہے جب مشرکوں نے نبی اور اصحاب رسول کو مکہ جانے سے روکا اور پھر آپ نے عمرہ کیا

مکہ امن کا مقام ہے لہٰذا احرام کی حالت میں ہتھیار لے کر چلنا حرام ہے

حج و عمرہ میں کیا کہا جائے

عمرہ کرنے والا تلبیہ کہے گا

لَبَّيْكَ عُمْرَةً لَا رِيَاءَ فِيْهَا وَلَا سُمْعَةَ

یا اللہ میں عمرے کے لیے حاضر ہوں جس میں کوئی ریاکاری یا شہرت کا شائبہ نہیں ہے

حاجی مرد تلبیہ بلند آواز سے پڑھے گا۔ عورت خاموشی سے ۔حج کے لئے تلبیہ کے الفاظ ہیں

لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك، إن الحمد و النعمة لك و الملك، لا شريك لك

میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں آپ کا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں

بے شک حمد آپ کی ہے اور نعمت آپ کی دی ہوئی ہے اور آپ کی ہی بادشاہت ہے

آپ کا کوئی کوئی شریک نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کوئی بھی (احرام میں) مسلمان تلبیہ کہے تو اس کے دائیں بائیں حجر و شجر اور مٹی سے بنی ہر چیز یہاں [دائیں] سے یہاں [بائیں] تک پوری زمین تلبیہ سے گونج اٹھتی ہے- ترمذی (828) ابن خزیمہ اور بیہقی نے اسے صحیح سند سے بیان کیا ہے۔ خبر دار جو احرام میں نہ ہوں وہ اس کو نہیں بولیں گے

حج تمتع کرنے والا مزید کہے گا

لبیک بعمرة وحجة

میں حاضر ہوں عمرہ اور (بعد میں) حج کے لئے

الھدی کے جانور اور ان کے القلائد اور اونٹ کا اشعار کرنا

وہ جانور جو بیت اللہ قربانی کے لئے لے جایا جا رہا ہو اس کے گلے میں قلادہ ڈالا جاتا ہے (جو جوتوں کا ہار ہوتا ہے) تاکہ اب اس کو کوئی نہ نقصان دے، نہ مارے، اگر کھو جائے تو جس کو ملے اس پر لازم ہے کہ اس کو میقات کی حدود میں داخل کرے - یہ جانور شعائر اللہ میں سے ہے یعنی بیت اللہ کے مناسک کی نشانی بن گیا ہے

والبدن جعلناها لكم من شعائر الله

اور جانور کو ہم نے بنا دیا ہے شعائر اللہ میں سے

مجاہد نے کہا کہ قربانی کے جانور کو **الْبُدْنَ** اس کے موٹا تازہ ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے

اس جانور کو اللہ سے منسوب کرنے کے لئے اشعار بھی کیا جائے گا-قلادہ اونٹ بکری گائے سب کے لیے ہے لیکن اشعار صرف اونٹ کے لئے ہے- اشعار کا طریقہ ہے کہ اونٹ کے کوہان میں ایک ہلکا کٹ لگا کر خون کو کوہان پر ملا جائے گا یہ رخم نیزہ سے لگایا جاتا ہے- اشعار کا مقصد یہ ہے کہ اب یہ جانور بیت اللہ میں قربانی کے لیے نشان زدہ ہو گیا ہے اور کوئی بھی اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا-[34]- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اشعار صرف ان جانوروں کے ساتھ خاص ہے جن کے کوہان ہیں- اغلبًا اس کی وجہ یہ ہے اونٹ اپنے گلے سے جوتوں کا ہار نکال بھی دے تو اس کا خون آلودہ کوہان ایک نشانی رہے گا کہ یہ جانور بیت اللہ کے لئے مختص ہے- حج قران کی صورت میں اشعار و تقلید کے بغیر احرام نہیں باندھا جا سکتا

أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ

اے ایمان والوں شعائر اللہ کو حلال مت کرو ، نہ شہر حرام کو، نہ الھدی کو نہ قلادے کو

34

کہا جاتا ہے ابو حنیفہ اس کو بدعت کہتے تھے کہ یہ مثلہ ہے

شرح سنن النسائي - ذخيرة العقبى میں ہے

وذهب أبو حنيفة إلى أن الإشعار بدعة مكروه؛ لأنه مثلة، وتعذيب للحيوان، وهو حرام

امام طحاوی کا کہنا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اشعار کرنے میں مبالغہ کرنے کو مکروہ کہا ہے کہ جس سے اونٹ کی ہلاکت کا ڈر ہو-

اگر کسی وجہ سے آپ مکہ تک نہ پہنچ پائے تو اس الھدی کے جانور کو جہاں تک آپ پہنچے ہیں وہیں ذبح کیا جائے گا ساتھ گھر واپس نہیں لایا جائے گا- بخاری کی حدیث ۷۵۶۴ میں ہے کہ حدیبیہ والے واقعہ میں جب مشرکوں نے روکا

کتاب: حج کے مسائل کا بیان

باب: جس نے ذوالحلیفہ میں اشعار کیا اور قلادہ پہنایا پھر احرام باندھا

ترجمہ: ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ بن زبیر نے، اور ان سے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما اور مروان نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے تقریباً اپنے ایک ہزار ساتھیوں کے ساتھ (حج کے لیے نکلے) جب ذی الحلیفہ پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کو ہار پہنایا اور اشعار کیا پھر عمرہ کا احرام باندھا۔

صحیح بخاری ۴۲۵۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کی غرض سے روانہ ہوئے تو قریشی کافروں نے آپ کو مکہ داخل ہونے سے روک دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہدی کے جانور کو حدیبیہ میں ہی نحر کر دیا اور اپنا سر منڈوالیا۔

صحیح مسلم ح ۱۲۴۳ میں ہے

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں

صلّى رسول الله صلّى الله عليہ وسلّم بذی الحليفة، ثمّ دعا بناقتہ، فأشعرها فی صفحة سنامها الأيمن، وسلت الدّم، وقلّدها نعلين، ثمّ ركب راحلتہ، فلمّا استوت بہ على البيداء أهلّ بالحجّ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ مقام پر ادا کی، پھر اپنی اونٹنی منگوائی، اس کی کوہان کی دائیں جانب اشعار کیا اور خون کو آس پاس لگا دیا اور اس کے گلے میں دو جوتے لٹکا دیئے، پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ جب وہ سواری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر بیداء پر چڑھ گئی تو آپ نے حج کا تلبیہ پڑھا۔

ترمذی سنن میں ح ۹۰۴ کے تحت لکھتے ہیں

والعمل على هذا عند أهل العلم من أصحاب النّبىّ صلّى الله عليہ وسلّم وغيرهم، يرون الإشعار، وهو قول الثّورىّ والشّافعىّ وأحمد وإسحاق۔

اسی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور دوسرے اہل علم کا عمل ہے، وہ اشعار کو جائز سمجھتے ہیں۔ امام سفیان ثوری، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اگر الھدی کا جانور بیمار ہو جائے مرنے کا خطرہ ہو تو اس کو ذبح کیا جائے گا– سنن ترمذی میں ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کی دیکھ بھال کرنے والے ناجیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! جو اونٹ راستے میں مرنے لگیں انہیں میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: ”انہیں نحر (ذبح) کر دو، پھر ان کی جوتی انہیں کے خون میں لت پت کر دو، پھر انہیں لوگوں کے لیے چھوڑ دو کہ وہ ان کا گوشت کھائیں

اس کا گوشت خود نہیں کھایا جائے گا بلکہ لوگوں کو دے گا

قالوا في هدي التطوع إذا عطب: لا ياكل هو ولا احد من اهل رفقته، ويخلى بينه وبين الناس ياكلونه، وقد اجزا عنه. وهو قول الشافعي، واحمد، وإسحاق

ہدی کا جانور جب مرنے لگے تو نہ وہ خود اسے کھائے اور نہ اس کے سفر کے ساتھی کھائیں۔ وہ اسے لوگوں کے لیے چھوڑ دے، کہ وہ اسے کھائیں۔ یہی اس کے لیے کافی ہے۔ یہ شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ کا قول ہے۔

جو لوگ اپنے گھر سے الھدی کے جانور لے کر نکلے ہوں وہ حج کو عمرہ سے نہیں بدل سکتے- یہ لوگ قربانی ہونے تک احرام سے نہیں نکل سکتے –البتہ جو جانور کو ساتھ لے کر نہیں نکلے ان کے لئے ممکن ہے کہ عمرہ کریں احرام کھول دیں پھر حج کے دنوں میں واپس احرام باندھ لیں-

دم کے جانور

دوران حج ، حاجی سے ہونے والی غلطیوں کے کفارہ کو اصطلاح مناسک حج میں دم دینا کہا جاتا ہے۔ حج کے دوران ہونے والی غلطیوں پر تین طرح کا کفارہ ہوتا ہے۔ اول دم البدنہ : اس میں اونٹ یا گائے یا بھینس یا بیل کی قربانی دینی ہوتی ہے، جن کا گوشت حاجی نہیں کھا سکتا بلکہ وہ مساکین میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور یہ وہیں ذبح کیے جا سکتے ہیں جہاں حج کی قربانی کے جانور ذبح کرنے کا حکم ہے۔
دوم صرف دم دینا - اس میں مقدار ایک بکری یا بکرا، دنبہ، بھیڑ شامل ہے اور گائے، بیل، بھینس، اونٹ کا ساتواں حصہ بھی اس میں شامل ہے- یہ جانور الھدی وقلادے والے نہیں ہیں –ان سے الگ ہیں

طواف قدوم اور سعی

اگر آپ مکہ ۸ تاریخ سے پہلے پہنچ گئے تو بیت اللہ کا طواف جس کو طواف قدوم کہتے ہیں کیا جائے گا جس میں پہلے تین چکر تیزی میں کیے جائیں گے جس کو رمل کہتے ہیں اور باقی چار عام طریقے سے ۔سعی صفا و مروہ کے درمیان ہو گی ۔رمل اور اضطباع مردوں کے لئے ہے

اس کے بعد اگر حج کی نیت کی تھی اور الھدی کا جانور بھی تھا تو احرام نہیں کھولا جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا اور اس میں ایک سعی کافی ہوتی ہے جو اگر طواف قدوم کے وقت کر لی تو اس کو طواف زیارہ کے بعد کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی الا یہ کہ کوئی اضافی سعی کرنا چاہے۔

جن کے پاس جانور نہیں ہے وہ احرام کھول سکتے ہیں لیکن اب ۸ ذوالحج کو ان لوگوں کو واپس میقات کی حدود پر جا کر احرام باندھنا ہو گا۔ یہ حج تمتع والے کرتے ہیں کہ وہ اکثر فلائٹ سے بہت دن پہلے عرب پہنچ جاتے ہیں پھر حج کے مہینوں (یعنی شوال، ذیقعدہ اور ذی الحج کے پہلا عشرہ) میں عمرہ کر کے احرام کھول دیتے ہیں ۔اس کے بعد جب حج کا وقت (یعنی آٹھ ذی الحجہ) آ جائے تو غسل کر کے حج کا احرام ب میقات سے باندھ لے اور طواف کر کے سعی کر لے (یہ سعی مقدم ہو گی، یعنی اگر ابھی سعی کر لی تو پھر طواف زیارت کے بعد سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی، لیکن اگر ابھی سعی نہیں کی تو پھر طوافِ زیارت کے بعد سعی کرنی پڑے گی)، اس کے بعد منیٰ چلا جائے اور باقی حج مکمل کرے جس کا ذکر نیچے آ رہا ہے۔

طواف میں وضو؟

سنن ترمذی میں ہے

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الطَّوَافُ حَوْلَ البَيْتِ مِثْلُ الصَّلَاةِ، إِلَّا أَنَّكُمْ تَتَكَلَّمُونَ فِيهِ، فَمَنْ تَكَلَّمَ فِيهِ فَلَا يَتَكَلَّمَنَّ إِلَّا بِخَيْرٍ

ابن عباس سے مروی ہے نَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا : بیت اللہ کے گرد طواف نماز کی طرح ہے خبر دار تم اس میں بات چیت کرتے ہو پس جو بات کرے تو خیر کی کرے

مسند البزار میں اسی سند سے ہے - امام البزار کہتے ہیں اس کو متعدد نے موقوف روایت کیا ہے یعنی ابن عباس کا قول کہا ہے - پھر لکھا

.عَطَاء ثِقَةٌ كُوفِيٌّ مَشْهُورٌ، وَلَكِنَّهُ كَانَ قَدْ تَغَيَّرَ فَاضْطَرَبَ فِي حَدِيثِهِ

اس کی سند میں عَطَاء ثِقَةٌ كُوفِيٌّ مَشْهُور ہیں لیکن انہوں نے اس کی سند میں اضطراب کر دیا ہے

راقم حجر اسود کی احادیث میں عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ کا ذکر کر چکا ہے کہ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ مختلط ہو گیا تھا

بہر حال اس پر قیاس کیا گیا ہے کہ طواف نماز کی طرح ہے لہٰذا اس میں بھی وضو کیا جائے - جمہور علمائے کرام کے ہاں طواف کیلیے طہارت شرط ہے - احناف کا مذہب یہ ہے کہ طواف کیلئے طہارت

واجب ہے یعنی جنبی نہ ہو یا حائضہ نہ ہو –حائضہ کو حکم دیا گیا کہ لا تطوفي بالبيت حتى تطهري

بیت اللہ کا طواف نہ کرنا حتی کہ طهر کی حالت ہو- ظاہر ہے یہ عورتوں کے مخصوص ایام کا ذکر ہے -احرام کی حالت میں حدود کی وجہ سے مباشرت نہیں ہے لہذا حاجی جنبی نہیں ہو گا اور مرد حاجی بغیر وضو بھی طاہر ہی رہے گا- اس دوران کیا جانے والا طواف بغیر وضو بھی صحیح ہو گا- وضو کا حکم نماز سے مشروط ہے اور وضو کا حکم سورہ بقرہ میں نازل ہوا تھا- معلوم ہوا کہ غیر حائضہ اور غیر جنبی طواف بغیر وضو کر سکتے ہیں یہ اپنی جگہ صحیح ہے –نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لاکھ مسلمانوں نے حج کیا لیکن کسی حدیث میں نہیں کہ سب کو طواف میں بھی وضو کا حکم کیا ہو- صحیح مسلم میں ہے

قَدْ حَجَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: «أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ، ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَجَّ»

بلا شبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا پس عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ سب سے پہلی چیز جو نبی نے مکہ پہنچتے ہی کی وہ یہ کہ وضو کیا پھر بیت اللہ کا طواف کیا، پھر حج

طواف سے پہلے وضو کرنا مسنون عمل ہے لیکن طواف کے صحیح ہونے کی شرط میں سے نہیں ہے کیونکہ مکی دور میں جتنے بھی طواف ہوئے ان میں کسی میں بھی وضو کی خبر نہیں ہے –طواف تو ابراہیم علیہ السلام کے دور میں بھی تھا لیکن اس میں وضو کا ذکر نہیں ہے –

ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکیدی حکم دیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو

حدیث ۳۶۳۲ صحیح بخاری میں ہے کہ جنگ بدر سے قبل سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے مکہ گئے

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: انْطَلَقَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ مُعْتَمِرًا، قَالَ: فَنَزَلَ عَلَى أُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ أَبِي صَفْوَانَ،

معلوم ہوا کہ عمرہ کا رواج تو مسلمانوں میں موجود تھا اور ایسا ممکن نہیں کہ ہجرت سے قبل طواف نہ کیا جاتا ہو

فقہاء کا البتہ اس پر اختلاف ہے کہ طواف میں وضو لازمی شرط ہے یا نہیں- امام مالک کے نزدیک طواف میں وضو ضروری ہے لیکن سعی میں ضروری نہیں ہے- قسطلانی نے شرح میں لکھا ہے

فَقَالَ أَبُو حنيفَة: لَيْسَ بِشَرْط، فَلَو طَاف على غير وضوء صَحَّ طَوَافه، فَإِن كَانَ ذَلِك للقدوم فَعَلَيهِ صَدَقَة، وَأَن كَانَ طواف الزِّيَارَة فَعَلَيهِ شَاة

ابو حنیفہ نے کہا وضو طواف کی شرط نہیں ہے پس اگر طواف بغیر وضو کیا تو صحیح ہو گا (یعنی دہرانا نہیں ہے) لیکن اگر وہ طواف قدوم تھا تو اس پر صدقہ ہے اور اگر طواف زیارت تھا تو اس پر بکری کا دم ہے

ابن تیمیہ کا مجموع فتاوی إحمد بن تيمية- ج 23 - الفقہ 3 - تابع الصلاۃ میں کہنا ہے

أن البيت ما زال الناس يطوفون به ، ويصلون عنده من حين بناء إبراهيم الخليل ، وكان النبي صلى الله عليه وسلم وأتحابه قبل الهجرة يطوفون به ، ويصلون عنده

بیت اللہ کا طواف اور اس کے گرد نماز اس وقت سے ہو رہی ہے جب سے ابراہیم خلیل اللہ نے اس کی تعمیر کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب نے اس کا طواف ہجرت سے قبل بھی کیا ہے

وہابی عالم ابن عثیمین کا کہنا ہے کہ بغیر وضو صحیح طواف ہے۔وضو کا حکم مدینہ میں آیا اور اس کو نماز کی شرط کہا گیا ہے دیگر عبادت کا اس سے تعلق نہیں ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ طواف کی نیت کرنے والا مسجد الحرام میں تحیة المسجد کے دو نفل نہیں پڑھے گا۔ داخل ہوتے ہی طواف شروع کرے گا۔ لیکن اگر مقیم ہو اور صرف نماز پڑھنا نیت ہو تو وہ تحیۃ المسجد پڑھے گا۔

حج کے ایام

حج کا پہلا دن: ۸ ذی الحجہ، منی میں قیام کا دن، یوم الترویة : منی میں قیام کر کے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور ۹ ذی الحجہ کی نماز فجر ادا کریں۔ منی میں یہ پانچوں نمازیں ادا کرنا اور آج کی رات منی میں گزارنا سنت ہے، لہٰذا اگر کسی وجہ سے منی پہنچنے میں کچھ تاخیر ہو جائے یا منی نہ پہنچ سکیں تو کوئی دم وغیرہ لازم نہیں، لیکن قصداً ایسا نہ کریں۔

عرفہ کا دن:

اہم : یوم عرفہ یہ دن حج کا سب سے اہم دن ہے ـــ اس میں عرفات پہنچنا لازم ہے اس کے بغیر حج نہ ہوگا

حج کا دوسرا دن: ۹ ذی الحجہ، یوم عرفہ : آج صبح تلبیہ پڑھتے ہوئے منی سے عرفات کے لئے روانہ ہو جائیں۔ عرفات پہنچ کر ظہر اور عصر کی نمازیں وہاں ادا کریں جو جمع بین الصلاتین کی طرح ادا کی جائیں گی اور سفر میں ہونے کی وجہ سے قصر پڑھی جائیں گی۔ غروب آفتاب تک خوب دعائیں کریں۔ مسجد نمرہ سے دور رہیں کیونکہ اس کا ایک حصہ میدان عرفات میں نہیں ہے، اس بات سے لا علم لوگ اپنا حج، اس مسجد میں جا کر فاسد کر سکتے ہیں[35]۔ جبل الال (جبل رحمت) کے پاس وقوف مستحب ہے ضروری نہیں ـــ

35

صحیح بات یہ ہے
نمرة هي في الأصل قرية كانت تقع خارج عرفات
نمرہ ایک قریہ کا نام ہے جو عرفات سے خارج ہے

ابن تیمیہ مجموع الفتاوی (26/ 129): "ونمرة كانت قرية خارجة عن عرفات من جهة اليمين
نمرہ عرفات سے خارج ایک قریہ ہے

کتاب فتح العزيز بشرح الوجيز از القزويني (المتوفى: 623هـ) کے مطابق
نمرة موضع من عرفات لكن الاكثرين نفوا كونها من عرفات (ومنهم) أبو القاسم الكرخي والقاضي الرويانى وصاحب التهذيب وقالوا انها موضع قريب من عرفة
نمرہ ایک جگہ ہے عرفات میں لیکن اکثر نے نفی کی کہ یہ عرفات میں ہے اور اس نفی میں ہیں ابو قاسم کرخی اور قاضی رویانی اور صاحب التہذیب اور کہا کہ یہ اس کے قریب ایک مقام ہے

کتاب الام میں امام الشافعی کہتے ہیں
.الحج عرفة وليس منها: مسجد إبراهيم عليه السلام ولا نمرة
حج (کا وقوف) عرفہ پر ہے اور اس میں مسجد ابراہیم اور نمرہ نہیں ہے

چھٹی صدی الروياني (ت 502 هـ) کے کتاب بحر المذهب (في فروع المذهب الشافعي) میں لکھتے ہیں
وقال بعض أصحابنا بخراسان: صدر هذا المسجد من عرنة لا يجوز الوقوف فيه ومؤخرة من عرفات
اور ہمارے خراسان کے اصحاب نے کہا مسجد نمرہ کا آگے کا حصہ میں وقوف جائز نہیں اس کا پچھلا حصہ عرفات میں ہے

مسجد نمرہ عرفات کے میدان کی مغربی حد پر ہے یہاں آ کر مشعر کی حدود میں اختلاف ہے لہذا بعض علماء کی رائے میں یہ مسجد عرفات میں نہیں اور حاجی کو اس میں جانا منع ہے کیونکہ اس مسجد کا ایک حصہ مشعر کی حدود سے باہر وادي عُرنة میں ہے
جبل الال کی جڑ پر رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اور وہاں ہی جمع ہونا صحیح ہے
نووی مجموع میں لکھتے ہیں
==========
وقال جماعة من الخراسانيين منهم الشيخ أبو محمد الجويني والقاضي حسين في تعليقه وإمام الحرمين والرافعي: مقدم المسجد من طرف وادي عرفة لا في عرفات وآخره في عرفات. قالوا: فمن وقف في مقدمه لم يصح وقوفه، ومن وقف في آخره صح وقوفه. اهـ
اور خراسان کے علماء کی جماعت جن میں امام جوینی اور قاضی حسین ہیں اور امام حرمین اور رافعی ہیں کہتے ہیں میدان عرفات کے شروع میں اور آخر میں مسجد ہے جو شروع والی میں وقوف کرتا ہے وہ صحیح ہے اور جو آخری والی میں تو اس کا وقوف صحیح نہیں
============
لیکن جب حاجی اس مسجد میں جائے گا تو اس کو معلوم کیسے ہو گا یہ وہ عرفات کی حد سے نکل چکا ہے

نووی کتاب المجموع میں لکھتے ہیں
===========
الْمُسَمَّى مَسْجِدَ إبْرَاهِيمَ وَيُقَالُ لَهُ أَيْضًا مَسْجِدُ عُرَنَةَ بَلْ هَذِهِ الْمَوَاضِعُ خَارِجَةٌ عَنْ عَرَفَاتِ عَلَى طَرَفِهَا الْغَرْبِيِّ مِمَّا يَلِي مُزْدَلِفَةَ وَمِنًى وَمَكَّةَ

مغرب کے بعد :

غروب آفتاب کے بعد تلبیہ پڑھتے ہوئے عرفات سے مزدلفہ روانہ ہو جائیں۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نمازیں عشاء کے وقت میں ادا کریں، جو جمع بین الصلاتین کی طرح ادا کی جائیں گی اور سفر میں ہونے کی وجہ سے عشاء قصر پڑھی جائی گی۔ رات مزدلفہ میں گزاریں، البتہ خواتین اور معذور لوگ آدھی رات کے بعد مزدلفہ سے منی جا سکتے ہیں۔ مزدلفہ میں چنے کے برابر سائز کی کنکریاں جمع کریں۔ خیال رہے کہ وہابی علماء نے مزدلفہ کی حدود اپنی جانب سے بڑھا دی ہیں لہذا ان

---

* هَذَا الَّذِي ذَكَرْتُهُ مِنْ كَوْنِ وَادِي عُرَنَةَ لَيْسَ مِنْ عَرَفَات لَا خِلَافَ فِيهِ نَصَّ عَلَيْهِ الشَّافِعِيّ وَاتَّفَقَ عَلَيْهِ الْأَصْحَاب (وَأَمَّا) نَمِرَةُ فَلَيْسَتْ أَيْضًا مِنْ عَرَفَات بَلْ بِقُرْبِهَا هَذَا هُوَ الصَّوَابُ الَّذِي نَصَّ عَلَيْهِ الشَّافِعِيّ فِي مُخْتَصَرِ الْحَجّ الْأَوْسَط وَفِي غَيْرِهِ وَصَرَّحَ بِهِ أَبُو عَلِيّ الْبَنْدَنِيجِيّ وَالْأَصْحَاب وَنَقَلَهُ الرَّافِعِيّ عَنْ الْأَكْثَرِينَ قَالَ وَقَالَ صَاحِبُ الشَّامِل وَطَائِفَةٌ هِيَ مِنْ عَرَفَات وَهَذَا الَّذِي نَقَلَهُ غَرِيبٌ لَيْسَ بِمَعْرُوف وَلَا هُوَ فِي الشَّامِل وَلَا هُوَ صَحِيحٌ بَلْ إِنْكَارٌ لِلْحِسّ وَلِمَا تَطَابَقَتْ عَلَيْهِ كُتُبُ الْعُلَمَاءِ (وَأَمَّا) مَسْجِدُ إِبْرَاهِيمَ فَقَدْ نَصَّ الشَّافِعِيّ عَلَى أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَرَفَات وَأَنَّ مَنْ وَقَفَ

مسجد ابراہیم جس کو مسجد عرنہ بھی کہتے ہیں وہ مغربی جانب عرفات سے باہر ہے ... وادی عرنہ عرفات میں نہیں ہے اس پر کوئی اختلاف نہیں امام الشافعی کی نص ہے اور اصحاب کا اتفاق ہے اور جہاں تک مسجد نمرہ کا تعلق ہے تو وہ بھی عرفات میں نہیں ہے ... اور صَاحِبُ الشَّامِلِ وَطَائِفَةٌ کہتے ہیں یہ عرفات میں ہے اور یہ غریب بات ہے معروف نہیں ہے اور الشامل میں بھی نہیں ہے

============

بعض حنابلہ کا دعوی ہے کہ مسجد ابراھیم کو آج مسجد نمرہ کہا جاتا ہے جبکہ امام نووی سے لے کر آج تک لوگ کہہ رہے ہیں کہ مسجد ابراہیم بھی عرفات میں نہیں تھی

مزید دیکھیں عرب خود اقرار کر رہے ہیں کہ مسجد نمرہ مکمل عرفات میں نہیں
http://www.alarabiya.net/articles/2012/10/25/245773.html

جدید فتووں کو قبول نہ کرتے ہوئے مشعر الحرام میں ہی رہیں- مزدلفہ کی قدیم معلوم حدود سے نکلنے کی صورت میں حج فاسد ہو جائے گا-

رمی الجمرات کے دن

قیام منیٰ کے دوران میں ایام تشریق یعنی دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو تین مختلف سائز کے ستونوں پر کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ اسی کو اصطلاح حج میں رمی جمار کہتے ہیں- اس کو کیوں کیا جاتا ہے اس پر کئی اقوال ہیں –ایک مشہور روایت میں ہے کہ یہ الجمرات، شیطان کی اکساہٹ کی یادگار ہیں جس کو کنکر مارے جاتے ہیں کیونکہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو ورغلانے کی کوشش کی تھی جب وہ مناسک حج سیکھ رہے تھے- گویا رمی الجمرات ، یہ شیطان الرجیم کی اکساہٹوں کو عملا رجم کرنا ہے- ایک طرح یہ حاجی کا تہیہ وارادہ ہے کہ وہ شیطان کو اپنے آپ سے دور مار بھگا رہا ہے- عملا جب وہ ہاتھ سے کنکر مارتا ہے تو ذہن میں یہ عمل رہ جاتا ہے اس کو بعد میں بھی یاد دلاتا رہتا ہے کہ اصل مقابلہ زندگی کا شیطان کی اکساہٹوں سے ہے –
مستدرک حاکم میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحِ بْنِ هَانِئٍ، ثنا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَنَسٍ الْقُرَشِيُّ، ثنا جَعْفَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَفَعَهُ قَالَ: «لَمَّا

أَتَى إِبْرَاهِيمُ خَلِيلُ اللَّهِ الْمَنَاسِكَ عَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ عِنْدَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ حَتَّى سَاخَ فِي الْأَرْضِ، ثُمَّ عَرَضَ لَهُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الثَّانِيَةِ فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ حَتَّى سَاخَ فِي الْأَرْضِ، ثُمَّ عَرَضَ لَهُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الثَّالِثَةِ فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ حَتَّى سَاخَ فِي الْأَرْضِ» . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «الشَّيْطَانَ تَرْجُمُونَ وَمِلَّةَ أَبِيكُمْ تَتَّبِعُونَ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

ابن عباس نے رفع روایت کیا کہ جب ابراہیم خلیل اللہ مناسک (سیکھنے) پر (منی میں) آئے شیطان جمرہ عقبہ پر ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس پر سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں چلا گیا- پھر شیطان جمرہ دوم پر آیا تو ایسا ہی کیا پھر جمرہ ثالث پر آیا تو ایسا ہی کیا پھر وہ چلا گیا-

اس کی سند قابل قبول ہے-البانی نے صحيح الترغيب والترهيب ح ١١٥٦ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے

دوسرا قول صحیح ابن خزیمہ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ اس کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ابراہیم علیہ السلام سے نہیں ہے-

ثنا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، ثنا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ، ثنا أَبُو حَمْزَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ بِهِ لِيُرِيَهُ الْمَنَاسِكَ، فَانْفَرَجَ لَهُ ثَبِيرٌ فَدَخَلَ مِنًى فَأَرَاهُ الْجِمَارَ، ثُمَّ أَرَاهُ عَرَفَاتٍ، فَتَتَبَّعَ الشَّيْطَانُ لِنَبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ فَرَمَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ حَتَّى سَاخَ، ثُمَّ تَبِعَ لَهُ فِي الْجَمْرَةِ الثَّانِيَةِ فَرَمَاهُ بِسَبْعِ

حَصَيَاتٍ حَتَّى سَاخَ، ثُمَّ تَبِعَ لَهُ فِي جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ، فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ حَتَّى سَاخَ فَذَهَبَ

[التعليق]

2967 - قال الأعظمي: إسناده ضعيف قال الهيثمي 3 / 260: رواه الطبراني في الكبير وفيه عطاء بن السائب قد اختلط

ابن عباس نے کہا جبریل علیہ السلام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے پھر ان کو لے چلے مقصد مناسک تھے ... پس منی میں داخل ہوئے ان کو جمرات دکھائے پھر میدان عرفات کا ارادہ کیا تو شیطان، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے آیا جمرہ کے پاس تو آپ نے اس پر سات کنکریاں ماریں پھر جمرہ دوم پر آیا تو ایسا ہی کیا پھر جمرہ عقبہ پر آیا تو ایسا ہی کیا پھر وہ چلا گیا

اس کی سند کو ضعیف کہا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ کی سند سے یہ روایت دور اختلاط کی ہے

تیسرا قول شاذ ہے جو حمید الدین فراہی سے منسوب ہے کہ یہ وادی محسر (جو منی اور مزدلفہ کے درمیان ہے اس) میں ابرھہ کے لشکر کی تباہی کی یادگار کے طور پر کیا جاتا ہے –

ابن ماجہ کی حسن روایت میں ہے کہ اس دوران ایک سائل (أبي أمامَة رضي الله عنه) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا رہا لیکن رمی کے دوران آپ نے اس کو جواب نہ دیا – جب فارغ ہوئے تو پوچھا کہ سائل کہاں ہے

أبي أمامَة رضي الله عنه قال عرَضَ لرسولُ الله - صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ - رجلٌ عند الجَمْرَة الأولى، فقال: يا رسولَ الله! أيَّ الجِهاد أفْضَلُ؟ فسكَتَ عنه، فلمَّا رمى الجمرة الثانية سَأَلهُ؟ فسكتَ عنه، فلمَّا رمى جمرةَ العَقَبةِ وضَعَ رجْلَه في الغَرْزِ لِيَرْكَبَ قال:

." أيْنَ السائلُ؟"

:قال: ها أنا يا رسولَ الله! قال

كلمةُ حقٍّ تقال عندَ ذي سلطانٍ جائرٍ". "

اہم: سات کنکریاں مارنا ضروری ہیں یعنی تین جمرات کے لئے ۲۱ کنکریاں فی حاجی جمع کی جائیں

حج کا تیسرا دن: ۱۰ ذی الحجہ، یوم نحر، عید کا دن، احرام سے نکلنے کا دن: مزدلفہ میں نماز فجر ادا کر کے دعائیں کریں۔ طلوع آفتاب سے قبل منی کے لئے روانہ ہو جائیں۔ کنکریاں بھی اٹھا لیں اگر جمع نہ کی ہوں۔ وادی محسر (منی و مزدلفہ کے درمیان جہاں ابرھہ کا لشکر تباہ ہوا) عذاب کا مقام تھا لہٰذا اس میں رکنا منع ہے جلدی گزرا جائے۔ **منی پہنچ کر تلبیہ پڑھنا بند کر دیں۔**

طلوعِ آفتاب سے لے کر زوالِ آفتاب کے دوران بڑے جمرہ عقبہ (الکبری) پر ایک ایک کر کے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکر مارتے وقت اللہ اکبر بلند آواز میں

پکاریں۔ معذور و مریض یا نابالغ یا عورت کی طرف سے دوسرا رشتہ دار حاجی کنکر مار سکتا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (وادی محسر سے گزر کر) درمیانی راستے پر چلنے لگے جو کہ سیدھا جمرہ کبریٰ (جمرہ عقبہ) پر جانکلتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جمرے کے پاس پہنچے جو کہ درخت کے پاس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے 7 کنکریاں مارتے وقت ساتھ ہی تکبیر کہتے تھے۔ وہ کنکریاں موٹے چنے سے ذراسی بڑی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی میں کھڑے ہو کر اس جمرے کو رمی کی

اس کے بعد قربانی کریں (قربانی بیت عتیق یعنی قدیم گھر یعنی بیت اللہ کے قرب میں کی جائے گی جس میں منی شامل ہے)۔ اگر حاجی قربانی نہ کر سکیں تو دس روزوں کی نیت کریں، اب احرام کی حالت میں ہی رہتے ہوئے تین روزے ایام حج میں رکھیں اور سات حج کے بعد گھر آ کر۔ مرد سر منڈوائیں (حلق راس) اور عورتیں بالوں کی صرف لٹ کٹوائیں۔

اہم: جس شخص نے تمتع یا قران کیا ہو اس کے لئے تین چیزوں کی ترتیب واجب ہے، پہلے جمرۂ عقبہ کی رَمی کرے، پھر قربانی کرے، پھر بال کٹائے۔ اگر اس ترتیب کے خلاف کیا تو دَم لازم ہو گا۔

ترتیب مکمل کرنے کے بعد احرام اب کھول سکتے ہیں قربانی اور بال کٹوانے سے قبل نہیں۔ اگر غلطی سے احرام ، بال کٹوانے یا سر منڈھوانے سے پہلے کھول دیا تو دم واجب ہو گیا۔ طواف زیارت یعنی حج کا طواف اور حج کی سعی کریں۔ (قربانی، بال کٹوانے، طواف زیارت اور حج کی سعی کو ۱۲ ذی الحجہ کی مغرب تک مؤخر کر سکتے ہیں)۔ احرام کی پابندی ضمنی ختم ہو گئی ہے مکمل نہیں۔

اہم : ابھی جماع نہیں کر سکتے !

احرام کھولنے کے باوجود بھی حاجی شوہر و بیوی جماع (مباشرت) نہیں کر سکتے۔ ابھی طواف زیارت یا طواف اضافہ ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص یہ طواف بارہ ذی الحجہ تک نہ کر سکے تو اس کی بیوی اس پر حلال نہیں ہو گی جب تک یہ رکن ادا نہ کر لے، خواہ اس میں کتنی ہی طویل مدت کیوں نہ گذر جائے۔ اگر حاجی نے ۱۲ ذی الحجہ تک بلا عذر شرعی (حیض یا بیماری) طواف زیارت مؤخر کیا تو اس پر ایک دم واجب ہو گا، نیز گنہگار بھی ہو گا۔ اگر طواف زیارت کیے بغیر بیوی سے جماع متعدد بار کیا تو متعدد دم لازم ہو گئے یعنی ہر جماع کے بدلے ایک ایک البدن کی قربانی یعنی ایک شوہر کی طرف سے اور ایک بیوی کی طرف سے۔ اس کیفیت میں اگر دوسرا نکاح کیا تو دوسری بیوی سے بھی جماع نہیں کیا جا سکتا، کرنے کی صورت میں دم دینا ہو گا کیونکہ حاجی مکمل صحیح طریقے سے ابھی حج کی پابندیوں سے نہیں نکلا ہے۔

اہم : طواف زیارت جس کو طواف اضافہ بھی کہتے ہیں، اس کے بغیر حج نہ ہو گا۔ یہ حج کا رکن ہے۔ اس کا وقت 10 ذوالحج کی صبح صادق سے 12

ذوالحج کے غروب آفتاب تک ہے ۔ اگر طواف زیارت ۱۲ تاریخ تک نہ کیا تو حج مکمل نہ ہوا۔ جماع نہ کرنے کی پابندی بھی ختم نہیں ہوئی۔ اس کا مداوا دم سے نہیں کیا جا سکتا۔ اگر مکہ سے علجت میں نکل گئے تو واپس جا کر بیت اللہ کا طواف کرنے تک جماع نہ کرنے کی پابندی رہے گی

اگر قربانی کر کے احرام اتارا جا چکا ہے تو طواف افاضہ میں نہ تو رمل ہے اور نہ ہی اضطباع کرنا ہے۔ اکثر حاجی ایسا ہی کرتے ہیں اس لئے طوافِ زیارت عموماً سادہ کپڑے پہن کر ہوتا ہے، اس لئے اس میں اِضطباع نہیں ہوگا۔ البتہ اگر احرام کی چادریں نہ اُتاری ہوں تو اِضطباع کریں۔

چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر دونوں کنارے بائیں کندھے پر اس طرح ڈال دینا کہ دایاں شانہ کھلا رہے، اضطباع کہلاتا ہے۔ اضطباع صرف اسی طواف میں ہے جس کے بعد سعی ہو۔ رمل یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے طواف میں تیز تیز چلا جائے۔

حج کا چوتھا اور پانچواں دن : ۱۱ و ۱۲ ذی الحجہ، رمی الجمرات کے دن :

اہم : ایّام تشریق میں زوال سے پہلے رمی کرنا جائز نہیں ہے

جابر سے مروی ہے

یوم نحر کے بعد والے ایام تشریق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زوالِ آفتاب کے بعد رمی کی

منیٰ میں قیام کر کے تینوں الجمرات پر زوال کے بعد سات سات کنکریاں ماریں۔

اگر قربانی، طواف زیارت اور حج کی سعی ۱۰ ذی الحجہ کو نہیں کر سکے تھے تو ۱۱ یا ۱۲ ذی الحجہ کو بھی دن ورات میں کسی بھی وقت کر سکتے ہیں۔ ۱۲ ذی الحجہ کو کنکریاں مارنے کے بعد منیٰ سے جا سکتے ہیں۔

خبردار: قربانی تین دن ہے ذی الحجہ ۱۰، ۱۱، ۱۲

حج کا آخری دن: ۱۳ ذی الحجہ: اگر آپ ۱۲ ذی الحجہ کو منیٰ سے روانہ نہیں ہوئے تو تینوں الجمرات پر زوال کے بعد کنکریاں ماریں۔

وقوف عرفہ کے بعد قربانی کے ایام تشریق

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوْااسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَارَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ سورۃ الحج

ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کر دی تا کہ اللہ نے جو چوپائے انہیں دیے ہیں ان پر اللہ کا نام لیا کریں۔

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الأَنْعَامِ الحج:28

اور اللہ کا نام لو معلوم دنوں میں چوپایوں پر جو اس نے تم کو دیے ہیں

یوم عرفہ – یوم الحج الاکبر – ۹ ذو الحجہ

یوم نحر – یوم عید الاضحی – ۱۰ ذو الحجہ

ایام التشریق منی میں حج کے بعد کے تین دن ہیں امام مالک موطا میں ایام تشریق کی وضاحت کرتے ہیں

أَيَّامِ التَّشْرِيقِ إِنَّهُ لَا يُجَمَّعُ فِي شَيْءٍ مِنْ تِلْكَ الْأَيَّامِ

ایام التشریق کیونکہ ان دنوں میں کوئی چیز جمع نہ کی جائے

ابن حجر فتح الباری ج ۴ ص ۲۸۵ میں لکھتے ہیں

وقد اختلف في كونها يومين أو ثلاثة، وسميت أيام التشريق؛ لأن لحوم الأضاحي تشرق فيها أي تنشر عند الشمس

اس میں اختلاف ہے کہ یہ دو دن ہیں یا تین ہیں، اور ان کو ایام تشریق کہا جاتا ہے کیونکہ قربانی کا گوشت سورج نکلتے ہی پھیل جاتا (بٹ جاتا) ہے

بعض کہتے ہیں یہ تین دن ہیں

اس میں اختلاف ہے کہ یہ کون کون سے دن ہیں بعض کے نزدیک یہ ۱۰، ۱۱اور ۱۲ ہیں اور بعض کے نزدیک ایام التشریق میں یوم عید کے بعد کے تین دن ہیں یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ

اس سلسلے میں ترمذی کی حسن حدیث پیش کی جاتی ہے کہ مُوسَى بْنُ عَلِيٍّ اپنے باپ علی بن رباح بن قصیر اللخمی سے وہ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

یوم عرفة ویوم النحر وأیام التشریق عیدنا أهل الإسلام، وهي أیام أكل وشرب
کھانے پینے کے دن ، اہل اسلام کے لئے ہیں یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق
اس سے دلیل لی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق کا یوم نحر سے الگ ذکر کیا ہے لہذا یہ الگ ہیں

اس روایت کو امام احمد بھی مسند میں بیان کرتے ہیں الطحاوی اس روایت کو خاص کرتے ہیں یعنی حاجیوں کے لئے کہتے ہیں

فلما ثبت بهذه الأحاديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: النهي عن صيام أيام التشريق وكان نهيه عن ذلك بمنى والحجاج مقيمون بها
إسحاق بن منصور بن بہرام نے امام احمد سے قربانی کے بارے میں سوال کیا کہ کتنے دن ہے

کتاب مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راہویہ کے مطابق

قلت: كم الأضحى؟ ثلاثة أيام
قال: ثلاثة أيام، يوم النحر، ويومان بعده
احمد نے کہا تین دن ، یوم النحر اور اس کے بعد دو دن
یعنی ۱۰ ، ۱۱ اور ۱۲ ذو الحجہ ہوئے
عصر حاضر کے وہابی حنابلہ اپنے مرشد ابن تیمیہ کی تقلید میں ایام تشریق میں ۱۳ کو بھی شامل کرتے ہیں

ترمذی کی حسن روایت کو امام احمد مسند میں نقل کرتے ہیں لیکن فتوی اس کے بر خلاف دیتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک صحیح نہیں

قربانی کا گوشت تو یوم نحر میں ہی پٹنا شروع ہو جائے گا لہذا اس کو ایام تشریق سے الگ نہیں کیا جا سکتا

کتاب شرح مختصر الطحاوی از ابو بکر الرازی الجصاص الحنفی (المتوفى: 370ھ) کے مطابق امام طحاوی کہتے ہیں

وأيام النحر ثلاثة أيام، يوم النحر ويومان بعده، وأفضلها أولها
اور ایام النحر تین ہیں یوم نحر اور اس کے بعد دو دن اور افضل شروع میں ہے
اس کے بر خلاف امام الشافعی کا کتاب الام میں قول ہے کہ یہ تین دن سے زیادہ ہے

قَالَ الشَّافِعِيّ : وَالْأُضْحِيَّةُ جَائِزَةٌ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَيَّامَ مِنًى كُلَّهَا لِأَنَّهَا أَيَّامُ النُّسُكِ

قربانی جائز ہے یوم النحر اور سارے ایام منی میں کیونکہ یہ قربانی کے دن ہیں

امام الشافعی کی رائے میں منی کے تمام ایام میں کی جاسکتی ہے

امام الشافعی کی رائے قیاس پر مبنی ہے لہذا قرآن کی آیت میں ہے

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْه (البقرة : 203)

اور معلوم دنوں میں اللہ کا ذکر کرو۔ تو جو شخص دو دنوں میں جلدی کر لے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کر لے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

شوافع میں اَیّامٍ مَعْدُودَاتٍ کو اَیّامٍ مَعْلُومَاتٍ سے ملا کر بحث کی جاتی ہے کہ قربانی کے دن تمام ایام منی ہیں —اس کے برعکس احناف، مالکیہ اور حنابلہ کا موقف ہے کہ قربانی تین دن ہے یہاں سے فقہاء کا اختلاف شروع ہوتا ہے

غیر مقلدین شوافع سے ایک ہاتھ آگے جا کر تشریق کے دنوں کی تعریف بدلنے کے بعد اس میں زبردستی ۱۳ ذوالحج کو داخل کرتے ہیں اور کہتے ہیں ۱۳ تاریخ میں سورج غروب ہونے سے پہلے قربانی جائز ہے

ایام تشریق میں تکبیرات:

الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله، والله أكبر، الله أكبر ولله الحمد.

امام محمدؒ کتاب الأصل میں کہتے ہیں

باب التكبير في أيام التشريق

قلت: أرأيت التكبير في أيام التشريق متى هو، وكيف هو، ومتى يبدأ ، ومتى يقطع؟ قال: كان عبد الله بن مسعود يبتدئ به من صلاة الغداة يوم عرفة إلى صلاة العصر من يوم النحر ، وكان علي بن أبي طالب يكبر من صلاة الغداة يوم عرفة إلى صلاة العصر من آخر أيام التشريق ، فأي ذلك ما فعلت فهو حسن ، وأما أبو حنيفة فإنه كان يأخذ بقول ابن مسعود، وكان يكبر من صلاة الغداة يوم عرفة إلى صلاة العصر من يوم النحر، ولا يكبر بعدها، وأما أبو يوسف ومحمد فإنهما يأخذان بقول علي بن أبي طالب.

تشریق کے ایام میں تکبیر کہنا .... کہا تکبیر، عبد الله ابن مسعود صلاة الغداة (نماز فجر) یوم عرفہ کے دن سے یوم نحر میں عصر کی نماز تک کرتے اور علی بن ابی طالب صلاة الغداة (نماز فجر) میں تکبیر کہتے ایام تشریق نماز عصر کے آخر تک اور اسی طرح حسن کرتے اور جہاں تک ابو حنیفہ کا تعلق ہے تو وہ ابن مسعود کا عمل کرتے اور ... اور امام ابو یوسف اورامام محمد، جناب علی بن ابی طالب کا قول لیتے

قال الإمام محمد: أخبرنا سلام بن سليم الحنفي عن أبي إسحاق السبيعي عن الأسود بن يزيد قال كان عبد الله بن مسعود - رضي الله عنه - يكبر من صلاة الفجر يوم عرفة إلى صلاة العصر من يوم النحر: الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد. انظر: الحجة على أهل المدينة، 1/ 310؛ ورواه من وجه آخر. انظر: الحجة على أهل المدينة، 1/ 308. وانظر: الآثار لأبي يوسف، 60؛ والمصنف لابن أبي شيبة، 1/ 488؛ ونصب الراية للزيلعي، 2/ 222.

یعنی علی رضی اللہ عنہ ۱۳ نمازوں میں تکبیر کہتے اور ابن مسعود ۸ نمازوں میں تکبیر کہتے

کتاب النتف فی الفتاوی از ابو الحسن علی بن الحسین بن محمد السُّغْدی، حنفی (المتوفی: 461ھ- کے مطابق

قَالَ ابْن مَسْعُود يَنْتَهِي بهَا الى الْعَصْر من يَوْم النَّحْر وَهِي ثَمَانِي صلوَات وَبِه أخذ أَبُو حنيفَة وَحده

وَقَالَ عَلّي بل يَنْتَهى بهَا الى صَلَاة الْعَصْر من آخر أَيَّام التَّشْريق فَهِىَ ثَلَاثَة وَعشْرُونَ صَلَاة وَكَذَلِكَ قَول عمر فِي رِوَايَة وَعَلَيْه الْعَامَّة وروى عَن عمر ايضا انه يَنْتَهى بهَا الى صَلَاة الظّهْر من آخر أَيَّام التَّشْريق فَهِىَ اثْنَتَانِ وَعشْرُونَ صَلَاة

وَقَالَ ابْن عمر وَابْن عَبّاس يَبْتَدِئ بِالتَّكْبِيرِ عَن صَلَاة الظّهْر من يَوْم النَّحْر

وَقَالَ لَا تَجْتَمِع التَّلْبِيَة والتكبيرات مَعًا فاذا انْقَطَعت التَّلْبِيَة اخذ فِي التَّكْبِير

وَقَالَ ابْن عَبَّاس يَنْتَهِي بهَا الى آخر أَيَّام التَّشْرِيق عِنْد صَلَاة الظّهْر فَهِيَ عشرَة صَلَاة

وَقَالَ ابْن عمر يَنْتَهِي بهَا الى غداه آخر ايام التَّشْرِيق فَهِيَ خَمْسَة عشر صَلَاة

تکبیرات کی تعداد بتاتی ہے کہ تشریق کے ایام اکابر صحابہ کے نزدیک ۱۰، ۱۱، اور ۱۲ ہی تھے

غیر مقلدین، امام الشافعی کی تقلید میں تین دن کی بجائے چار دن قربانی کرنے کے قائل ہیں لہذا وہ ۱۳ ذوالحجہ کو بھی قربانی کرتے ہیں

غیر مقلدین امام الشافعی، امام النووی کے حوالے دیتے ہیں جو سب شافعی فقہ پر تھے لہذا یہ سب چار دن قربانی کی قائل ہیں— ان کے مقابلے میں حنابلہ، مالکیہ اور احناف تین دن قربانی کے قائل ہیں

قربانی چار دن ہے ذوالحجہ ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳	قربانی تین دن ہے ذی الحجہ ۱۰، ۱۱، ۱۲
تشریق میں یوم النحر سمیت چار دن ہیں	تشریق میں یوم النحر شامل ہے
امام الشافعی غیر مقلدین قرطبیؒ شوکانی اہل تشیع	امام ابو حنیفہ امام مالک امام احمد امام عطاء الخراسانیؒ امام ابراہیم النخعیؒ امام ابی یوسفؒ امام محمدؒ

مزید تفصیل حواشی میں ہے[36]

36

ابن قیم نے زاد المعاد میں روایت پیش کی ہے
ابن المنذر نے علی سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ نے جن معلوم دنوں میں قربانی کا حکم دیا ہے) ان معلوم دنوں سے مراد یوم النحر اور اس کے بعد تین دن ہیں۔ (اسے ابن المنذر نے روایت کیا ہے۔ (کنز العمال: 4528)نیز دیکھیے (زاد المعاد: 2/ 291
لیکن کنز العمال جیسی کتاب میں سند تک تو موجود نہیں ہے اور باوجود تلاش کے اس کی سند دریافت نہ ہوسکی
بیہقی سنن الکبری میں روایت لکھتے ہیں

حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ , عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ... وَكُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ
روایت میں ہے کہ ایام التشریق میں قربانی ہے-
کتاب جامع التحصيل في أحكام المراسيل میں سليمان بن موسى الدمشقي کےلئے ہے
قال البخاري هو مرسل لم يدرك سليمان أحدا من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم
بیہقی سنن الکبری میں یہی راوی سلیمان بن موسی کہتے ہیں کہ قربانی تین دن ہے
قَالَ: وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ هَانِئٍ، ثنا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى، ثنا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، عَنِ النُّعْمَانِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، أَنَّهُ قَالَ: النَّحْرُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ , فَقَالَ مَكْحُولٌ: صَدَقَ

تفسیر ابن کثیر سورہ بقرہ آیت ۲۰۳ میں قول نقل کیا گیا جس کو غیر مقلدین بیان کرتے ہیں
وَقَالَ مِقْسَمٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: الْأَيَّامُ الْمَعْدُودَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَرْبَعَةُ أَيَّامٍ: يَوْمُ النَّحْرِ، وَثَلَاثَةٌ بَعْدَهُ
الْأَيَّامُ الْمَعْدُودَاتُ سے مراد أَيَّامُ التَّشْرِيقِ چار دن ہیں- یوم النحر اور تین اس کے بعد
جبکہ ابن رجب تفسیرج ۱ ص ١٥٦ میں اس قول پر کہتے ہیں
.وقد رُوي عن ابنِ عباسٍ وعطاء أنها أربعةُ أيام: يومُ النحرِ، وثلاثة بعدَه
.وفي إسناد المرويّ عن ابنِ عباسٍ ضعفٌ
اور ابن عباس اور عطا سے روایت کیا گیا ہے کہ الأيامُ المعدوداتُ چار دن ہیں یوم النحر اور تین اس کے بعد اور جن اسناد سے یہ مروی ہے ابن عباس سے ان میں کمزوری ہے
ابن رجب تفسیر میں لکھتے ہیں
الأيامُ المعلوماتُ: يومُ النحرِ ويومانِ بعدَهُ، رُوي عن ابنِ
.عمرِ وغيرِه من السلف، وقالُوا: هي أيامُ الذَّبح
.ورُوي - أيضًا - عن علي وابنِ عباسٍ، وعن عطاء الخراسانيِّ والنخعيِّ
.وهو قولُ مالكٌ وأبي يوسفَ ومحمدَ وأحمدَ - في رواية عنه
الأيامُ المعلوماتُ سے مراد یوم النحر اور اس کے بعد کے دو دن ہیں اس کو ابن عمر اور دیگر سلف سے روایت کیا گیا ہے اور اس کو علي وابنِ عباسٍ، اور عطاء الخراسانيِّ ، ابراہیم النخعيِّ اور یہی قول ہے امام مالكٌ اور امام أبي يوسفَ اور امام محمد اور امام أحمدَ کا
ابن رجب تفسیر ج ۱ ص ١٦٠ میں لکھتے ہیں
وأكثرُ الصحابةِ على أنَّ الذبح يختصَّ بيومين من أيَّامِ التشريقِ مع يومِ النَّحْرِ، وهو المشهورُ عن أحمدَ،
.وقول مالك، وأبي حنيفةَ، والأكثرينَ
اور اکثر صحابہ نے دو دنوں میں ذبح کو مخصوص کیا ایام تشریق کے یوم النحر کے ساتھ اور وہ ہی مشهور ہے احمد سے اور یہ امام مالک کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ کا اور اکثر کا
غیر مقلد عالم کفایت اللہ سنابلی چار دن قربانی کی مشروعیت میں حدیث پیش کرتے ہیں

اس روایت میں صحابی کا نام نہیں لیا گیا بعض علماء کے نزدیک فإنَّ جهالةَ الصحابي لا تَضُرّ صحابی کا مجھول ہونا نقصان دہ نہیں ہے - یہ اصول امام البیہقی، امام احمد، امام حاکم ، ابن الصلاح کا ہے

لیکن شوافع ہی اس کو قبول نہیں کرتے شوافع میں أبو بكر الصيرفي کتابِ الدلائلِ میں کہتے ہیں
وإ ذا قال في الحديث بعض التابعين: عن رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم: لا يُقبل؛
لأني لا أعلم سمع التابعي من ذلك الرجل
أبو بكر الصيرفي کہتے ہیں کہ اگر حدیث میں بعض تابعین کہیں اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی آدمی سے تو اس روایت کو قبول نہ کرو کیونکہ مجھے نہیں پتا کہ اس نے اس رجل سے سنا بھی یا نہیں
التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل میں المعلمي ایسی روایت پر توقف کی رائے رکھتے ہیں
واضح رہے کہ صحابہ تمام عدول ہیں لیکن اس تابعی کی ملاقات صحابی سے ہوئی یا نہیں کیسے ثابت ہو گا؟
ابن حزم كتاب الإحكام في أصول الأحكام میں کہتے ہیں
لا يقبل حديث قال راويه فيه: عن رجل من الصحابة، أو: حدثني من صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم، إلا حتى يسميه، ويكون معلوماً بالصحبة الفاضلة، ممن شهد الله تعالى لهم بالفضل والحسنى
ایسی روایت کو قبول نہ کرو جس میں رجل من صحابہ ہو .. اور نام نہ لیا گیا ہو
ایک روایت سنن دارقطنی ، سنن الکبری بیہقی ، مسند البزار میں ہے
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ , نا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورِ بْنِ سَيَّارٍ , نا مُحَمَّدُ بْنُ بُكَيْرٍ الْحَضْرَمِيُّ , نا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ , عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ التَّنُوخِيِّ , عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى , عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ , عَنْ أَبِيهِ , أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , قَالَ: «أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ»
اس کے مطابق ایام تشریق تمام ذبح والے ہیں
البتہ اس کی سند میں سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ کا تفرد ہے – الذھبی میزان میں لکھتے ہیں یہ متروک ہے
.قال ابن معين: كان قاضيا بدمشق بين النصارى
. وهو واسطى، انتقل إلى حمص، ليس حديثه بشئ
.هذه رواية عباس الدوري عنه
.وروى ابن الدورقي عنه: واسطى: تحول إلى دمشق، ليس بشئ
.وقال البخاري: في بعض حديثه نظر
.وقال أحمد وغيره: ضعيف
.وعن أحمد أيضا: متروك
اس کی سند میں متروک راوی ہے
افسوس اسی متروک راوی کی سند سے صحیح ابن حبان میں بھی ہے جو ابن حبان کا تساہل ہے
امام البزار مسند میں ح 3444 پرلکھتے ہیں
وَهَذَا الْحَدِيثُ لَا نَعْلَمُ أَحَدًا قَالَ فِيهِ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ إِلَّا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَهُوَ رَجُلٌ لَيْسَ بِالْحَافِظِ وَلَا يُحْتَجُّ بِهِ إِذَا انْفَرَدَ بِحَدِيثٍ

اور یہ حديث ہم نہیں جانتے کہ اس کو نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ کی سند سے روایت کیا ہو سوائے سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ کے یہ آدمی حافظ نہیں ہے اور اس کی منفرد روایت سے احتجاج نہ کیا جائے
مسند احمد کی روایت ہے
حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " كُلُّ عَرَفَاتٍ مَوْقِفٌ، وَارْفَعُوا عَنْ بَطْنِ عُرَنَةَ ، وَكُلُّ مُزْدَلِفَةَ مَوْقِفٌ، وَارْفَعُوا عَنْ مُحَسِّرٍ، وَكُلُّ فِجَاجِ مِنًى مَنْحَرٌ، وَكُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ
مسنَد احمدَ کی روایت میں علتَ یہ ہے کہ شعَيب الأرنؤوط مسند احمد ح 16751 پر تعلیق میں کہتے ہیں
سليمان بن موسى- وهو الأموي المعروف بالأشدق- لم يدرك جبير بن مطعم
سليمان بن موسى ... نے جبیر بن مطعم کو نہیں پایا
اس روایت کو دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے اس پر مسند احمد کی ت علیق میں شعيب الأرنؤوطلکھتے ہیں
وأخرجه الدارقطني مختصراً في "السنن" 284/4، ومن طريقه البيهقي 296/9 من طريق أبي مُعَيد حفص بن غيلان، عن سليمان بن موسى أن عمرو ابن دينار حدثه عن جبير بن مطعم، وعمرو بن دينار لم يدرك جبير بن مطعم.
 اور دارقطنی نے اس کی تخریج کی ہے ..... أبي مُعَيد حفص بن غيلان، عن سليمان بن موسى أن عمرو ابن دينار حدثه عن جبير بن مطعم کے طرق سے اور عمرو بن دينار نے جبیر کو نہیں پایا
اوپر دی گئی ان دونوں روایات کو غیر مقلد عالم کفایت الله سنابلی چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۲۷ میں دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں جبکہ یہ منقطع ہیں – سند کے اس انقطاع کو محققین ابن ترکمانی اور شعيب الأرنؤوط – عادل مرشد نے اضطراب قرار دیا ہے – شعيب الأرنؤوط – عادل مرشد مسند احمد میں ح 16751 کی تعلیق میں اس روایت کا الانقطاع والاضطراب اور   لکھتے ہیں
غیر مقلدین اس اضطراب کو تعداد طرق کہتے ہیں – متعدد طرق تو تب بنتے جب ان میں انقطاع کی علت ختم ہو-صحیح ابن حبان کی روایت ہے
أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ الصُّوفِيُّ بِبَغْدَادَ، حَدَّثَنَا أَبُو نَصْرٍ التَّمَّارُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْقُشَيْرِيُّ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَمِئَتَيْنِ، حَدَّثَنَا سَعِيد بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّ عَرَفَاتٍ مَوْقِفٌ، وَارْفَعُوا عَنْ عُرَنَةَ، وَكُلُّ مُزْدَلِفَةَ مَوْقِفٌ، وَارْفَعُوا عَنْ مُحَسِّرٍ، فَكُلُّ فِجَاجِ مِنًى مَنْحَرٌ، وَفِي كُلِّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذبح"
امام البزار اس روایت پر کہتے ہیں
وَحَدِيثُ ابْنِ أَبِي حُسَيْنٍ هَذَا هُوَ الصَّوَابُ وَابْنُ أَبِي حُسَيْنٍ لَمْ يَلْقَ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ
ابن ابی حسین کی روایت تو ٹھیک ہے لیکن اس کی ملاقات جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ سے نہیں ہے
بیہقی سنن الکبری میں اس کی سند دیتے ہیں
أَخْبَرَنَاهُ أَبُو سَعْدٍ الْمَالِينِيُّ , أنبأ أَبُو أَحْمَدَ بْنُ عَدِيٍّ الْحَافِظُ , أنبأ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ , ثنا دُحَيْمٌ , ثنا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ , ثنا مُعَاوِيَةُ بْنُ يَحْيَى , فَذَكَرَهُ وَقَالَ: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ.

طواف وداع

آخری طواف جومکہ چھوڑتے وقت کیا جائے - میقات سے باہر رہنے والوں پر واجب ہے کہ جب وہ مکہ معظّمہ سے رخصت ہونے لگیں تو رُخصتی کا طواف کریں اور یہ حج کا آخری واجب ہے، آپ کا حج ، حجِ اِفراد ہو قِران ہو یا تمتع، ہر صورت میں آپ پر طوافِ وداع واجب ہے۔ اگرآپ میقات سے باہر رہنے والے ہیں اور طوافِ زیارت کے بعد اگرآپ نے نفلی طواف بھی کر لیا ہے، تو طوافِ وداع ہو گیااور اگر طوافِ وداع کے بعد کسی ضرورت سے مکہ میں ٹھہر گئے تو چلتے وقت طوافِ وداع دوبارہ کر لینا مستحب ہے۔ طواف وداع کا وقت طوافِ زیارت کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور اختتام کا کوئی وقت مقرر نہیں ، جب تک مکہ میں مقیم ہیں یہ طواف کر سکتے ہیں۔ طوافِ وداع میں رمل نہ کریں

نوٹ : طواف وداع مکمل ہونے پر حج مکمل ہوا

مدینہ کا حج سے کوئی تعلق نہیں نہ وہاں جانا ہے - حج ختم ہونے کے بعد مدینہ خصوصی طور پر جانا بدعت ہے اور ہر بدعت ایسا عمل ہے جو قبول نہیں ہوتا الا یہ کہ آپ مدینہ کے رہائشی ہوں - زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تمام روایتیں گھڑی ہوئی ہیں جن کا وبال راویوں پر ہے

لیکن بیہقی دو طرق دینے کے بعد لکھتے ہیں
جَمِيعًا غَيْرُ مَحْفُوظَيْنِ لَا يَرْوِيهِمَا غَيْرُ الصَّدَفِيِّ. قَالَ الشَّيْخُ رَحِمَهُ اللهُ: وَالصَّدَفِيُّ ضَعِيفٌ لَا يُحْتَجُّ بِهِ
دونوں غیر محفوظ ہیں ان کو مُعَاوِيَةُ بْنُ يَحْيَى الصَّدَفِيّ کے سوا کوئی روایت نہیں کرتا جو ضعیف ناقابل دلیل ہے
الغرض بیشتر فقہاء تین دن قربانی کے قائل ہیں جس میں یوم النحر اور اس کے بعد دو دن ہیں

دوباره عمره کرنا

دوبارہ عمرہ کرنے پر امام مالک موطا میں کہتے ہیں

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ «أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ مِنَ التَّنْعِيمِ» ، قَالَ: «ثُمَّ رَأَيْتُهُ يَسْعَى حَوْلَ الْبَيْتِ حَتَّى طَافَ الأَشْوَاطَ الثَّلاثَةَ» ، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهَذَا نَأْخُذُ، الرَّمْلُ وَاجِبٌ عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ وَغَيْرِهِمْ فِي الْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا

عروہ نے دیکھا عبد اللہ بن زبیر (جو رہتے ہی مکہ میں تھے) نے تنعیم سے احرام باندھا اور دیکھا جلدی جلدی (سات میں سے) کعبہ کے تین چکر لگائے (یعنی چار چکر آہستہ کیے) امام محمّد کہتے ہیں ہم بھی اسی کو لیتے ہیں اہل مکہ اور دوسروں پر حج و عمرہ میں رمل (چھوٹے چھوٹے قدموں سے تیز تیز چلنا) واجب ہے

یہی قول امام ابو حنیفہ کا اور فقہاء کا عام ہے۔ موطا میں امام مالک یہ بھی کہتے ہیں

قَالَ مَالِكٌ: «فَأَمَّا الْعُمْرَةُ مِنَ التَّنْعِيمِ، فَإِنَّهُ مَنْ شَاءَ أَنْ يَخْرُجَ مِنَ الْحَرَمِ ثُمَّ يُحْرِمَ، فَإِنَّ ذَلِكَ مُجْزِئٌ عَنْهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ. وَلَكِنِ الْفَضْلُ أَنْ يُهِلَّ مِنَ الْمِيقَاتِ الَّذِي وَقَّتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَ هُوَ أَبْعَدُ مِنَ التَّنْعِيمِ»

جہاں تک عمرہ کا تنعیم سے تعلق ہے تو جو چاہیے حرم سے نکلے، پھر دوبارہ احرام باندھے، کیونکہ اس کا اسکو ان شاء اللہ اجر ملے گا لیکن افضل ہے کہ میقات تک جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا اور وہ تنعیم سے دور ہے

صحیح میں آیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا جو مکہ تشریف لائیں تھیں مدینہ میں مقیم تھیں انہوں نے بھی تنعیم سے احرام باندھا لہذا یہی رائے ہوئی کہ چاہے مکی ہو یا غیر مکی تمام تنعیم سے احرام باندہیں گے

قال الطحاوی : ذھب قوم إلی انه لامیقات للعمرة لمن کان بمکة إلا التنعیم ؛ ولا ینبغی مجاوزته کما لاینبغی مجاوزة میقات الحج . وقال آخرون : بل میقات العمرة الحل ؛ وإنما أمر النبی عائشة بالإحرام من التنعیم لانه کان أقرب الحل من مکة .

امام طحاوی نے کہا ایک قوم کا مذھب ہے کہ عمرہ کے لئے میقات التنعیم تک ہے اور اس سے آگے نہیں ہے جو حج کی میقات ہے اور دوسروں نے کہا بلکہ نبی نے عائشہ کو جو احرام کا التنعیم سے کہا تو یہ اس لئے کہ یہ مکہ سے قریب ہے

ابن زبیر نے بھی مکہ میں رہتے ایسا ہی کیا موطا امام مالک کی روایت ہے اور یہی کام غیر مقیم بھی کرے گا